

# مُفید الوارثین

## اسلامی قانون وراثت و وصیت

اردو زبان میں سب سے زیادہ مفصل عام فہم اور مستند کتاب جس میں میراث کے  
مستحق پیش آنے والی تمام صورتوں کو نقشوں کے ذریعے آسان بنا دیا گیا ہے  
مؤکلام جلیلہ مفتیان کرام اور عوام الناس سب کیلئے یکساں مفید ہے

مؤلف

العارف الربانی مولانا حاجی محمد شفیع صاحب دہلوی

محکم دارالعلوم دیوبند

[www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)

ادارہ اسلامیات

۱۹۰ - انارکلی ○ لاہور



# مُفید الوارثین

## اسلامی قانون وراثت و وصیت

اردو زبان میں سب سے زیادہ مفصل، عام فہم اور مستند کتاب جس میں میراث سے متعلق پیش آنے والی تمام صورتوں کو نقشوں کے ذریعے آسان بنا دیا گیا ہے۔  
وکلار، علماء، مفتیان کرام اور عوام الناس سب کیلئے یکساں مفید ہے۔

تالیف

حضرت مولانا سید میاں صاحب صغریٰ بن محمد رحمہ اللہ  
محدث دار العلوم دیوبند

[www.besturdubooks.net](http://www.besturdubooks.net)



إدارة اسلامیة، انارکلی، لاہور

بہر تمام \_\_\_\_\_ اشرف برادرزہ — لاہور  
عکسی ایڈیشن \_\_\_\_\_ جولائی ۱۹۸۰ء  
طباعت \_\_\_\_\_ دفاق پرنٹنگ پریس لاہور  
قیمت \_\_\_\_\_  
ناشر \_\_\_\_\_ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

### ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور  
ادارۃ المعارف - دارالعلوم - کراچی ۱۴  
مکتبہ دارالعلوم - دارالعلوم کراچی ۱۴  
دارالاشاعت - متصل اردو بازار کراچی ۱۴

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَزِمَ الْفَقِيرَ الْفَقِيرَ لَزِمَ الْفَقِيرَ الْفَقِيرَ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

# مِفْتَاحُ الْوَرَعِ

از افاضات لطیفہ

حضرت سراج العلماء تاج الفضلاء عالم ربانی عارف باللہ حضرت مولانا  
سید اصغر حسین صاحب حسنی حنفی دیوبندی مدرس حدیث  
دارالعلوم دیوبند۔ ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم

حضرت مصنف مدظلہم کی نظر ثانی اور

بحث مناسبت کے مستقل اضافہ کے ساتھ

احقر محمد شفیع غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند کے انتظام سے

ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ میں

کُلُّ الشَّيْءِ بِمَنْزِلَةِ الْوَبْدِ فِي الْمَنْزِلَةِ الْوَبْدِ فِي الْمَنْزِلَةِ الْوَبْدِ



# مفصل بہترین مفید اور نافع کتاب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۷	ثلث مال کی سب سے پہلی وصیت	۲۸	وظیفہ اور پٹن کی میراث	۱	تہسید و دیباچہ کتاب
۵۸	کفن دفن غار و زہ وغیرہ کی وصیت	۳۰	خاتواہ وغیرہ کی جاگیرین	۵	باب اول
۵۹	متحب و مکروہ و حرام وصیت	۳۰	حقوق میں میراث ہی یا نہیں	۵	علم فی الفرض کی فضیلت
۶۰	وصیت کس طرح پوری کی جائے	۳۱	سجادہ نشینی اور امامت کی تشریح	۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی وصیت
۶۱	وصیت کے قواعد و مسائل	۳۲	باب دوم	حاشیہ	فرائض کو نصف العلم کیوں فرمایا گیا
۶۲	ٹاٹ اور طوق وغیرہ کی ناجائز وصیتیں	۳۲	میراث پر مقدم چیزیں	۷	تقدیر و کتب فرائض
۶۲	قابل قدر عمدہ فائدہ	۳۲	تجزیہ و تفسیر کا قابل لحاظ بیان	۸	فسر الفرض کی دل چسپ حقیقت
۶۳	عجیب اور نئے مسئلے	۳۳	صدقہ و غیرات کا بیان	۱۰	میراث و توریث اختیار نہیں
۶۳	وصیت کفن دفن اور طعام کی	۳۶	فرض کا بیان	۱۱	کیسکو محروم یا عاق کرنا
۶۴	وصیت سے فکر جائیگا بیان	۳۹	دین مہر کا بیان	۱۲	عورتوں کو محروم کرنا کی مذمت
۶۵	وصی بنانے کا ذکر	۴۰	فرض کی وعید رعایت	۱۳	انبیاء کے وارث نہ ہونیکا بیان
۶۶	باب سوم	۴۲	مرض الموت کے تقرفات	۱۶	اعستراض و جواب
۶۶	جو چیزیں میراث سے محروم کر دیتی ہیں	۴۳	مرض الموت کی ابتدا و انتہا	حاشیہ	انبیاء کے وارث نہ ہونیکا حکمتیں
۶۷	مورث کا قتل مذہب کا اختلاف	۴۴	جہاز کا طوفان قتل کا مجرم	۱۸	زمانہ جاہلیت کی میراث
۶۸	مقتلہ اور غیر مقتلہ اور شیعہ کی میراث	۴۵	مرض الموت کے احکام	۱۹	ابتدائے اسلام کی میراث
۶۸	غلام کا وارث نہ ہونا	۴۶	مسائل مقبوضہ	۱۹	فرائض کو نازل ہونیکا روایات
۶۹	اختلاف ممالک	۴۷	مرضی کے نافذ اور غیر نافذ اقرار	۲۰	ابتدائے میراث کے واقعے
۶۹	موت کا حال معلوم نہ ہونا	۵۰	ثلث مال میں تقرفات	حاشیہ	لفظ فوق زیادہ کرنا علی ملکہ
۷۰	عبرت انگیز مثال	۵۱	وصیت کا بیان	۲۳	عورتوں کا حصہ کم کیوں ہے
۷۱	نکاح ثانی۔ نافرمان وارث	۵۲	وصیت کے مسائل	حاشیہ	واعظانہ روایت
۷۲	حجب کا مفید اور دل چسپ بیان	۵۴	وصیت کی مفصل شرطیں	۲۵	احکام میراث کی خوبیاں
۷۳	حجب کا شبہ اور جواب	۵۶	مفید مثالیں	۲۷	زرک اور مال میراث کی تقریف

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۰	باب پنجم	۹۶	باب کی میراث کا حال	۷۳	محبب نقصان والوں کا بیان
۱۳۰	عصبات کا بیان	۹۸	دادا کی میراث کا حال	۷۴	دوسروں کی وجہ سے محروم ہونے والے
۱۳۰	عصبہ بالغیر ومع الغیر	۱۰۰	باپ دادا بہن فسرق مثالین	۷۵	حصہ کم کرنے والوں کا مفید بیان
۱۳۱	عصبوں کے چار درجوں کی تفصیل	۱۰۱	اخیا فی بھائی کی میراث	۷۶	محروم کر نیوالوں کی کارآمد تفصیل
۱۳۲	درجہ اول - بیٹے کا بیان مع شال	۱۰۲	شوہر کی میراث کا عمدہ بیان	۷۷	بہت عمدہ مثال
۱۳۳	سمجھنے کے لائق فسرق	۱۰۳	ایک وقت میں دو شوہر موجود ہونا	۷۸	جو لوگ شہادت نہیں
۱۳۵	پوتے کا بیان	۱۰۴	زوجہ کی میراث	۷۹	تنبیہ اور قاعدے اور فائدہ
۱۳۶	پڑپوتا - فسرق	۱۰۴	شرح اور مثالین	۸۰	تنبیہ قابل لحاظ
۱۳۷	درجہ دوم - باپ دادا وغیرہ	۱۰۵	عدت میں میراث ملتی ہے	۸۱	عورتوں اور مردوں کے علاقے
۱۳۸	ایک شخص کے دو باپ	۱۰۶	والدہ کی میراث کا حال	۸۲	خدمت اور پردہ شش کرنا
۱۳۹	دادا پڑدادا کا حال	۱۰۷	باب کا حصہ زیادہ کیوں ہے	۸۳	بیمروت کا پورا حصہ
۱۴۱	درجہ سوم - حقیقی و علاقائی بھائی	۱۰۸	بیٹی کی میراث کا بیان	۸۴	قابل یادگار شادی وغیرہ کا خرچ
۱۴۲	بھتیجے کا حال	۱۰۹	پوتی اور پڑپوتی کے حصے	۸۵	متبنی یعنی بے پاک کا حال
۱۴۲	بھائی کے پوتے کا حال	۱۱۱	بہن بھائیوں کی تین قسمیں	۸۶	دینی بھائی بہن
۱۴۲	بھائی کے پڑپوتے کا حال	۱۱۱	حقیقی بہن کے حالات	۸۷	زنا کی اولاد کا حال
۱۴۶	درجہ چہارم حقیقی و علاقائی چچا	۱۱۲	قابل تقلید و لائق قدر رعایت	۸۸	بلا طلاق یا قبل زعدت نکاح
۱۴۷	چچا کی تشریح	۱۱۳	علاقائی ہمیشہ کے حصے	۸۹	باب چہارم
۱۴۷	چچاؤں کے بیٹے پوتے	۱۱۴	اخیا فی بہن کی میراث	۹۰	دارخون کے اقسام
۱۴۸	چچاؤں کے پڑپوتے	۱۱۵	دادیوں کے حصے	۹۱	افسوس ناک مثال
۱۴۹	باب کے چچا اور انکی اولاد	۱۱۸	ناینوں کے حصوں کا بیان	۹۲	دارخون کی باقی اقسام
۱۵۰	نقشہ عصبات ترتیب وار	۱۲۳	تشریح اور ذکر نقشہ	۹۳	بیت المال یا شاہی خزانہ
۱۵۳	باب ششم	۱۲۵	قابل دید نہایت مفید نقشہ	۹۴	مسافر کا مال بواب
۱۵۴	ذوی الارحام کے چار درجہ	۱۲۶	ضمیمہ بہت مفید سوال و جواب	۹۵	نقشہ مفید و قابل دید
۱۵۵	قاعدہ ذی الارحام کا پہلا درجہ			۹۶	ذوی الفروض کا بیان



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۶	مفید سوال جواب	۱۸۴	ذوی الارحام کا خاتمہ	۱۵۸	ذوی الارحام نمبر ششم مع مثال
۲۰۸	دلچسپ سوال جواب	۱۸۶	باب ہفتم	۱۵۹	ذوی الارحام درجہ دوم فاسد نانیا
۲۱۰	عول والے عددوں کا بیان	۱۸۶	حقے نکالنے کا طریقہ	۱۶۰	شجرہ ذوی الارحام درجہ اول
۲۱۱	اشتباہ اور اس کا جواب	۱۸۷	مفید نقشہ حصہ مقررہ ذوی الارحام	۱۶۱	نانا کی میراث
۲۱۲	آخری سوال جواب اور قاعدہ	۱۸۸	قاعدہ تقسیم کا	۱۶۲	فاسد نانے دادے
۲۱۳	تفصیح کا مختصر قاعدہ	۱۹۰	سمجھانے کے لئے مثالیں	۱۶۵	ذکر صحیح و فاسد نانے نما دادی
۲۱۵	جو شخص نہ مرد ہے نہ عورت	۱۹۱	سہام لگانے کا قاعدہ	۱۶۶	نقشہ ذوی الارحام درجہ دوم
۲۱۶	حمل کی میراث	۱۹۳	مثالیں - سوال	۱۶۷	ذوی الارحام درجہ پہلی بہنوں کی اولاد
۲۱۶	عجیب قابل دید حاشیہ	۱۹۴	سوال کا جواب	۱۶۸	قاعدے اور کارآمد مثال
۲۱۷	مفید مثالیں	۱۹۵	قائدہ اور قاعدہ	۱۷۰	مفید سوال جواب
۲۱۸	حمل کا پیٹ میں مرجانا	۱۹۵	عول کا بیان	۱۷۱	ذوی الارحام درجہ سوم نمبر دوم
۲۱۹	مسئلہ	۱۹۶	دشواری کی مثال اور اس کا حل	۱۷۲	ذوی الارحام کا آخری درجہ
۲۱۹	مفقود الخیر یعنی گم گشتہ	۱۹۸	شبیہ اور جواب	۱۷۳	درجہ چہارم کی بچی قسم اور ان کے قاعدے
۲۲۰	قابل دید مثالیں	۱۹۹	رو کا بیان امثال و قاعدہ	۱۷۴	ذوی الارحام کے مشکل بیان کی تفصیل
۲۲۱	گم شدہ کی زوجہ کا مسئلہ	۲۰۲	فرائض کے مسائل لکھنے کا طریقہ	۱۷۵	ماتن باکی طرف کو ذوی الارحام کی تقسیم
۲۲۳	متفرق مسائل	۲۰۴	مفید تنبیہات	۱۷۶	زرق ذوی الارحام کا خاتمہ قسم دوم
۲۲۴	خاتمہ کتاب - تمت بالخیر	۲۰۵	فرائض کے مسئلہ کی نقل و صورت	۱۷۷	ذوی الارحام درجہ چہارم قسم سوم
۲۲۹	قائدہ	۲۰۸	محاسن کی مثالیں	۲۲۵	مناسخہ کا بیان

اضافہ

ضمیمہ تصحیحات مفید الوارثین  
ورسالہ میراث المسلمین

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق سبحانہ تعالیٰ شانہ کی ذات جو حمد و ثنا کی اصلی مستحق ہے اُسکی حمد کسی ناچیز و ناکارہ سے کیسے ہو سکتی ہے جب اُسکا برگزیدہ اور برحق رسول سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین خود فرماتا ہے کہ میں حق شناس ادا نہیں کر سکتا۔ اسلئے اپنا مدعا شروع کرتا ہوں بندہ نے اپنے طفلانہ شوق سے اُردو کے دو چار مختصر رسالے لکھے تھے ناواقفوں کو اُن کا عیب نظر نہ آیا۔ بزرگوں نے چشم پوشی فرمائی اسلئے جرأت ہو گئی اور روز بروز ان کی تعداد بڑھتی رہی گو حقیقت کچھ بھی نہیں تھی۔ انہیں رسالوں میں ایک مختصر سالہ میراث المسلمین ہے اسکی نسبت بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر مضمون کسی قدر بڑھا دے جاوین تو بہتر ہو۔

مجھے بھی مناسب معلوم ہوا لیکن چونکہ اُسپر بڑے بڑے مقتدر علمائے اظہار خوشنودی کے علاوہ تصدیق و تصحیح بھی فرمادی تھی اور میری دانست میں وہ رسالہ نہایت مقبول و متبرک ہو گیا تھا لہذا اُس میں کچھ اضافہ کر کے مخدوش کرنا اور ترتیب توڑنا گوارا نہ ہوا بلکہ مستقل مفصل رسالہ فرض کا بنام مفید الوارثین لکھ دیا جسکو میراث المسلمین کی شرح کہیں تو بیجا نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اسکو بھی پہلے رسالہ کی طرح مقبول فرمادے اور میرے شفیق بزرگان مدظلہم العالی کی تصدیق و تصحیح سے مزین کرادے (آمین)

احقر نے مثال پے دیگر رسالوں کے یہ رسالہ بھی محض اُردو خوان ناواقف کم استعداد مسلمانوں لئے لکھا ہے لمبی لمبی عبارتیں اور موٹے موٹے الفاظ لکھے ہیں اور ایک ایک بات کو مکرر سے کر یاد دلایا ہے اور کئی کئی طرح سمجھایا ہے۔ اگر اہل علم کبھی مطالعہ فرمادیں تو اس طویل فضول اور تکرار بے سود سے نہ کہراہیں یہ عبارتیں آپ کے نزدیک طویل و فضول معلوم ہوتی ہیں اسلئے



کہ آپ پہلے سے ان مسائل کو سمجھے ہوئے ہیں کسی ناواقف کم استعداد سے پوچھے کہ اُسکو باوجود  
استقد رصراحت اور طول کے بھی بہت سے شک رہ جائیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ اہل فہم حضرات اگرچہ جاز  
تو انھیں قواعد کو اس سے مختصر الفاظ و عبارت میں بخوبی سمجھا سکتے ہیں لیکن اس پر بندہ قادر  
نہیں۔ قواعد کلیہ کا سمجھنا چونکہ عوام پر دشوار ہوتا ہے اسلئے جہاں تک ممکن ہو اے جزئیات  
لکھدے ہیں چنانچہ جس جگہ پوتی کا حال لکھا گیا ہے کہ وہ اپنے برابر والے اور نیچے کے پوتے کے  
ساتھ عصبہ ہوتی ہے وہاں آپکو یہ بات بخوبی ظاہر ہو جائیگی اگرچہ اور بھی جا بجا اسکی رعایت  
کی ہے۔ ایک ایک قاعدہ کی کئی کئی مثالوں سے یہ فائدہ ہے کہ بہت سے مسائل جزئیہ کا ذکر  
آجائے اور اگر کوئی مثال کسی کے حساب نکل آوے تو فائدہ ہو۔ بجائے اسکے کہ آخر میں  
بہت سے مسئلے اور سوال و جواب بڑھائے جاتے مثالوں کی تعداد بڑھادی ہے اس سے  
قاعدہ بھی سمجھ میں آجائے گا اور بہت سے مسائل بھی خاص طور سے معلوم ہو جائیں گے  
چونکہ اصل غرض اس کتاب سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے جو فرائض سے بالکل ناواقف اور  
باقاعدہ اُسکو حاصل کرنے سے عاجز ہیں اسلئے وہی مسائل و امور ذکر کئے ہیں جو ضروری  
اور عام فہم ہوں یا حتی الوسع عام فہم کر دئے گئے ہوں۔

علاوہ بہت سے مختلف امور کے خاص تقسیم ترکہ کی نسبت کتاب سے اتنا معلوم ہو جائیگا کہ کس  
وارث کو کتنا حصہ پہنچتا ہے اور کس کو کتنا۔ اب اگر ایک نام کے بہت سے وارث ہوں تو  
اُن میں باہم تقسیم کرنے کیلئے سهام لگانے کا پورا قاعدہ۔ یا اگر میراث تقسیم ہونے سے پہلے کے  
بعد دیگرے چند وارث مر گئے ہوں اُن کا مناسخہ۔ یہ باتیں اس کتاب میں نہیں لکھی گئی کیونکہ  
ناواقف اور عام لوگوں کو نہیں سمجھ سکتی اور جو طالب علم باقاعدہ پڑھنا چاہتے ہیں وہ کتب عربیہ  
سے حاصل کرتے ہیں آج تک کسی کو دیکھا نہیں کہ اردو کی کتابیں دیکھ کر پورا فرائض دان بن گیا ہو  
کتب عربیہ میں بلکہ اردو کے رسالوں میں بھی جب بیٹے پوتے کو لکھدیتے ہیں کہ اسی طرح نیچے تک  
(یعنی خواہ پوتا ہو یا پوتے کا پوتا ہو یا اسکا بھی پوتا پڑ پوتا ہو سب کا بھی حکم ہے ایسے ہی باپ دادا

سہ بعض جگہ اپنی فضول پسندی اسکی پابندی نہیں ہو سکی اور جگہ کوئی نکتہ و لطیفہ اپنی طالب علمانہ طبیعت سے مجبور ہو کر لکھ دیا  
ہے تاکہ اہل علم بھی کتاب کو بے لطف نہ سمجھیں ۱۲۷ء دوبارہ طبع ہونے کے وقت دوستوں کے اصرار مناسخہ کی بحث کا اٹھا کر لکھا

کے ذکر میں کہتے ہیں وان علا

یعنی اگرچہ اوپر تک جائے یعنی دادا اور اسکا دادا اور پھر اسکا دادا ہم جیسے کم عقل ناواقفوں کو اس اوپر اور نیچے کے اشارہ کو سمجھنے میں شاید وقت ہوا سئلے احقر نے بجائے اُسکے بیٹا پوتا سکڑوتا لکھ دیا ہے اور بعض جگہ صرف پڑ پوتے تک لکھ کر چھوڑ دیا ہے اور باپ دادے میں پڑ دادا یا سکڑ دادا تک لکھ کر باقی چھوڑ دیا ہے کیونکہ دنیا میں خصوصاً اس زمانہ میں ایسے بہت کم لوگ ہیں جنکے پڑ دادا یا سکڑ دادا میراث لینے کے لئے زندہ بیٹھے ہوں اور نہ کوئی ایسا خوش قسمت ہے کہ اپنی زندگی میں پوتوں کے پوتے اور پھر اُنکے پوتے دیکھ لے لہذا اولاد میں پڑ پوتے اور سکڑ پوتے سے زیادہ اور باپ دادا میں پڑ دادا سکڑ دادا سے زیادہ لکھنا فضول سمجھا ہے اہل علم خود جانتے ہیں اور ناواقفوں کو اس سے زیادہ جاننے کی حاجت نہیں۔ جو قول مفتی اور جمہور علمائے حنفیہ کا معمول بہا ہے احقر نے ہر جگہ وہی لکھا ہے اختلاف و خلاف لکھ کر لوگوں کا ذہن پریشان نہیں کیا۔

اثنائے تحریر رسالہ میں ایک معتبر کتاب مذہب شیعہ کی ملگئی تھی۔ ارادہ تھا کہ حاشیہ پر جا بجا اہل سنت اور شیعہ کا اختلاف ظاہر کر دوں تاکہ ساتھ ساتھ دو فرقوں کے فرائض کا بیان ہو جائے لیکن چونکہ رسالہ پہلے ہی سے بہت طویل ہو گیا تھا اسلئے کچھ ارادہ ڈھیلا ہوا اور پھر اس خیال نے بالکل ہی ارادہ فسخ کر دیا کہ اہل سنت کو اسکی ضرورت نہیں اور شیعہ صاحبِ کلمے ہوئے کا کیون اعتبار کریں گے بشرط حیات ڈیڑھ ٹھسال کے بعد بعض باتوں میں تغیر کر کے اور کچھ مضامین بڑھا کر احقر انشاء اللہ تعالیٰ پھر اسکو از سر نو مرتب کریگا۔ جن صاحبوں کو اس میں کسی اور مفہوم کی ضرورت معلوم ہو یا کوئی غلطی نظر آئے براہ عنایت بلا تکلف احقر کو مطلع فرما دیں ممنونیت کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح اصلاح کر دی جائیگی۔ اَلْمُؤْمِنُ مَرْءٌ اَوْ امْرَأَةٌ اَوْ مَوْلًیٌّ اَوْ مَوْلًیٌّ اَوْ مَوْلًیٌّ اَوْ مَوْلًیٌّ اور مؤمنین صاحبین کی بھی شان ہے۔

یہی بڑا احسان ہے کہ دیندار لوگ اس ناچیز رسالہ کو ملاحظہ کی غرض بخشیں اسکے معاوضہ میں

سلا البتہ عصبات کی بحث میں دوسری طرح سمجھا دیا ہے ۱۲ سلا اتفاقات تقدیر سے پندرہ برس کے بعد دوبارہ طبع کی توفیق ہوئی اور مخلص حضرات نے جو اصلاح و ترمیم پیش کی اس پر عمل کیا گیا ۱۲ اصغر حسین سلا ۱۳



ناظرین سے حسبِ تور و علی استدعا کرنا بیوقوف ہے۔ ہاں اگر وہ از خود کرم فرما کر دُعائے خیر سے یاد فرما دیں تو بعید از نوازش نہ ہو۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو مومن کسی کے لئے کر دُعا کرتا ہے ایک فرشتہ اس کے لئے لکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو بھی بھی نعمت نصیب کرے

ایک وہ زمانہ آئے گا کہ دنیا میں میرا کہیں نشان نہ ہوگا میری شکستہ قبر کا کہیں پتہ نہ ملیگا البتہ کتاب کو اگر خدا تعالیٰ نے شرف قبول بخشا تو یہ اس وقت بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوگی اور آپ کی دعا میرے عذاب کے تخفیف کا ذریعہ اور رفعت درجات کا سبب بنے گی۔

اب اصل کتاب شروع کرتا ہوں اور دیباچہ کو اس دعا پر قایم کئے دیتا ہوں  
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

کتبہ فقیر سید اصغر حسین حسنی دیوبندی عفی عنہ

۲۵ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ

پہلا باب میراث و فرائض کے امور ضروریہ کی بیان

## فصل اوّل علم قرآن کی فضیلت

اور جو لوگ ہماری بات کو نہیں مانیں گے وہ دوزخ کے مستحق ہوں گے (جو غضب خداوندی کا مقام ہے اور جس سے خائف رہ کر پناہ مانگنا ہر مومن کا کام ہے) اور ان احکام کے خاتمہ پر فرمایا کہ ہم یہ صاف و صریح احکام اپنی طرف سے اس لئے مقرر فرماتے ہیں تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہو جاؤ (کیونکہ مال و میراث کے بارہ میں عدل و انصاف سے کام لینا بڑا مشکل ہے۔ ہر شخص اپنی طرف کو جھکتا ہے اور اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے) پس جب علم اور اس کے بموجب عمل کرنا حسیلِ رشاد حق تعالیٰ

۱۲ سورہ نساء و کورع و دم ۱۲ ۱۳ القول الاول ان قوله تلک اشارۃ الى الموارث ۱۴ تفسیر کبیر ۱۲ ۱۳ خاتمہ سورہ نساء ۱۲۔ ۱۳ ص ۱۲

باعث ہدایت و دخول جنت ہے اور اس سے ناواقف رہنے میں گمراہی کا خطرہ لگا ہوا ہے اور اس کے خلاف عمل کر نیکانیتیم دوزخ لکھا ہوا ہے تو اسکے سیکھنے سکھلانے اور عمل کرنے میں جس قدر فضیلت اور جس قدر تاکید ہوگی وہ اہل عقل سے مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے حاصل کرنے اور تعلیم کرنے کی نہایت تاکید اور اس پر ترغیب فرمائی ہے

آپ نے ایک فصیح و بلیغ پروردگار آئینہ مؤثر و عظیم فرمایا کہ لے لوگو! میں تم میں ہمیشہ نہیں رہوں گا۔ فرائض کو سیکھ لو اور (مکے بعد دیگرے) لوگوں کو سکھلاؤ۔ وہ وقت قریب ہی کہ وحی کا دروازہ بند ہو جائیگا۔ (یعنی آپ کی وفات کے بعد وحی اور رسالت و نبوت سب ختم ہو جائے گی) اور علم کے معدوم ہونے کا وہ زمانہ آئے گا کہ دو آدمی ایک ضروری مسئلہ میں جھگڑتے ہوں گے اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہ ملے گا

دوسرے موقع پر فرمایا کہ لے لوگو فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ نصف علم ہے اور سب سے پہلے جو علم میری امت سے اٹھالیا جاوے گا وہ علم فرائض ہے۔ آپ کے اس رشاد کی تصدیق آنکھوں سے نظر آرہی ہے۔ جو لوگ علمائے دین کھلاتے ہیں ان میں بھی بہت سے اس متبرک علم سے عاری ہیں

۱۵ امام احمد و ترمذی و نسائی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور حاکم نے تصحیح کی ہے ۱۲ ۱۵ فرائض کو نصف علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند وجوہ سے فرمایا (۱) آدمی کی دو حالتیں ہیں ایک زندگی دوسری مرنے کے بعد۔ دیگر علوم میں زندگی کے پیش آئینہ واقعات اور متعلقہ احکام کا ذکر ہوتا ہے اور فرائض میں بعد الموت کی حالت کا اس لحاظ سے فرائض نصف ہوا (۲) معاملات اور ملک کے بعض اسباب تو اختیاری ہیں جیسے خرید و فروخت وغیرہ۔ اور بعض غیر اختیاری ہیں جیسے میراث جن میں لینے والے اور دینے والے کا کچھ چارہ نہیں خواہ مخواہ ایک کی ملک سے منکر دوسری کی ملک ہو جاتا ہے فرائض میں چونکہ غیر اختیاری سبب مالک ہونے کی بحث ہوتی ہے لہذا فرائض نصف علم ہوا اور باقی نصف وہ جو جمیل اسباب اختیاری مالک ہونے کی بحث ہے (۳) اسکی صورتیں اور پیش آئینے مسائل متعدد اور مختلف ہیں کہ گویا دیگر تمام مسائل کے برابر اور مساوی ہیں مسائل کی تعداد اور ذخیرہ میں گویا نصف دیگر مسائل کا ہو اور نصف فرائض کے مسائل کا (۴) احکام شریعہ بعض قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور بعض قیاس و اجتہاد سے اور فرائض کے مسائل سب قرآن و حدیث مستنبط ہیں لہذا ایک خاص قسم اور بمنزلہ ایک نصف کے ہوئے (۵) چونکہ اسکے سیکھنے اور بتلانے میں بڑی مشقت و محنت ہوتی ہے پس گویا (باقی حاشیہ بر صفحہ آئینہ)

عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے بہت سے دیندار لوگ جو صوم و صلوٰۃ وغیرہ کے اکثر ضروری مسائل سے باخبر اور ادھر ادھر کے بہت سے قصوں سے واقف ہوتے ہیں وہ فرائض کا ایک بھی مسئلہ نہیں جانتے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات و تاکیدات کا اثر ہر زمانہ میں آپ کی امت کے علمائے کالین پر بخوبی ہوا اور ان لوگوں نے خود بھی توجہ فرمائی اور دوسروں کو بھی سکھلایا اور رغبت دلائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے عالم فرائض حضرت زید بن ثابت تھے اور حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت علی حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود و ابن عباس اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین اس فن میں حاصل متیاز رکھتے تھے فرائض کی مشکلوں کو حل کرتے تھے اور قواعد و مسائل فرائض تعلیم فرماتے اور لوگوں کو توجہ دلاتے تھے عول کا ضروری اور مفید قاعدہ عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا اور تمام صحابہ کے اجماع سے منظور ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جسطرح قرآن مجید کو سیکھتے ہو۔ کبھی فرماتے تھے کہ مسلمانو فرائض کو سیکھو اسلئے کہ وہ تمہارے دین کا ایک ضروری علم ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اسکو فرائض بھی سیکھ لینا چاہئے یعنی جسطرح قرآن مجید سیکھنا ضروری ہے ایسے ہی فرائض بھی ضروری ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص قرآن سیکھے اور فرائض نہ سیکھے وہ ایسا ہے جیسے بے چہرہ کا سر ہو۔ یعنی بدون فرائض کے علم بے رونق اور بے زینت بلکہ بیکار رہتا ہے علمائے مجتہدین اور اُن کے بعد کے علمائے بھی اس ضروری علم کی طرف کچھ کم توجہ نہیں فرمائی ہر شخص نے صحابہ کے اصول کو لیکر اُسی کے مطابق ضابطے اور قاعدہ تمہید کئے اور مسائل جزیئاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶) علم فرائض نصف علم ہے جبکہ محنت تمام علوم پر کرنی ہوتی ہے اسقدر اس تنہا پر (۶) ثواب اس میں چونکہ کثیر ہے اسلئے تمام علوم کی برابر ثواب اس میں حاصل ہوتا ہے۔ علمائے فرمایا ہے کہ فرائض کا ایک مسئلہ بتلانے پر دس قسم کے تسوئوں کی برابر ثواب ہوتا ہے ۱۲ من مشروح الحدیث و بعضاً من کشف الظنون ۱۵ ابن عباس نے عمرؓ کی وفات کے بعد اختلاف کیا تھا ۱۲ ۱۵ یہ روایت دارمی شریف میں ہے یہ اس زمانہ کی نصیحت ہے جب لوگ معافی و مطالب احکام قرآن مجید کو دل سے سیکھتے اور شوق سے یاد کرتے تھے اس زمانہ میں قرآن کو کم کی طرف توجہ ہے نہ فرائض کا خیال ۱۲ ۱۵ دارمی شریف ۱۲

اور احکام کو تحریر فرمایا۔ فقہائے حنفیہ نے اس میں خاص حصہ لیا اور دیگر علما نے بھی کوتاہی نہیں فرمائی چنانچہ علم فرائض علم فقہ کا ضروری جز بنکر تمام کتب فقہ میں داخل ہو گیا اور اسکے علاوہ گیارہویں صدی تک تقریباً ستر مستقل کتابیں اس فن میں لکھی گئی جن میں چالیس کے قریب اصل کتابیں اور چوبیس شرح اور پانچ چھ حاشیے۔ ان شرح و حواشی میں دو تین کے سوا باقی سب فرائض سراجی کے متعلق ہیں جو امام سراج الدین بن محمود حنفی سجاوندی کی تالیف ہے اور اسلئے اسکو فرائض سجاوندی بھی کہتے ہیں۔ گیارہویں صدی کے بعد بھی حسب حیثیت زمانہ بہت سی تصانیف ہوئیں اور آخری زمانہ میں فارسی کی مختصر کتابیں اور پھر اردو کے بعض سائل لکھے گئے اور دیکھے قیامت تک کس قدر کتابیں لکھی جاتی ہیں اور علماء کی کس قدر توجہ اس طرف رہتی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ علوم شریعت میں سب سے پہلے بھی علم دنیا سے مفقود و معدوم ہو جائیگا جیسا کہ پیشین گوئی فرمائی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

## فصل دوم میں فرائض کی حقیقت

یہ خاک کا پتلا جو بعض فہم بھروسہ دیگر نیست کا لغو مارنے لگتا ہے بالکل معدوم تھا اس موجود حقیقی جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسکو موجود کیا اور رحم مادری ہی اسکے لئے ضروری سامان مہیا کرنا شروع کر دیا۔ آنکھ۔ ناک۔ دل۔ دماغ۔ سائے اعضا جو ایسی نعمتیں ہیں کہ دنیا کی کوئی نعمت انکے مقابل نہیں ہو سکتی اسی اندھیری کوٹھری میں اسکو عطا فرماوے۔ غذا کا سامان سانس لینے کا راستہ ایسی حکمت سے رکھا کہ بڑے بڑے عاقلوں کی عقل چکر کھا گئی جب باہر آنیکے قابل ہوا اور دنیا میں آیا تو اسکے پاس کچھ نہ تھا بالکل خالی ہاتھ۔ غریب لوگ کس شمار میں ہیں وہ بڑے بڑے جاہ و شہرت والے رئیس اور ملک دولت والے عظیم الشان بادشاہ

۱۔ یہ کتاب وقت تصنیف سے آج تک نہایت مقبول و متداول اور ہمیشہ درسیات میں داخل رہی ہے شہرت و قبول کی یہی کافی دلیل ہے کہ بیش پچیس شرح اور شرحوں پر حواشی لکھے گئے اور محشی و شارح بھی کوئی معمولی اہل علم نہیں بلکہ علامہ تفتازانی جیسے علمائے نامدار اور سید شریف جرجانی جیسے فخر روز گاہین۔ اصل کتاب کی طرح سید صاحب کی شرح کو بھی قبولیت عامہ نصیب ہوئی اور اس پر متعدد حواشی لکھے گئے ۱۲



جسکے غرور و تکبر کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں رہتا جب پیدا ہوئے تو سر پر ٹوپی تھی نہ پاتوں میں لیٹر نہ بدن پر جلیہ تھرا۔ غور کرو یہ سب سامان کس نے دئے۔ اور کیوں دئے۔ ہمارا کوئی حق اُسکے ذمے پر واجب تھا۔ چھوٹی سے لیکر بڑی تک سب چیزیں اُسے مرحمت کیں جسکو ہم بھول گئے اور محض اپنے فضل و عنایت سے دی نہ کسی کا حق واجب تھا نہ احسان نہ معاوضہ نہ تاوان بہت سی چیزیں تو اسکے لئے ہزاروں برس پہلے سے تیار تھیں اور اس سے پہلے آئیوالون کے استعمال میں آ رہی تھیں اور اُسکی آمد کی منتظر تھیں۔ آسمان۔ زمین۔ دریا۔ پہاڑ۔ ہوا۔ آگ۔ چاند۔ سورج جیسے عظیم الشان مخلوقات۔ گویا دست بستہ کھڑے تھے کہ نیکے ساتھ ہی خدمت میں مصروف ہو گئے اور پوری طرح زمین پر پاتوں بھی نہ رکھا تھا کہ تمام اسباب راحت و ضرورت رفتہ رفتہ ایسی طرح مہیا ہو گئے کہ اسکو اصلی منعم کا خیال بھی نہ آیا اور اپنے ظاہری اختیار اور قبضہ و قدرت کو دیکھ کر پورا اختیار اور اصلی مالک ہونیکا خیال بند ہو گیا لیکن بہت جلد اسکو اپنی خام خیالی معلوم ہو گئی اور اسکا یہ گمان غلط نکلا اور اس بار رونق سرائے کے مستعار اسباب سے جی بھر کر نفع نہیں اٹھایا تھا کہ کوچ کا نقارہ بجا اور خصمت کی گھنٹی نے چونکا دیا اور جبرار و انلی کا سامان شروع ہو گیا اس سرائے ناپائدار میں گوا اتفاقاً آیا تھا اور کبھی کبھی آہستگی سے کان میں یہ آواز آ جاتی تھی کہ یہ سب چیزیں چند روزہ اور مستعار ہیں ہمیشہ بھان رہتا نہیں ان چیزوں سے دل نہ لگانا لیکن بھان آ کر کچھ ایسی دلچسپی ہو گئی تھی کہ دنیا چھوڑنے اور بھان سے جانے کو دل ہی نہ چاہتا تھا۔ بہت ہاتھ پاتوں مارے جیلے حوالے عذر معذرت سب ہی کچھ کئے مگر شنوائی نہ ہوئی۔

خدا کے حکم کے آگے کسی کی چل نہیں سکتی مگر طبی وعدے کی جہم آن پھونچی ٹال نہیں سکتی وعدہ برابر ہو گیا حکم ناطق آ گیا سائے سلمان دہرے رنگے اور یہ روانہ ہو گیا نہ کوئی چیز سنا لی نہ کچھ ہمراہ۔ جیسے تنہا شکم مادر سے باہر آیا تھا اسی طرح بیٹھک دو گوش چل دیا۔

تھاجو مشغول ہو س تعمیرِ فلین چوڑ کر چل دیا وہ آج سب ہستی کے سامان چوڑ کر بظاہر سمجھایا جاتا ہے کہ دو چار گز کپڑا ساتھ لے گیا لیکن غور کرو گے تو معلوم ہو جائیگا کہ وہ بھی اسکا نہیں اس مہمانسرایے دنیا میں جو چیزیں اسکو مستعار دی گئی تھیں اسکی طرف سے سب بیکار ہو گئی کیونکہ وہ

۱۔ مسئلہ اگر بالفرض کوئی مردہ زندہ ہو کر واپس آ جائے تو داروں کے پاس سے اپنا مال واپس لے سکتا ہے اور منار

ایسی جگہ نہیں گیا جہاں سے واپس آئے اب تودہ بھی سدا بہیم بھی نہ بھیجے گا لوٹ کر آئیکا تو ذکر کیا ہے۔ اب فرمائیے کہ یہ تمام سامان اور سادی چیرمین کیسکو دی جائیں جنہیں کچھ بھی عقل ہوگی وہ فوراً کھدیگا کہ اصلی و حقیقی مالک کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے دلوا دے اور جس طرح مرضی ہو صرف کرے۔ پس اُس علیم و حکیم مالک حقیقی کے حکم سے ان پس ماندہ چیزوں پر دوسرے لوگوں کا استحقاق اور ملک ثابت ہو جائیکا نام میراث ہے اور موجودہ رشتہ داروں کے جو حقوق اور حصے خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں یہی فرائض ہیں

تقسیم اس رحمان و رحیم مہمان نواز کی مہربانی دیکھو کہ اُسکی پس ماندہ چیزیں ابتدائی سے بطور خود نہیں کی بلکہ کچھ عرصہ تک اسی رخصت ہوئیوں کے مسافر کو اختیار دیدیا تھا کہ جس طرح مناسب سمجھے اپنے والدین اور رشتہ داروں پر اپنا مال تقسیم کر جائے۔ (یعنی دین محمدی کے ابتدائی زمانہ میں مال چھوڑنے والے شخص پر فرض تھا کہ موت کے قریب اپنے والدین اور اقربا کے لئے اپنی مرضی سے مناسب طریقہ پر وصیت کر جائے کہ اسقدر فلان کو دیا جائے اور اسقدر فلان کو) لیکن اسقدر عرصہ کے تجربہ سے جب خدا تعالیٰ نے لوگوں کو دکھلادیا اور انکو یقین کرا دیا کہ پورا عدل و انصاف انسانی طاقت سے باہر ہے رو داری و لحاظ و مروت کیوجہ کچھ نہ کچھ بے انصافی ہوئی جاتی ہے تو اس انسان مسافر و مہمان کے ہاتھ سے یہ اختیار نکال لیا اور اس کام کا خود متکفل ہوا اور اسقدر اہتمام کیا کہ بلا واسطہ بلکہ بمقرب و بلا تشریح نبی مرسل ہر ایک مسافر آخرت کے پس ماندہ مال کو اپنے خاص حکم سے تقسیم فرما کر اُسکے پس ماندوں کے حصے خود مقرر و منضبط فرمادے (یعنی وارثوں کے لئے وصیت کرنیکا حکم منسوخ فرما کر صاف صاف حصے وارثوں کے قرآن مجید میں تجویز فرمادے میراث و فرائض کی حقیقت کے بیان سے آپکے خیال میں آگیا ہوگا کہ میراث و توریت کوئی اختیار امر نہیں بلکہ الیاسحق ہے کہ بلا اختیار مورث اور وارث کے خواہ مخواہ ثابت ہو جاتا ہے۔ جب بلا شخص مر جائیگا تو جس جس شخص کو جس مقدار میں اُسکا قائم مقام اور نائب بنادیا ہے بجائیگا خواہ مر نیوالا اسکو پسند کرے یا نہ کرے اور لینے والا اسپر راضی ہو یا نہ ہو اگر وارث کسی شلو جہ سے چاہتا ہے کہ

۱۔ مسئلہ اگر بالفرض کوئی مردہ زندہ ہو کر واپس آئے تو وارثوں کے پاس سے اپنا مال واپس لے سکتا ہے ۲۔ مختار ۳۔ فرائض جمع فریضہ کھلائق جمع حدیقہ و الفریضہ بمعنی المفروضہ لے مقدار معلومہ۔ ۴۔ موقوفہ عاقل غیر ہم ۵۔ فتح الباری ۶۔ مثلاً کسی شخص نے اپنے وارث سے جھگڑے اور لڑائی کے وقت قسم کھائی کہ اگر میں تیرا کچھ بھی مال میراث (بقیہ برحقہ) نہ



ایک صحیح حدیث شریف کا مضمون ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں لیکن موت کے وقت میراث میں وارثوں کو ضرر پہنچاتے ہیں (یعنی بلاوجہ شرعی کسی جیلے سے محروم کر دیتے ہیں یا حصہ کم کر دیتے ہیں) ایسے شخصوں کو اللہ تعالیٰ سید ہادورخ میں پھونچا دیتا ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اسکو جنت سے محروم فرما دیں گے۔

**ہندوستان** کے بعض جاہل مسلمانوں میں لڑکیوں اور نکاح ثانی کرنا والی عورتوں کو میراث سے محروم رکھنے کی کافرانہ اور نہایت معیوب رسم اب تک جاری ہے۔ شادی۔ غمی وغیرہ تقریبات میں کچھ نقد و جنس انکو دیکر بطور اشک شونی معاوضہ ادا کر دیا جاتا ہے اور میراث وترکہ پر مرد قابض مالک رہتے ہیں۔ بعض ضلاع میں جب منجانب سرکار انگریزی اراضی کا جدید بند و بست ہوتا ہے تو وہاں کے مسلمان رئیسوں اور زمینداروں سے درپٹ کیا جاتا ہے کہ تم بقاعدہ شریعت تشریع کرنا چاہتے ہو یا حسب رواج سابق صرف بیٹوں کو جائداد دلوانا چاہتے ہو۔ ان میں سے اکثر ناخدا ترسوں نا عاقبت اندیش لوگ منوجی کے قاعدہ اور مشرکان عرب کے رواج کو قانون خداوندی اور شریعت محمدی پر ترجیح دیکر اپنی جائداد و مال کو رواج کے موافق تقسیم کرنا پسند کرتے ہیں اور عورتوں کو محروم لکھوادیتے ہیں اسبطرح قانون پاس ہو جاتا ہے اور ان لوگوں کے انتقال پر اسی طرح عملدرآمد اور داخل خارج ہوتا ہے اور وہ غافل لوگ حکام خداوندی کے خلاف کرنے کی سزا میں اور شریعت محمدیہ سے سرتابی و سرکشی کرنے کے وبال میں فوراً دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ احکام میراث کی نافرمانی کرنے کی نسبت خدائے تعالیٰ نے صاف یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ قَتِيلٌ فرمادیا ہے اب دیکھئے وہاں سے نکلتے ہیں یا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم کو پشت پٹ ڈالکر ایک کافرانہ رسم پر عملدرآمد کرنا کوئی معمولی خطا نہیں ہے نہایت سرکشی اور اعلیٰ درجہ کا

۱۵ مشکوٰۃ شریف از احمد و ترمذی والوداؤد وغیرہ ۱۲ ۱۵ ہنود کا مشہور پیشوا لکھنؤ ۱۲ ۱۵ بیوہ اگر نکاح ثانی کرے تو کہاں کپڑا شوہر کی جائداد سے ملتا ہے ورنہ بالکل محروم کر دیتے ہیں انیسویں ۱۲ ۱۵ اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ میں داخل فرمائیگا جہاں ہندو توں بیگا اور نہایت ذلیل و خوار عذاب پائیگا ۱۲

جرم ہے بلکہ کفر تک پہنچ جانیکا اندیشہ ہے۔ ہزار افسوس ہے ایسے مسلمانوں کی حالت پر اور نہایت حسرت ہے اُن کی غفلت پر۔ علمائے اہل اسلام اور دیگر مسلمانوں سے جہاں تک ممکن ہو ایسی رسم کو مٹانا اور اُن مسلمانوں کو سمجھا کر عذابِ آخرت سے بچانا لازم و ضروری ہے پھلے ظاہر ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام سامان و سب نعمتیں بلا ہماری قدرت و اختیار کے اور بلا کسی قسم کے استحقاق کے محض اپنے فضل و کرم سے دفع تکلیف اور رفع ضرورت کے لئے چند روزہ مستعار عطا فرمادی تھی پس اگر انسان کے مرنیکے بعد ایسے لوگوں کو ان چیزوں کا مالک بنایا جاتا جنکو اس رخصت ہوئی والے سے کچھ بھی علاقہ نہ ہوتا اور بالکل غیر ہوتے تب بھی کوئی بے انصافی اور ظلم نہ ہوتا لیکن اُسکے فضل کے قربان جائیے کہ اُسے ان چیزوں کے عطا فرمانے میں علاوہ انسانی اور اسلامی تعلق کے ہمیشہ کسی خاص تعلق و خصوصیت کا لحاظ فرمایا ہے اور بالآخر قرابت و رشتہ داری کے تعلق پر میراث کو منحصر کر دیا تاکہ انسان دان کو ان مستعار چیزوں کے چھوٹنے کا زیادہ غم نہ ہو (جنکو عرصہ دراز کے استعمال اور مدت طویل کے قبضے کی وجہ سے اپنی ذاتی ملک سمجھنے لگا تھا) اور یہ سمجھ کر تسلی پائے کہ خیر مجھے چھوٹی تو میری اولاد وغیرہ عزیز و اقربا کے کام آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

## انبیاء کے وارث نہونیکا بیان

انبیاء علیہم السلام کی دور بین اور حقیقت شناس نظروں پر غفلت کا پردہ نہیں تھا خداوند تعالیٰ کے مالک و متصرف حقیقی ہونیکا مشاہدہ اور یقین کامل انکو حاصل و اسباب و نیل کے مستعار ہونے اور انسان کے مسافرانہ حالت کا نقشہ انکو پیش نظر رہتا تھا۔ خود بھی سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی تعلیم فرماتے تھے۔ ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھکو دنیا سے پسلیسا ہی تعلق ہے جیسے ایک سوار تھوڑی دیر درخت کے سایہ میں رہے اور پھر اس پر یہ مزید احسان کہ میراث کا مال جو وارثوں کو بھونچتا ہے اس میں بھی میت کو مثل مدفنہ کرنے کے ثواب ہوتا ہے کذا فی المسلم وشرعہ للنووی ۱۲





اسکو تقسیم کرانیکا ارادہ کیا تھا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُسکے تقسیم ہونے اور میراث میں دئے جانے کی درخواست بھی فرمادی تھی لیکن جب ان بزرگ سیبیوں کو خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسکی نسبت معلوم ہو گیا تو کسی نے پھر اُسکا خیال نہیں کیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تو پھر تمام عمر اسکا ذکر بھی نہیں کیا۔ زمین کی پیداوار میں سے آپکے ارشاد کی موافق آپکی ازواج مطہرات کا نفقہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہتا وہ رفاہ عام کے کاموں اور جہاد وغیرہ کے ساز و سامان میں صرف ہوتا رہا اور آپ کے عزیز واقارب نو اسوں وغیرہ کو بیش قرار وظیفے اور بڑی بڑی تنخواہیں مال غنیمت وغیرہ سے ملتی رہی۔ حضرت ابو بکر و عمر کے بعد حضرت عثمان اور حضرت حسن کی خلافت میں بھی اسی پر عملدرآمد ہوتا رہا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

انبیاء علیہم السلام کی میراث و ارثون پر تقسیم نہ ہونے میں ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیاء چونکہ بحیثیت نبوت وہ لحاظ ہدایت تمام امت کے روحانی باپ ہوتے ہیں اور سب کے ساتھ یکساں علاقہ اور پیغمبر مسادی شفقت رکھتے ہیں لہذا انکے پس ماندہ مال و ترکہ کو صدقہ عامہ قرار دیا گیا جو بلاشبہ حُر و عبادہ بغیر فرق صالح و فاسق اور بدن لحاظ قریب بعید عام مسلمانوں کی مصالح میں خرچ ہوا اور سب کے کام آوے کیونکہ ذرہ ذرہ تقسیم کرنا دشوار ہوتا اور اگر خاص جماعت اقربا کو میراث پہنچتی تو اُسکے ساتھ علاقہ خاص کا اظہار ہو کر دیگر امتیوں کے لئے ایک طرح دل شکنی کا باعث ہوتا علیٰ ہذا القیاس اگر اقربا کی میراث انبیاء کو دلوائی جاتی تھی وہی خاص علاقہ ثابت ہوتا جو شفقت عامہ کے بظاہر مخالف تھا۔

نیز چونکہ انبیاء و احکام خداوندی کو بلا کسی غرض کے پھونچا دینا اے اور ناصح مشفق ہوتے تھے اور باور بلند علی الاعلان کہتے تھے کہ ہم اپنی نصیحت و ابلاغ و خیر خواہی کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے ہم تم سے مال طلب نہیں کرتے، اب اگر وہ کسی وارث کی میراث میں سے حصہ پائے تو دشمنوں کو کھنے کا موقع ملتا کہ دیکھئے اپنی امت سے مال حاصل کیا کیونکہ انبیاء کے اقرباء بھی تو ان کی امت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۔ کہ میرے وارثون کو ایک دینار بھی تقسیم نہ کرنا چاہئے جو کچھ ازواج کے نفقے اور کارکن کی اجرت کے بعد باقی رہے وہ صدقہ ہے۔ عامل جو اس عدایت میں ہے اُسکے چند حصے ہو سکتے ہیں۔ کارپرداز خلیفہ۔ خادم۔ گھنٹن یعنی قبر کو درنوالا دان اردت لطائف الحریث و تفصیل المقام فعلیک بفتح الباری ۱۲ منہ ۱۵ فیہ نظر کا لا یعنی ۱۲ منہ

داخل ہوتے ہیں اور جہلِ نبیاء کی میراث اُن کے وارثوں کو پہنچتی تو مخالفین کو شبہ ہوتا کی گنجائش تھی کہ اپنے عزیزوں کے لئے مال جمع کر کے رکھ گئے۔ اب اس اعتراض اور شبہ کی جڑ ہی کٹ گئی نہ کسی سے مال لیتے ہیں نہ دیتے ہیں اور اگر بالفرض لین و دین جمع بھی کریں تو اُس سے انکو کوئی ذاتی نفع نہ پہنچے بلکہ سب مسلمانوں کا حق ہو جائے

اعتراض۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی یا خداوند تعالیٰ مجھ کو ایسی اولاد عطا فرما جو میری وارث ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے مال میں میراث جاری ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَوَرِثَتْ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ یعنی سلیمان علیہ السلام اپنے والد داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ اس سے دونوں باتیں معلوم ہوئیں کہ انبیاء کے مال میں میراث جاری ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کو اُن کے عزیزوں کی میراث پہنچتی ہے کیونکہ داؤد و سلیمان علیہما السلام

باب بیٹے بنی تھے

جواب۔ ان مواقع میں مال و اسباب کا وارث ہونا مراد نہیں بلکہ وہ علمی وراثت مراد ہے جو ایک بنی سے دوسری بنی کو پہنچتی ہے۔ زکریا علیہ السلام کی بھی یہی دعا تھی کہ مجھ کو ایسی اولاد مرحمت ہو جسکو نبوت بھی عطا فرمائی جائے تاکہ حکمتہائے ربانی اور علوم خداوندی کو مجھ سے بطور میراث کے حاصل کرے اور میرے بعد لوگوں کو سنبھالے جواب دیا جاسکتا ہے کہ ان آیات میں میراث کے مشہور و معروف معنی مراد نہیں بلکہ بعض جگہ صرف جانشین کرنا اور بعض جگہ مینا اور کسی جگہ لینا مراد ہے لیکن یہ جانشینی اور دنیا لینا بطور میراث نہیں چنانچہ قرآن مجید میں ان آیات کے علاوہ دوسری جگہ بھی دینے لینے اور جانشین کرنے کے معنی موجود ہیں

۱۔ احکام خداوندی کی حکمتوں کا حصر و شمار نہیں ہو سکتا چنانچہ انبیاء کے وارث نہ ہونے کی دو تین مثالیں احقر نے نقل کی جو اس مقام کے مناسب تھی علاوہ ان کے علمائے محققین نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو چونکہ ایک اعلیٰ قسم کی حیات اخروی حاصل ہے لہذا وہ عام لوگوں کے ماتر مژدہ شمار نہیں ہوتے اور اسی حیات کا اثر ہے کہ اُن کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اور اسی حیات کی تاثیر ہے کہ اُن کے اجسام مبارک گلے سر کرنے سے محفوظ رکھے گئے اور ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اخروی چونکہ سب سے زیادہ قوی اور روشن تھی اسلئے اُس پر اسکے علاوہ اور بھی بعض ثمرات مرتب ہوئے مثلاً یہ کہ آپ کی وصا کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کے بعد نکاح ثانی کرنا اسی طرح حرام رہا جیسا آپ کی حیات میں حرام تھا اور ازواج مطہرات کا نان نفقہ بھی گویا آپ کے ذمہ واجب رہا اسلئے آپ نے ازواج سے فرما دیا تھا کہ مجھے

اعتراف حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی لونڈی اُم ایمن آپکو میراث میں حاصل ہوئی تھیں جنہوں نے والدہ ماجدہ کی وفات کے آپکو پرورش کیا ہے اور حکما نکل جانے اپنے متبنی زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔ نیز آپکو اپنی سب سے پہلے زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ کا مال کثیر میراث میں پہونچا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دوسروں کے مال سے میراث اور حصہ مل سکتا ہے۔

جواب۔ ام ایمن چونکہ آپ کی والدہ ماجد کی لونڈی تھیں اور ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہیں۔ سمجھا گیا کہ آپکو میراث میں پہونچی تھیں ورنہ فی الحقیقت وہ والدہ ماجد کے انتقال کے بعد حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا صاحب اور والدہ صاحبہ کا حق اور حصہ ہو گئی تھیں ان دونوں صاحبوں نے بوجہ شفقت آپ کی خدمت میں رکھا اور گویا آپکو دیدیا اور پھر آپ نے انکو آزاد فرما دیا علاوہ ازیں یہ قصہ اُس زمانہ کا ہے جب آپکو ظاہری اعتبار سے باضابطہ نبوت رسالت عطا نہیں ہوئی تھی اُس زمانہ میں اگر آپکو میراث مل بھی جاتی تو کچھ تعجب تھا کیونکہ بہت سے احکام اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۔ اپنی وفات کے بعد سب سے زیادہ تمہاری فکر ہے اور تمہارے ساتھ احسان سلوک ہی کرے گا جنہا میں کامل ہو گا۔ ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیاء کے وارثوں کو کبھی ان کی موت کی آرزو کا خیال دروسو نہ بھی نہ آئے کیونکہ کبھی دلیں یہ خیال جاتا ہے کہ اگر میراث میں حورث مر جائے تو اسکا ترکہ اور مال لمجائے گو وہ اس خیال کو بہت جلد اپنے سینے سے نکال دے یعنی بمقتضائے بشریت ممکن تھا کہ کبھی انبیاء کے وارثوں کے دلیں بھی اس قسم کا خیال کر اُنکے لئے مضر اور باعث ہلاکت ہو پس اللہ تعالیٰ نے میراث میں ان کا کچھ حق ہی نہ رکھا اور اس خفیف نقصان کو برداشت کر اگر ایک بہت بڑا وبال یہ فضل خاص محفوظ کر دیا فائدہ لطیفہ اپنے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاَنَا لَا أَكُلُ الصَّدَقَةَ یعنی مجھ پر دیگر اقربا پر صدقہ حرام ہے اور دوسرے موقعوں پر فرمادیا کہ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةً یعنی انبیاء جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے ان دونوں باتوں کے ملانے سے معلوم ہو گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کو آپ کی میراث لینا حرام ہی کیونکہ صدقہ ان لوگوں پر حرام کر دیا گیا اور نبی کی چھوٹی ہوئی میراث صدقہ ہے ۱۲ من کتب المحققین ۷ سو گھون پارہ شروع سہم ۱۲ سورہ نمل رکوع دوم ۱۲ جو ملازماتے ہیں کہ وارث ہونا صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے دیگر انبیاء کا یہ حکم نہیں نہ ان پر اعراض پڑتا ہے نہ انکو جواب کی ضرورت ہے ۱۲ واور شہناہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قوم کا جانشین بنادیا۔ نو دھما من عبادنا من کان تقیاً ہم جنت اپنی بر میر گار بندہ کو دیکھیں کنا خنی الوارثین۔ آخر ہم ہی لینے والے ہیں ۷ الفصل الحات میں اسی اعتبار سے لکھ دیا گیا ہے کہ اُم ایمن آپکو میراث میں ملتی تھیں ۷ منہ

خصوصیات جو نبی ہونے کے بعد لگ جاتے ہیں نبوت سے پہلے موجود نہیں ہوتے۔  
اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا تمام مال و اسباب زندگی ہی میں آپ کی نذر کر دیا تھا تاکہ لوگ  
فقری اور مفلسی کا طعنہ نہ دیں (سورہ البقرہ ص ۱۸۱) اسی کی طرف اشارہ ہے (خدیجہ رضی اللہ عنہا  
کے بعد نہ کچھ ان کا ترکہ رہا نہ آپ کو میراث میں بھونچا جو کچھ تھا وہ ہمیشہ ہی آپ ہی کا تھا

## فصل سوم میراث کے اسلامی احکام نازل ہونے کا بیان زمانہ جاہلیت کا ذکر

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جو غایت درجہ کے شرک و کفر  
اور ناشائستگی کا زمانہ لوگوں پر گزرا ہے اسکو جاہلیت کہتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں جہان اور  
طرح طرح کی ظالمانہ رسمیں اور جاہلانہ خیالات (مثلاً لڑکیوں کا زندہ درگور کر دینا۔ غلاموں کے  
ساتھ سختی اور تشدد کرنا انکو چوپایوں کے مانند ذلیل اور گویا غیر ذی روح جنس سمجھنا یتیموں کا  
مال کھانا طرح طرح کے باطل معبودوں کی پرستش کرنا) شائع اور رائج تھی وہاں ایک پرستم طریقہ  
یہ بھی رائج تھا کہ مرنے والے کا مال صرف وہی مرد لیتے تھے جو پورے مرد۔ جوان۔ میدان جنگ  
میں جانیے قابل ہوں۔ عورتوں اور بچوں اور ضعیفوں کو میراث نہیں ملتی تھی۔ مفلس و سیکس بیوہ  
اور معصوم یتیم واجب لرحم لڑکے اور لڑکیاں روتے چلاتے رہ جاتے اور جوان قوی مالدار چچا  
اور بھائی اگر آنکھوں کے سامنے سب مال پر قبضہ کر لیتے تھے۔ انکی آہ کا سننے والا اور ظالموں کے  
پنچے سے مال کو نکالنے والا کوئی نہ تھا آخر ان ضعیف مظلوموں کی آہ کا دیوان سمان کو جبر کر عرش  
پر بھونچا اور اہل عالم کی حرکات دیکھ کر غیرت خداوندی کو جو ش آ یا۔ رحمۃ اللعالمین مبعوث ہوئے  
اسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا۔ یتیموں کے مال عورتوں کے دیگر حقوق۔ داد و ستد کے  
معاملات کی بتدریج اصلاح ہو رہی تھی کہ میراث کا نمبر بھونچا۔

سَلَّ وَجَدًا لَّكَ عَائِلًا فَأَغْنَى - اور آپ کو تنگ دست پایا پس غنی کر دیا۔ اس کا مفصل بیان  
الصالحات میں احقر نے لکھ دیا ہے ۱۲ مسہ



جاہلیت میں مردوں کو دو تین علاقوں کی وجہ سے میراث پہنچتی تھی علاقہ نسب یعنی میت کی اولاد میں یا آبا و اجداد میں داخل ہونا عہد معاہدہ یعنی دو شخصوں کا باہمی اقرار کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بیچ و راحت موت و حیات میں شریک رہیں گے ایک پر کسی قسم کا تاوان لازم ہوگا تو دوسرا ادا کریگا جو زندہ رہے وہ مرینوالے کی میراث پائے گا

مثبتی کر لینا جو شخص کسی غیر کی اولاد کو بیٹا بنالیتا وہ دونوں ہم حقیقی باپ بیٹے کی مانند سمجھے جاتے اور ایک دوسرے کا وارث ہوتا۔ ابتدائے اسلام میں بھی انھیں علاقوں کی وجہ سے میراث ملتی رہی اور ایک علاقہ موآخات کو زیادہ کر دیا گیا یعنی جس مہاجر کی اور انصاری کو آپ باہم بھائی بنا دیتے ان میں ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا اگرچہ فی الحقیقت یہ بھی عہد معاہدہ ہی کی ایک قسم ہے۔ اور کچھ دنوں کے بعد یہ بھی لازم ہو گیا کہ ہر شخص بوقت وفات اپنے والدین اور اقربا کے لئے اپنی جائے سے مناسب سبھ کر وصیت کر جائے اور اپنی مال میں حصہ مقرر کر جائے چنانچہ قرآن میں بھی ہے

کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا لِّوَصِيَّتِهِ لِّلْوَالِدَيْنِ  
وَالْأَقْرَبِينَ بِأَلْمَعْرُوفِ

جب اس صیغے کی اصلاح منظور ہوئی تو حسب عادۃ خداوندی بتدريج عملدرآمد شروع ہوا کیونکہ دفعۃ سخت حکم پر عمل کرنا نہایت شاق اور گران ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ ضروری حکم سب سے پہلے نازل ہوا اور ارشاد فرمایا گیا کہ عزیز واقارب جو مال چھوڑ کر مر جاتے ہیں اس میں خیرے مردوں کا حق ہے اس طرح عورتوں کا بھی حق ہے

روایت۔ اسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ حضرت اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک زوجہ مسماۃ ام کھ چھوڑی اور تین بیٹیاں۔ حضرت اوس نے جن دو شخصوں کو

۱۔ چونکہ مثبتی کرنا بھی عہد معاہدہ کی ایک قسم ہے لہذا دو تین گنا ۱۲ منہ ۵۰ احقر نے شہادۃت کا قول لکھا ہے اور تفسیر کبیر میں ہے کہ دو علاقے بڑے ایک براخت دوسرا ہجرت یعنی دو مہاجر جو باہم میل ملاپ کھتے ہیں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا ۲۔ لازم کیا گیا ہے ہر بوقت کسی کو تم میں سے موت پیش آئے اگر مال چھوڑ جائے وصیت کرنا واسطے والدین اور اقربا کے بطور پسندیدہ ۳۔ بقدر کوع ۱۲ ۵۰۔ بعض روایات میں دو بیٹیاں اور ایک صغیر لڑکا ہے ۱۲

اپنے مال کا کارپرداز اور وصی بنادیا تھا انھوں نے حسب حاج جاہلیت کل مال دس کے چاراً بھائیوں خالہ اور عرفطہ کو دیدیا اور زوجہ اور بیٹیاں روتی رہ گئیں۔ ایسے بیس اور غریب مسلمانوں کا چارہ گر اور مددگار ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی ہو سکتا تھا ورنہ گھبرائی ہوئی خدمت شریف میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ شوہر کے کارپردازوں نے نہ مجھ کو کچھ دیا نہ میری بیٹیوں کو۔ آپ کو یہ حال زار سنکر نہایت افسوس ہوا لیکن (جیسا آجکل بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے) آپ خود مختار حاکم اور خدا کی خدائی میں شریک تھے اور اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ فرما سکتے تھے ایسے احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرمایا آپ نے اوس کی زوجہ کو تسلی دیکر فرمایا کہ اپنے مکان کو لوٹ جاؤ اور جب تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ ہو صبر کرو۔ اور (جیسا کہ آپ ہمیشہ واقعات اور معاملات کے حکم کیلئے منتظر رہا کرتے تھے) اور اس طرح حسب حق و ضرورت تمیزیں برس میں رفتہ رفتہ قرآن مجید نازل ہوا ہے جناب احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرما رہے تھے کہ یہ ارشاد نازل ہوا

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (آخر آیت تک)

اس حکم سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ترکہ اور میراث صرف مردوں ہی کا حصہ نہیں بلکہ مردوں کی طرح عورتوں کا بھی اس میں کوئی حق مقرر ہے اگرچہ اس زمانہ کے لئے یہ حکم نہایت عجیب و چونکادینے والا تھا لیکن اس خوبی سے بیان فرمایا گیا کہ شاق اور ناگوار نہیں گذرا اس محل حکم سے ایک قسم کا شوق پیدا ہو گیا کہ دیکھئے عورتوں کے لئے کیا حصہ مقرر ہوتا ہے اور چونکہ ظاہر الفاظ سے یہ شبہ بلکہ گمان غالب ہوتا تھا کہ عورتوں کو برابر کی شریک اور باکل مردوں کے مانند حصہ دار بنادیا جائیگا اسلئے پیچھے نازل ہوئے اگلے حکم سے عورتوں کا مردوں سے آدھا حصہ سنکر گرانی نہیں ہوئی بلکہ خاص تسلی یا خوشی حاصل ہو گئی فہمجان

اللہ العظیم الحکیم ۵

۵۔ مختلف روایات التفاسیر و عبارات ثنائی اسما و کونا اخویہ ادا بنے عمرہ  
اد صیین لہ فاخرت وجہ التوفیق ان کان حقاً من اللہ والافعی ۵ یعنی مردوں کے لئے بھی والدین اور عزیزوں کے ترکہ میں حق مقرر ہے اور عورتوں کے لئے بھی خواہ وہ ترکہ طیل ہو یا کثیر ۱۲

اس حکم کو سنکر آپ نے اوسٹ کے کار پر دازدن کے پاس کھلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حق بھی میراث میں مقرر فرمادیا ہے لیکن ابھی تک مقدار اور حصہ مقرر نہیں فرمایا لہذا تم اوسٹ کے مال کو بجنسہ حفاظت سے رکھنا ایک جتنہ خرچ نہ کرنا عنقریب کوئی حکم ہو جائیگا اس قفقہ کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا اور ہنوز کوئی حصہ خاص معین نہیں فرمایا گیا تھا کہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے جلیل القدر انصاری صحابی شہداء سلمہ ہجری میں احد کی مشہور لڑائی میں بڑا زخم لگ کر شہید ہو گئے ان کی شہادت کے بعد انکے بھائی نے حسب تور قدیم کل مال پر قبضہ کر لیا زوجہ اور دو بیٹیاں محروم رہ گئیں مسلمانوں کا ماوا ملجا اور بیکیوں کا فریاد رس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی تھا ہی نہیں ان کی زوجہ بھی لڑکیوں کو ہمراہ لیکر آپ ہی خدمت میں فریاد کرنے آئیں اور اس کی کیا محضت میرے شوہر سعد بن ربیع کی یہ دو لڑکیاں ہیں ان کے والد نے غزوہ احد میں حضور کے قدموں پر جان نثار کر دی جو کچھ ان کا ترکہ اور مال تھا وہ سب ان لڑکیوں کے چچانے لے لیا اور ان کے لئے کچھ نہ چھوڑا اب ان کے نکاح کی فکر ہے اور جب تک کس قدر مال نہ ہو عزت کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا کیا علاج کریں۔ آپ نے اسے تصفیہ کو بھی خدائے تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ملوئی رکھا اور سعد بن ربیع کی زوجہ کو یہ ارشاد فرما کر رخصت کر دیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اسکا فیصلہ فرمادین گے۔

یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ میراث متخورتوں کا حق ہے صرف حصہ اور مقدار معین ہونیکا انتظار تھا۔ انتظار اشد من الموت ہوتا ہے اور صاحب الغرض مجنون مشہور ہے سعد بن ربیع کی زوجہ کچھ عرصے تک صبر کرنے کے بعد پھر روتی ہوئی خدمت مبارک میں آئیں۔ ان کا رونا رحمت الہی کے لئے بھانہ بن گیا اور میراث کا سبب آخری اور قطعی صاف اور مشرح حکم

كما يحى دوثلث و ذكر الزيادة لفظه فوق وجو البعض افضل من بعض ولكن لم ار من تعرض لما ذكرته فليست الحمد ١٣

روح تازہ پھونک دی جیسے کہ دیگر احکام قرآنی نے اس مسکین اور قابل قدر جماعت کی خاص عزت و وقعت قرار دی ہے ورنہ اہل دنیا خصوصاً اہل عرب نے انکو صرف ذریعہ نسل اور سامان نشاط سمجھ رکھا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں اول تو کسی کو کبھی عورتوں کو میراث دینے کا خیال ہی نہ آیا اور اگر اتفاق سے عرب کے ایک عاقل در مصلح شخص عامر بن جشم کو خیال بھی آیا تو اُسے بالکل مردوں کی برابر کر کے پورا حصہ کر دیا جس پر چند روز اُس کے پیرو اور تابع لوگوں نے عمل کیا اور پھر یہ قاعدہ بالکل متروک و نسیاً غشیاً ہو گیا۔ ایسی ہی مثالوں سے معلوم ہو جاتا کہ عقول انسانی ہزار بند پروازی کریں لیکن اس احکم الحاکمین اور حکیم مطلق کی مصالح اور حکمتوں کی برابری نہیں کر سکتی۔

سوال یہ ظاہر ہے کہ عورت چونکہ خود مال حاصل کرنے سے عاجز ہے لہذا وہ زیادہ قابل رحم اور مستحق مال ہے۔ تجارت و ذراعت مثل مردوں کے نہیں کر سکتی نیز شوہر کی خدمت اور بچوں کی پرورش میں مصروف رہتی ہے علاوہ ازیں وہ خلقتاً ضعیف ہے اور پھر حمل گرائی پیدائش کی تکلیف و دودھ پلانے کی محنت اسکو بالکل ہی ناتوان بنا دیتی ہے۔ نیز بوجہ ناقص العقل ہونیکے وہ اکثر فریب کھاتی ہے اور مال ضائع ہو جاتا ہے ان امور کے لحاظ سے عورتوں کو مردوں سے زیادہ حصہ دیا جانا مناسب تھا ورنہ کم از کم برابر تو ضرور ہی دیا جاتا یہ کیسا انصاف ہے کہ نصف کر دیا گیا

جواب۔ عورتوں کو خرچ کی بہت ہی کم ضرورت ہوتی ہے عام حالت یہ ہے کہ نہ اپنا ضروری خرچ اُنکے ذمے پر ہوتا ہے نہ اولاد کا بلکہ شادی ہونے تک ماں باپ انکی پرورش کرتے ہیں اور نکاح کے بعد انکا تمام ضروری خرچ شوہر کے ذمے پر واجب ہو جاتا ہے۔ اور پھر شوہر سے علاوہ میراث کے مہر کی بھی مستحق ہیں اور ہر قسم کے زائد خرچوں سے آزاد ہیں اس حالت میں تو نصف حصہ بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے بخلاف مرد کے کہ خود اپنے اور اولاد و زوجہ کے تمام مصارف اُسکے متعلق ہوتے ہیں۔ اولاد کی پرورش کے مصارف انکی تعلیم کے اخراجات سب وہی دیتا ہے۔ شادی نکاح وغیرہ کے بڑے بڑے خرچوں کا بار وہی اُٹھاتا ہے۔ شادی غمی اور جملہ تقریبات کا وہی متکفل ہوتا ہے۔ مہانوں کی میزبانی نہ کرے تو بخیل کہلاتا ہے



عام صورتوں میں خیرات اور حبس بھی اسی سے طلب کیا جاتا ہے۔ جتنی بیبیوں سے نکاح کرے  
 اُن سب کا مہر سر پر سوار رہتا ہے۔ معاملات رکھنے اور ملنے ملائے کی وجہ سے کبھی کبھی تادان  
 و نقصان بھی اسی کے سر پڑتے ہیں۔ مکان و گان لباس و شان جقدر و نیلے کے خرچ ہیں  
 سب اسی کے اوپر ہیں۔ بخلاف عورت کے کہ کوئی بھی خرچ اُسکے ذمے نہیں چنانچہ یہ امر کسی  
 مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ خصوصاً اس زمانہ اور اس دلیس میں پوری طرح اسکا مشاہدہ  
 ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں عورتوں کو مردوں سے نصف حصہ ملنے کو اگر کوئی شخص زیادہ  
 سمجھ لے تو چند ان تعجب نہیں نصف حصہ کو خلاف انصاف سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے  
 جواب دوم عورت کم عقل ہے اگر زیادہ مال ہوگا تو زیادہ ضائع کرے گی اور کثرت مال  
 اسکے لئے باعث اوبال ہو جائیگا اور طرح طرح کے فساد برپا کرے گی۔ ایسے کم مال و لا کفیا  
 سے بچا لیا اور مستحق و حقدار قرار دیکر عرومی اور ناقدری سے نجات بخشی۔  
 غرض اس آخری حکم نے میراث کے اُن تمام احکام کی میعاد کو ختم کر دیا جو چند روز کیلئے  
 جاری کر دئے گئے تھے اور وہ سب اسکی وجہ سے منسوخ سمجھے گئے۔ مہاجرین و انصار کی  
 باہمی میراث کا قصہ ختم ہوا متبنی کو ترکہ ملنے کا طریقہ معدوم ہوا۔ وارثوں کے لئے وصیت ناجائز  
 قرار دی گئی۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمادیا  
 اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذٰی حَقٍّ حَقَّہٗ۔ فَلَا وَصِیَّةَ لِّلْاَکْثَرِیْنِ  
 اب اسباب و علاقہ میراث صرف تین رہ گئے۔ نسب۔ نکاح۔ ولاء۔ (یعنی باہمی)

۱۔ عورتوں کو مردوں سے آدھا حصہ ملنے کی ایک داغمانہ وجہ یہ ہے کہ حوا علیہ السلام نے گندم کے تین  
 حصے کر کے ایک کھا لیا اور ایک چھپا کر اپنے لئے رکھ دیا اور ایک آدم علیہ السلام کو کھانے کے لئے چھپا کر دیا اور چند حصہ  
 لیا۔ جناب اللہ اسکی یہ سزا دی گئی کہ ان کی تمام بیٹیوں کو حصہ نصف کر دیا گیا اور مردوں کا دو چند ۱۲ اکبر  
 ۲۔ یہ ارشاد اپنے حجہ الوداع کے خطبے میں فرمایا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مستحق کو اسکا پورا حق عطا فرمادیا ہے پس اب کسی  
 وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارقطنی نے روایت کیا ہے اور بخاری نے  
 بھی ایک باب کا اسکو عنوان بنایا ہے۔ امام شافعی صاحب نے اپنی کتابام میں اس حدیث کا متواتر ہونا ظاہر فرمایا ہے

عہد معاہدہ اور غلام آزاد کرنا الیکاحق اور تمام وارثوں کے وہ مختلف احکام اور حصے مقرر ہو گئے جو ہمیشہ کیلئے واجب العمل و قیامت تک نافذ و جاری رہنے والے ہیں۔

یہ احکام میراث جو قرآن مجید کے نصف صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں ایسی بلیغ و فصیح اور مفید و مختصر عبارت میں ادا کئے گئے ہیں اور فرائض و میراث کے مسائل و واقعات کے دفتر کے دفتر اس خوبی سے اس میں بھر دئے ہیں کہ سمجھنے والے عیش و عشرت کرتے ہیں کہ الفاظ کا یہ اختصار و وضاحت اور معانی و مطالب کی حکمت طاقت انسانی سے باہر ہے۔ وہی ذات احکم الحاکمین ہے جس نے اس حسن انتظام سے مختلف حالات کے مناسب وارثوں کے مختلف حصے تجویز فرمائے اور پھر انکو اس خوبی سے بیان فرمایا کہ احکام جو بڑی بڑی عبارتوں میں بیان نہوتے نہایت مختصر آیتوں

میں ادا ہو گئے بلکہ ایک ایک آیت اور ہر لفظ میں متعدد احکام باوجودیکہ ان احکام کی بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ظاہر ہیں اور کچھ نہ کچھ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن چونکہ عقل انسانی پوری مصلحت شناسی سے عاجز و قاصر ہوتی ہے بعض احکام کی حکمتیں بعض لوگوں کے ذہن و خیال میں نہیں آتیں کبھی عین منفعت کو مضرت سمجھنے لگتے ہیں اور کبھی سر اسر مضرت کو منفعت اسلئے انہیں احکام کے ذکر میں چند مرتبہ متنبہ کر دیا گیا کہ تم لوگ اپنے عزیز و اقربا میں سے نفع بخش

بہر حال چند نام فہم شد ذکر کئے جاتے ہیں اول نہایت شفقت سے یوسف علیہ السلام کہ احکام کو شروع فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ

نہایت خیر خواہی سے ٹکویہ حکم دیتے ہیں اور وارثوں میں سے پہلے اُس قسم کے وارثوں کو بیان کرنا شروع کیا جو بلا واسطہ غیر میت سے علاقہ رکھنے والے ہیں اور پھر ان میں سے پہلے اولاد کا ذکر فرمایا جس سے میت کو سب سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور اسکو نہایت عزیز رکھتا ہے اور لخت جگر سمجھتا ہے اُس کے بعد والدین کے حصے ذکر فرمائے جو بلا واسطہ میت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اولاد کی پشت پناہی سے محبت کم ہوتی ہے تیسرے نمبر پر شوہر اور ہر آدمی کا ذکر فرمایا کیونکہ ان سے اگرچہ میت بلا واسطہ غیر علاقہ رکھتا ہے لیکن باہم ایک دوسرے کا جز نہیں ہیں بخلاف اولاد والدین کے۔ جب رشتان بلا واسطہ ختم ہو گئے تو بھائی بہن کے حصوں کو ذکر جو میت سے بلا واسطہ علاقہ رکھتے ہیں اور خاص ایسے بھائی بہنوں کا ذکر فرمایا جو صرف میت کی امان میں شریک ہوں کیونکہ حضرت جابرؓ آپ کے مشہور بھائی ہیں اور اسی قسم کے بھائی بہنوں کا نسبت سوال کرتے تھے دورانِ کائنات جہاں یثرب سے آخر کو تک حضرت جابرؓ کے سوال کے جواب کا نزل ہوا اسی مناسبت سے بعض آیات میں کامل رکوع اور ابتدائے آیات کا شان نزول بھی فقہ جابرؓ کو بیان کیا گیا ہے جب بھائی بہنوں کا حال معلوم ہو گیا تو لوگوں نے ایسے بھائی بہنوں کا حال پوچھنا شروع کیا جو صرف باپ میں شریک ہوں یا ماں اور باپ دونوں

اور نقصان رساں کو نہیں جانتے (بظاہر قوی و جوان دیکھ کر میراث دیتے تھے معلوم نہیں یہ ضعیف کس درجہ پر پہنچ جائے اور اس قوی کا کیا حال ہو جائے۔ اور معلوم نہیں کون کس سے پہلے مر جائے) اور کم و بیش حصّوں کی حکمتیں اور مصلحتیں نہیں پہچانتے۔ خدائے تعالیٰ ان سب باتوں سے خوب واقف اور سب سے زیادہ عالم ہے اسی کے فرمانے پر اعتقاد رکھو اور سمجھ لو کہ دین و دنیا میں اس سے زیادہ نافع احکام اور مفید صورتیں تجویز نہیں ہو سکتی چنانچہ ایک موقع پر ان الفاظ سے تنبیہ و تسکین فرمائی ہے۔

اَبَاكُمْ كُفْرًا وَابْنَاءَكُمْ اِيْمَانًا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمَا اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔ قَرِيْبَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۶

## فصل چہارم ترکہ اور مال میراث کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان سے آپ کی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ فی الحقیقت انسان کسی چیز کا مالک نہیں۔ مالک متصرف رب العالمین ہے لیکن بندہ کی ضرورتوں پر لحاظ کر کے کام نکالنے کیلئے مختلف ذریعوں سے اسکو بہت کچھ سامان دیدیا ہے جسکو نہ یہ ہمراہ لایا تھا نہ ساتھ لیجا ئیگا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵ میں شریک ہون یعنی حقیقی ہون اسکے جواب میں سوہ نساء کا آخری حکم ایسے بہائی بہنوں کی نسبت بھی نازل ہوا چونکہ جابر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب کو سنکر لوگوں نے اس قسم کے بہائی بہنوں کا سوال کیا تھا اسی تعلق سے بعض روایات میں خاتمہ سوہ نساء کا شان نزول تصعب جابر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا گیا و ہذا تطبیق میں لڑو یا لا نفعمہ الامن ادنی علما نافعا فائدہ لطیفہ اولاد کے حصّوں میں اول بیٹوں کا حصّہ بیان فرمایا کیونکہ مرد کو ایک فضیلت شرافت عورتوں پر حاصل ہے۔ لطافت اس میں یہ ہے کہ جن لوگوں کے دل پر عورتوں کو میراث ملنے کا حکم یا نقصان طبعیت شاق گذرنا ہوا انکو ایک قسم کا جواب مل جائے اور تسلی ہو جائے کہ پسند کیا جاتے ہو مرد کو عورت کے دو چند دلوادیا گیا مگر اس طرح ابتلا فرماتے کہ عورت کو مرد سے نصف ملیگا تو یہ خوبی باقی نہ رہتی اس طرز میں ایک دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ جب صرف بیٹا ہو اسکا حال بھی معلوم ہو گیا کیونکہ اول یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ مرد کو عورت کے دو چند ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بیٹی جب تنہا ہو تو اسکو نصف ملتا ہے پس بیٹا اگر تنہا ہو تو اسکو نصف کا دو چند یعنی کل مل جائیگا جو زوجی الفردض کے بعد باقی رہے۔ اگرچہ یہ حکم احادیث صحیحہ سے بھی معلوم ہو گیا ہے لیکن نص قرآنی اور آیات فرقانی بھی اس سے خالی نہیں ۱۲ من اسفار المحققین ۱۵ یعنی تم یہ نہیں جانتے کہ تمہارے والدین اور اولاد میں سے تمہارے زیادہ نافع کون ہے

البتہ بعض ذریعہ اور اسباب ایسے ہیں کہ اُن سے جو سامان اسکو حاصل ہوا ہے اسکو شریعت نے  
 اسکا مملوک اور اس شخص کو مالک قرار دیدیا ہے۔ مثلاً خرید۔ فروخت میراث ہبہ وغیرہ سے  
 جو چیزیں اسکے تحت و تصرف میں آتی ہیں وہ اسکی مملوک و یہ اُن کا مالک کہلاتا ہے اور اگر  
 کسی سے مستعار لیکر یا چوری اور غصب وغیرہ کر کے کوئی چیز حاصل کرے شریعتاً مالک نہیں اور  
 یہاں تک کہ مالک نہیں گو اُس سے بلا تکلف اسطرح آرام و نفع اُٹھاتا ہے جیسے اپنی مملوک چیزوں سے  
 پس وہ تمام مال جسپر شریعت نے اسکے ملک اور مملوک ہونیکا حکم لگادیا ہے اور غیر کا حق اُسکے  
 ساتھ متعلق نہیں اور میت اسکو چھوڑ کر رخصت ہو گیا ہے وہ سب ترکہ اور مال میراث کہلائیگا  
 خواہ اسکو مان باپ دادا و غیرہ کسی رشتہ دار کی طرف سے میراث میں پہونچا ہو یا زوجہ یا  
 شوہر کی جانب سے ملا ہو یا اُس نے اپنا روپیہ اور محنت لگا کر خریدا اور حاصل کیا ہو۔ غرض جو چیزیں  
 بوقت مرگ آخری دم میں اسکی خالص مملوک تھیں خواہ کسی ذریعہ سے مالک بنا ہو اور خواہ وہ چیزیں  
 زمین۔ باغ۔ مکان۔ نقد۔ زیور۔ کپڑا۔ جانور ہوں یا گھر کا اسباب آرائش کا سامان  
 ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ترکہ میں داخل ہے اور سب چیزوں سے وارثوں کا حق متعلق  
 ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میت کے بدن پر جو کپڑے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں اور اگر میت  
 کی جیب میں ایک لالچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ بلا اجازت وارثوں کے اسکو  
 منہ میں ڈال لے کیونکہ وہ وارثوں کا حق ہے کسی ایک آدمی کا حصہ نہیں  
 بعض لوگ دریافت کیا کرتے ہیں کہ صاحب وہ مال تو اسکے باپ کی طرف سے نہیں پہونچا تھا  
 بلکہ خود اُس نے اپنی کمائی سے خریدا تھا اسکی بھائی کو حصہ کیون دیا گیا لہذا مطلع ہونا چاہئے  
 کہ بوقت وفات جب قدر مال میت کے پاس ہوتا ہے سب میں میراث جاری ہوتی ہے۔ بھائی  
 کے مال و ترکہ میں سے اگر بھائی اور بہنوں کو کچھ دیا جاتا ہے تو وہ اسوجہ سے نہیں دیا جاتا کہ اُنکے  
 باپ کا مال ہے بلکہ اسلئے دیا جاتا ہے کہ اُنکے بھائی نے چھوڑا ہے  
 جو مال میت کو ایسے ذریعہ سے ملا ہو کہ شریعت نے اُسپر ملک ہونیکا حکم نہیں لگایا۔ یا غیر کا حق  
 اسکے ساتھ متعلق ہے وہ ترکہ میں داخل نہ ہو گا پس  
 (۱) جو چیزیں میت نے کسی سے عاریت (مانگی ہوئی) لی تھیں یا کسی نے اُسکے پاس مانگ کر لی

تھی اُن میں میراث جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ میت کی ملک نہیں۔  
 (۲) اگر میت نے کسی کا مال غصب یا چوری یا خیانت کر کے رکھ لیا تو اُس میں میراث جاری نہ ہوگی  
 کیونکہ شریعت نے اپنی مالک کو نیک حکم نہیں لگایا بلکہ دوسرے لوگ ان چیزوں کے مالک ہیں  
 (۳) علیٰ ہذا القیاس جو چیز میت نے خریدی تھی لیکن قیمت ادا نہیں کر سکا اور منور اس شے پر قبضہ  
 بھی نہیں کیا تھا بلکہ بائع ہی کے پاس موجود تھی اور میت نے اس کے سوا کوئی مال بھی نہیں  
 چھوڑا وہ ترکہ میں داخل نہ ہوگی ایسے ہی وہ چیز جسکو میت نے بعوض دین کے رہن کر دیا تھا  
 اور اس دین کے ادا کرنے کیلئے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا میت کے ترکہ میں داخل نہیں اور میراث  
 ان میں جاری نہ ہوگی یعنی جب میت کے پاس اور کچھ مال ہی نہیں ہے تو وہ بائع جس نے اپنی چیز  
 کی قیمت نہیں پائی اور وہ قرض خواہ اور مرخص جس کا قرض بھی وصول نہیں ہوا ان چیزوں کو  
 جو اُنکے قبضہ میں موجود ہیں فروخت کر اگر سب سے پہلے اپنا حق لے سکتے ہیں ان کا حق ادا ہو جائے  
 کے بعد فروخت شدہ کی قیمت میں سے کچھ باقی رہے تو وہ ترکہ سمجھا جائیگا اور اس میں تجہیز و  
 تکفین قرض وصیت حسب قاعدہ جاری ہوں گے اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو عزیز و اقرباء  
 اپنے پاس سے تجہیز و تکفین کریں۔

(۴) بیت المال سے (یا فی زمانہ سہرا کارانگریزی سے) جو وظیفہ اور پنشن ملتی ہے وہ جب تک  
 وصول نہ ہو جائے اس وقت تک ملک میں داخل نہیں ہوتی لہذا میت کا جو وظیفہ اور پنشن فوت  
 وفات تک واجب شدہ ہے اور منور وصول نہیں ہوا وہ ترکہ اور میراث میں داخل نہ ہوگا۔  
 اور بطور میراث کے اس میں وارثوں کے حصے اور حقوق جاری نہ ہوں گے  
 سوال۔ آجکل جو چند ماہ کی واجب شدہ پنشن بعد وفات پنشن یا بمرکار سے وصول ہوتی ہے  
 وہ اگر وارثوں کا حق نہیں تو پھر کسکو دیجائے اور اگر وارثوں کا حق نہیں تو ان کو وصول کرنا  
 سرکار سے جائز نہیں

۱۵ اے قبل اداء الضمان ۱۲ ۱۵ اگر میت نے قبضہ کر لیا تھا اور قیمت ادا نہیں کی تھی تو اس شے کو بائع  
 واپس نہیں لے سکتا۔ یہ ترکہ میں داخل ہوگی اور اس کی قیمت بقاعدہ قرض ادا کی جائے جس کا حال ضل  
 قرض میں مذکور ہوگا (دیکھیں ص ۳۷ از ناشر)

جواب ہے وظیفہ اور پنشن جبکو سرکار سے عطا ہو جائے اسی کا ملک اور حق ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا انعام ہے اجرت نہیں۔ اب مستحق کی وفات کے بعد سرکار کو یہ تو یقین ہوتا ہے کہ میت اس مال کو نہیں لیگا اسی ارادے سے عطا ہوتا ہے کہ اُس مستحق میت کے وارث اسکو باہم تقسیم کر لیں لہذا از طرف سرکار بھی وارث اسکے مالک ہون گے اور باہم تقسیم کریں گے اور آئندہ کے لئے اگر یہ پنشن جاری رہے تو سرکار میں جسکا نام لکھ کر عطا کی جائے وہی مستحق ہوگا (جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا)

(۵) جس چیز کے ساتھ شرعاً کسی کا حق متعلق نہیں لیکن میت نے اپنی طرف سے اُس شئی کو کسی کے نامزد کر دیا ہے اور ابھی اپنی ملک سے نکال کر اُس شخص کی ملک اور قبضے میں نہیں دیا میت کے انتقال کے بعد اس شئی میں میراث جاری ہوگی اور سب وارثوں کا حق سمجھی جائیگی جسکے نامزد کی تھی۔ اُسکی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ مثلاً زید نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے نقد و جنسیت کچھ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اسکو خاص فلان بیٹے کی شادی میں صرف کر دے گا۔ یا بیٹی کے لئے زیور اور کپڑا تیار کیا تھا کہ جہیز میں دو دنگا اتفاق سے زید کا انتقال ہو گیا تو اس سب مال اسباب و زیور میں جملہ وارثوں کا حق ہوگا اُس بیٹے اور بیٹی کا کوئی خاص مستحق نہ ہوگا بلکہ بقاعدہ فرائض حسب قدر اُس کا حق ہے وہی ملیگا یا مثلاً مسجد تعمیر کرانے کے لئے یا کنواں بنانے کے واسطے یا فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے ارادے سے روپیہ رکھا تھا یا لینٹ پتھر وغیرہ خرید کر ڈالے تھے۔ یا حج کرنے کے واسطے اشرافیان خرید کر رکھی تھیں اور بھلائے الہی سفر آخرت پیش آ گیا تو یہ سب چیزیں داخل ترکہ ہو کر میراث میں تقسیم ہوں گی البتہ اگر ان چیزوں کے سرانجام کرنے کی وصیت کر گیا ہو تو بموجب قواعد وصیت اس پر عمل کیا جائے

۱۵۔ جواب از افادات حضرات علمائے محققین ہے غلط نہ خیال کرنا چاہئے۔ احقر اس پر یہ نتیجہ ظاہرہ متفرع کرتا ہے کہ اگر میت مقروض ہو تو اس روپیہ میں قرض خواہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور وصیت و فیہ کے نفاذ میں اس مال کا شمار باعتبار نہ ہوگا ۱۲۔ لیکن اگر وارثوں کو وصیت کر دی کہ جب میراث کے تقسیم ہو تو فلان شئی فلان وارث کے حصے میں لگا دینا تو اس وصیت کو پورا کر دینا بہتر ہے بشرطیکہ وہ اسکے حصے سے زیادہ نہ ہو اور وہ مستحق وارث اس پر راضی بھی ہو ۱۳

(۶) جو جاگیر میں مدارس، خانقاہ وغیرہ کو سلاطین گذشتہ واسطے اخراجات طلبہ و مساکین و فقرا دیکر کسی شخص خاص کے نامزد فرمادی یا بطور مدد معاش نسل بعد نسل عطا کر دی اُن میں میراث جاری ہوگی اور نامزد شدہ شخص کے وارثان شرعی میں تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر خاص وجوہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ شاہان سابق نے خاص اپنے مال سے وقف کر کے انکو صرف متولی مقرر کیا تھا تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی اور حق تولیت اُسی شخص کو پھونچے جو قابل لائق ہو جیسا کہ عنقریب آتا ہے

تنبیہ یہاں تک بیان ہوا کہ میت کی تمام مملوکہ چیزوں میں میراث جاری ہوتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ حقوق جو میت کو حاصل ہیں اور جنکا اسکو مالک کہہ سکتے ہیں اُن میں سے بعض میں میراث جاری ہوتی ہے مثلاً

(۱) میت نے ایک مشترکہ مکان میں حصہ لیا تھا جس میں حصہ دار ایک ہی راستے سے آتے جاتے تھے اس راستے میں آمد رفت کا حق جیسے میت کو حاصل تھا اُسکے وارثوں کو بھی حاصل رہیگا اور اس حق میں میراث جاری ہوگی۔ یا کوئی مزروعہ زمین خریدی تھی جس میں شریک کو ایک چشمے یا کنوئین سے زراعت کو پانی دینے کا حق تھا میت کا یہ حق اسکے وارثوں کو پھونچیکا اور میراث جاری ہوگی۔

(۲) میت کے پاس جو چیز رہن تھی اور جب تک قرض وصول نہ ہو جائے اُسکے روکنے کا حق حاصل تھا۔ اسکی وفات کے بعد وارثوں کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب تک قرض وصول نہ ہو اُس شے مرہونہ کو مالک کو واپس نہ دیں اور بعض حقوق ایسے ہیں جن میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ مثلاً۔

(۱) زید کے ہمسایہ کا مکان فروخت ہوا اور زید نے حق شفیعہ کا دعویٰ کر کے مکان لینا چاہا ابھی مکان اسکو نہیں دلا یا گیا تھا کہ قضا آگئی اور قبر میں جا کر حق ملک اور حق شفیعہ سب بھول گیا اب اسکے وارثوں کو یہ حق نہیں پھونچے گا کہ شفیعہ کا دعویٰ کر کے خریدار سے مکان لے لیں بلکہ وہ حق شفیعہ بھی میت کے ساتھ دفن ہو گیا اب وہ خریدار سے پاس رہ جائے گا۔

تحقیق: مسک شامی حاشیہ در مختار میں ہے اور تفصیل مولانا عبدالحی صاحب کے فتاویٰ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے ۱۲



البتہ اگر کبھی دوبارہ یہ مکان فروخت ہو تو اُس وقت دوبارہ از سر نو اس میت کے وارثوں کو حق شفعہ حاصل ہوگا

(۲) میت نے جو چیز کسی سے دو ماہ کے لئے مستعار لی تھی اور دو ماہ ختم ہونے سے پہلے مر گیا اب وارثوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ دو ماہ تک اُس چیز سے نفع اٹھا کر واپس دین بلکہ بوقت وفات میت فی الحال صل مالک اپنی چیز واپس لے سکتا ہے

(۳) میت نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی تھی کہ تین روز تک مجھ کو واپس کر دینے کا اختیار ہے بعد وفات میت کے وارثوں کو یہ حق نہیں حاصل ہوگا کہ شرط کی وجہ سے اُس شے کو واپس کر سکیں خواہ تین روز ختم ہو گئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔ البتہ اگر اُس شے میں کوئی عیب نکل آئے تو وارث اُس کو واپس کر سکتے ہیں۔

(۴) اگر میت مورث کسی قوم کا سردار یا شہر و محلہ کا امام یا خانقاہ کا سجادہ نشین تھا یا کسی وقف کا متولی تھا تو یہ حق اُس کے وارثوں کو نہ پھونچے گا نہ سب کو اور نہ کسی ایک کو بلکہ جو شخص اہلیت و لیاقت ان امور کی رکھتا ہو اور مسلمان اپنے اتفاق سے اُس کو مقرر کر دین یا حاکم وقت کی طرف سے معین کر دیا جائے وہی حقدار ہو جائیگا۔ میت کی طرف سے بطور وراثت کے کہیں۔ بلکہ عام مسلمین یا حاکم وقت کے مقرر کر دینے کی وجہ سے یہ نہ چاہئے کہ بلا لحاظ قابلیت خواہ مخواہ مورث کی جانشینی کو مایہ فخر سمجھ کر یا حصول زر کا ذریعہ خیال کر کے اُس کے عہدہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۵) منجانب سرکار و حاکم وقت میت کی جو پینشن اور وظیفہ مقرر تھا اب بعد وفات میت بطور میراث کے اُس کے وارث اُس کے مستحق نہوں گے۔ ہاں اگر حاکم وقت آئندہ اپنی خوشی سے جاری رکھے تو جس کو وہ عطا فرماوے اور مستحق سمجھے وہی شرعاً حقدار سمجھا جائے گا

الحاصل بعض حقوق اور وہ تمام مال جس پر کسی دوسرے کا حق ثابت نہ ہو اور شریعت نے میت کو زندگی میں اُس کا مالک بنا دیا ہو اور میت اُس کو چھوڑ کر مر جائے شرعاً ترکہ کہلاتے ہیں (یعنی میت نے انکو چھوڑ دیا) اسی ترکہ میں میراث جاری ہوتی ہے۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک وہ پوری نہ کر دی جائیں ترکہ میں میراث جاری نہ ہوتی۔

# دوسرا باب جو چیزیں میراث پر مقدم ہیں

تین چیزیں ایسی ہیں جنکا خرچ تقسیم ترکہ سے مقدم ہے ان پر مال صرف کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں میراث جاری ہوگی اور وارثوں کا حق ہوگا۔ اور اگر میت کا ترکہ انہیں چیزوں کے خرچ میں ختم ہو جائے تو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں تجہیز تکفین۔ دین یعنی قرض۔ وصیت۔ اب ان تینوں کو تین فصل میں بیان کیا جاتا ہے

## فصل اول تجہیز تکفین کا بیان

میت کے ترکہ میں سے سب سے پہلے اسکی تجہیز تکفین خرچ لیا جائے مگر یہ کام نہایت سیدھے سادے شرعی طریقے سے سنت کے مطابق اور میت کی حیثیت کے موافق کیا جائے یعنی کفن کے پارچوں کی تعداد و مقدار سنت کے موافق ہو اور کپڑا ایسی قیمت کا ہو جسکو وہ اکثر پہنکر گھر سے باہر نکلتا اور لوگوں کے سامنے آتا ہو اور بازار و مسجد وغیرہ میں پھنک جاتا ہو نہ اسقدر کم قیمت اور ردی کفن دیں جس سے اسکی تحقیر و تذلیل ہو نہ اتنا بیش قیمت دیں جس میں اسراف ہو اور وارثوں کے حق میں نقصان آوے۔ ایسے ہی معمولی خام قبر بنائی جائے خواہ میت مالدار ہو یا غریب۔ غشال کی اجرت اور گورکنی و سامان وغیرہ کا خرچ بھی اسی طرح حسب حیثیت متوسط درجہ کا کریں قبر کے لئے اگر عام مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ ملے یا کسی خاص وجہ سے اجازت نہ ہو تو قبر کے لئے زمین خرید لی جائے اسکی قیمت بھی دیگر سامان تجہیز و تکفین کے مانند ترکہ میں سے محسوب ہوگی۔

کفن و دفن کے سامان میں فضول خرچی کرنے سے یا تو وارثوں کے حصے میں کمی آتی ہے اور اگر میت کا مال صرف قرض ادا کرنے کی مقدار یا اس سے بھی کم ہے تو قرض خواہوں کا حق ہو جاتا ہے کیونکہ کفن و دفن کے سامان میں جسقدر زیادہ صرف ہوگا مال کم رہتا جائیگا پس معلوم ہوا کہ یہ طریقہ مالا بدمدہ۔ مفتاح الحجۃ۔ بہشتی زیور۔ مسافر آخرت میں ملاحظہ کرو۔

ہوا کہ (۱۱) اگر میت کا مال قرض سے کم یا بالکل قرض کے برابر ہو تو کفن و دفن کے سامان میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں۔

(۱۲) اگر کوئی وارث وغیرہ خود ایسا کرے گا تو جس قدر خرچ بلا ضرورت اور زائد ہوگا اسے اُسکو تاوان دینا پڑے گا۔

(۱۳) اگر میت کے ذمے قرض ہی نہیں یا مال قرض سے زیادہ ہے تو اگر سب وارث بالغ ہیں اور سب کی اجازت سے صرف کیا گیا ہے تو سب کے حصے میں محسوب ہوگا۔

(۱۴) اگر وارث نابالغ ہیں تو ان کی اجازت کا اعتبار نہیں اُنکے حصہ میں کمی نہ آوے گی بلکہ اجازت دینے والے بالغ لوگوں کے ذمہ پر اس فضول خرچی کا تاوان ہوگا۔

(۱۵) اگر سب نے اجازت نہیں دی تو جس جس نے اجازت دی ہے اُسکے ذمے اُس کا تاوان پڑے گا۔

(۱۶) یہ بڑا چادرہ جو جنازے کے اوپر ڈھانپ دیا جاتا ہے کفن میں داخل نہیں اور ایسے ہی وہ جانماز جو کفن کے کپڑے میں سے امام کے لئے بچالی جاتی ہے کفن سے بالکل علیحدہ اور فضول ہے۔ پس اگر میت کے پاس ادائے قرض سے زیادہ مال نہ ہو یا وارث نابالغ ہوں تو یہ جانماز اور چادر بنا کر قرض خواہوں اور یتیموں کا نقصان کرنا ہرگز جائز نہیں سخت ممنوع ہے بعض نادان واقف لوگ اس مسئلے کو سُکھہ نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ سُکھہ اُنکی آنکھیں کھل جائیگی کہ معتبر کتب شریعت میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر میت زیادہ مفروض ہو تو وارثوں پر قرض خواہ جبر کر سکتے ہیں کہ صرف دو ہی کپڑوں میں دفن کر دو یعنی کفن مسنون سے بھی ایک کپڑا (کفنی یا تہمت) کم کر سکتے ہیں۔ پھر ان زائد چادروں اور جانمازون کی کیا حقیقت ہے

تنبیہ۔ جیسے کفن و دفن میں فضول خرچی ناجائز ہے اور اجازت دینے والے بالغوں کے حصے پر اس کا تاوان پڑتا ہے اسی طرح دیگر صدقات و خیرات جو میت کے وفات کے بعد کئے جاتے ہیں غلہ۔ اور پیسے اور کپڑے تقسیم کئے جاتے ہیں یہ ہرگز مصارفِ تجہیز و تکفین میں محسوب ہونگے بلکہ کرموائے اور اجازت دینے والے بالغوں کے ذمے تاوان واجب ہوگا۔ اس معاملہ میں بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ میت کے وارثوں میں چھوٹے چھوٹے بچہ

قابل رحم یتیم بچے ہوتے ہیں اور دوسرے رشتہ دار رسوم کی پابندی و مال مفت دل کے رحم سمجھ کر خوب جاوید صرف کرتے ہیں اور آخرت کا عذاب اپنے سر دھرتے ہیں۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ سب سے ہوئے تیار شدہ تمام یا اکثر کپڑے میت کی طرف سے خدا واسطے دیدئے جاتے ہیں۔ حالانکہ خود وارث اُنکے محتاج اور مستحق ہوتے ہیں۔ شوہر مر جاتا ہے اور زوجہ اور بچے رہ جاتے ہیں تو زوجہ صاحبہ بے ڈھڑک اُسکے مال میں سے فاتحہ درود کرتی ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ یہ مال معصوم بچوں کا حق ہے اگرچہ وہ ان کی مان ہے لیکن اُنکے مال کو بلا ضرورت خرچ کر نیکی مختار نہیں۔

میت کی طرف سے صدقہ کرنا بیشک بہت پسندیدہ اور باعث ثواب ہے میت منتظر ہوتا ہے اور حقیقہ سے حقیقہ چیز بھی اُسکو ثواب پھونچانے کے لئے خالص نیت سے خدا واسطے دیا جائے تو اُسکو اُس عالم میں نہایت نفع پھونچاتی ہے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے یا درجات بلند ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ عرض کرتے تھے کہ ہمارے صدقہ و خیرات سے ہمارے والدین کو نفع ہو گا یا نہیں تو آپ ہمیشہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ ہاں نفع ہو گا انکی طرف سے صدقہ کرو لیکن یہ صدقات اُس وقت پسندیدہ و نافع ہو سکتے ہیں کہ شریعت کے موافق ہوں۔ شریعت حکم کرتی ہے کہ غریبوں یتیموں کے مال پر ہاتھ صاف مت کرو بلکہ جس کو توفیق ہو اپنے حلال مال سے صدقہ کرے اور دل سے یا زبان سے کہے کہ فلاں میت کو اسکا ثواب پھونچ جائے۔

(۷) یہ جو کئی جگہ وارثوں اور خرچ کرنے والوں پر تاوان لازم ہونے کا بیان ہوا یہ اس وقت ہے کہ میت نے ان امور کی وصیت نہ کی ہو۔ اگر اُس نے وصیت کی ہے تو اسکا حکم وہی ہے جو وصیت کے بیان میں آوے گا کہ ثلث مال سے اگر پورا ہو سکے تو کر دین ورنہ وارثوں کو اختیار ہے مثلاً اپنی حیثیت سے زیادہ بیش قیمت کفن کی وصیت کر گیا تو اُسکی حسب حیثیت معمولی درجے کے کفن کا خرچ اُسکے ترکہ میں سے لیکر ایک باقی مال کو دیکھیں کہ حیثیت سے بڑھ کر دینے میں حسب قدر مال زیادہ خرچ ہو گا وہ اس باقی ماندہ مال کے ثلث میں سے پورا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر پورا ہو سکتا ہے تو زیادہ خرچ کر کے اُسکی وصیت کے موافق کفن دیدیا جائے اور اگر وہ خرچ جو حیثیت سے زیادہ دینے میں بڑھے گا ثلث سے پورا نہیں ہو سکتا

تو وارثوں کو اختیار سے خواہ زیادہ خرچ برداشت کر کے اسکی وصیت کے موافق کفن دین یا حسب حیثیت متوسط درجے کا کفن دین۔ اور اگر خلاف سنت وصیت کی ہے مثلاً مرد نے کہا کہ مجھ کو پانچ کپڑے کفن میں دینا عورت نے کہا کہ مجھ کو سات آٹھ کپڑے دینا تو خلاف سنت اختیار کر کے اس قسم کی وصیت کو پورا کرنا ہرگز جائز نہیں (چنانچہ وصیت کے بیان میں اسکا ذکر آوے گا)

**مسئلہ۔** اگر کوئی شخص فی سبیل اللہ میت کے لئے اپنے پاس سے کفن دینا چاہتا ہے یا قبر کی اجرت دینا چاہتا ہے تو وارثوں پر اسکا قبول کرنا لازم نہیں خواہ میت مقروض ہو یا نہ ہو قرض خواہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم دوسرے شخص کے دئے ہوئے کو قبول کیوں نہیں کرتے اور میت کا مال کفن میں خرچ کر کے ہمارا کیون نقصان کرتے ہو۔ اسلئے کہ بقدر تجریم و تکفین شریعت میت کے لئے اُسکے مال میں بعد مرگ بھی حق مقرر فرما دیا ہے اس میں قرض خواہوں کو دست اندازی جائز نہیں۔ البتہ اگر وارث خدا واسطے کے کفن کو خوشی سے منظور کر لیں تو جائز ہے علی ہذا القیاس وارثوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ میت کو کسی عام قبرستان اور گور غریبان میں دفن کریں بلکہ اگر چاہیں تو بمقدار قبر زمین خرید کر اس میں دفن کریں کوئی وارث ہو یا قرض خواہ اس سے مانع نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے عام گورستان میں دفن کر دیں تو جائز ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص یا کوئی خاص وارث بہت عمدہ کفن اپنی طرف سے دیدے تو مضائقہ نہیں۔ یا یوں کہے کہ متوسط درجے کے کفن کا خرچ ترکہ میں نہ لے لو اور باقی زیادہ خرچ میں اپنی طرف سے دوں گاتب بھی جائز ہے۔

(۳) اگر اتفاق سے درندوں نے قبر اُکھڑ ڈالی اور کفن ضائع کر کے مردے کو نکال ڈالا یا کفن چور نے مردے کو نکال کر برہنہ ڈال دیا تو دوبارہ بھی کفن کا خرچ اصل ترکہ اور مال سے دلایا جائے۔ (ایسی صورت میں غسل و نماز دوبارہ نہیں کیا جاتا)

۱۵۔ البتہ اگر بعض وارث نابالغ ہوں قبول کرنا ضروری ہے لیکن اگر بالغ وارث کہیں کہ ہم اپنے مال سے تجریم تکفین کریں گے تو بھی دوسرے کو بھٹے کو قبول کرنا ضروری نہیں رہتا ۱۲

(۴) عورت کا اگر شوہر موجود ہے تو عورت کا کفن اُسکے ذمے پر واجب ہے عورت کے ترکہ میں سے اسکا خرچ نہ لیا جائے۔ اگر شوہر نہیں تو حسب معمول مرنے والی کے ترکہ اور مال سے خرچ کیا جائے۔

(۵) اگر میت نے بالکل کچھ بھی مال اور ترکہ نہیں چھوڑا جس سے اُسکی تجہیز و تکفین کی جائے تو اُسکے وارثوں سے بموجب حصہ میراث چندہ جمع کیا جائے یعنی اگر مال ہوتا تو جس شخص کو زیادہ میراث ملتی اُس سے اسی حساب کفن و دفن کا چندہ زیادہ لیا جائے اور جس شخص کو کم میراث ملتی اُس سے اب اُسی انداز سے کفن و دفن کا خرچ کم لیا جائے۔

(۶) اگر میت کے کوئی رشتہ دار ہی نہ ہو یا ہوں مگر مفلس محتاج ہوں یا اس جگہ موجود ہوں مسافت بعیدہ پر ہوں تو تمام خرچ بیت المال (یعنی اسلامی بادشاہ کے خزانے) سے دلایا جائے۔

(۷) اگر اسلامی حکومت ابدیت المال موجود نہ ہو تو اہل محلہ و اہل شہر میں ان لوگوں پر واجب ہوگا جنکو اس میت کے حال کی اطلاع ہوئی وہ سب چندہ کر کے اسکا سامان کریں۔ اگر خود ان سب سے بھی نہ ہو سکے تو اپنا واجب ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے چندہ مانگ کر اس مرد مسلمان کی تجہیز و تکفین کریں۔ لیکن چندہ اسقدر جمع کرنا چاہئے جو ضروری کفن و دفن کو کافی ہو جائے۔ سوال کے روپہ سے کفن کی چادر اور جانا زینا جائز نہیں بلکہ ضروری خرچ کے بعد جو کچھ باقی رہے شرعاً اُس چندہ کا لوٹانا اور واپس کرنا واجب ہے الغرض میراث پر جو چیزیں مقدم ہیں ان میں سے اول تجہیز و تکفین ہے جب تک اسکے خرچ سے کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ قرضخواہوں کو کچھ مل سکتا ہے نہ وصیت میں خرچ ہو سکتا ہے نہ وارثوں کو پھر بچ سکتا ہے

## فصل دوم ترض کا بیان

جب تجہیز و تکفین کے خرچ سے کچھ مال باقی رہے تو قرض ادا کیا جائے کیونکہ جیسے زندگی میں بدن کا لباس قرض سے مقدم ہے اور دائن اسکو نہیں لے سکتا اسی طرح

بقدر کفن و دفن حق میت ہے دائن کی رعایت سے وہ حق تلف نہ ہو گا۔  
 ف بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک قرض ایسا بھی ہے جو تجہیز و تکفین سے بھی  
 مقدم ہے مثلاً وہ شئی جو قرضخواہ کے پاس رہن ہے یا وہ چیز جسکو میت نے خرید لیا  
 تھا لیکن قیمت بھی ادا نہ کی تھی اور نہ اُس پر قبضہ کیا تھا بلکہ اصل مالک اور بائع کے قبضے میں  
 تھی۔ ان صورتوں میں قرض خواہ اپنا قرضہ اور بائع اپنی قیمت ان چیزوں سے وصول  
 کر سکتا ہے اور یہ تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہے۔ لیکن آپ گو ترکہ اور مال  
 میراث کی تعریف سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو چیزیں تجہیز و تکفین سے  
 مقدم ہیں اور جن پر غصب کا حق لگا ہوا ہے وہ حقیقت میں ترکہ ہی نہیں ترکہ ہی  
 ہے کہ میت اپنی وفات کے وقت خالی از حقوق غیر چھوڑے۔ پس ترکہ میں کوئی  
 ایسا حق نہ ہو جو تجہیز و تکفین سے مقدم ہو۔ اب قرض ادا کرنے کے قاعدے ملاحظہ  
 کرو۔ قرض کی چند قسمیں ہیں۔

- (۱) اوّل وہ جو صحت میں (یعنی مرض الموت سے پہلے) میت کے اقرار سے ثابت ہو یا  
 گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو یا عام طور سے لوگوں کے مشاہدے اور معائنہ سے  
 ثابت ہو (مثلاً سب کے سامنے زید نے ایک ہزار روپیہ ہر مقرر کر کے ہند سے نکاح  
 کیا ہے تو ہندہ کا ایک ہزار روپیہ زید کے ذمے پر بالمشاہدہ ثابت ہو گیا۔ یا سب  
 لوگوں کے سامنے زید نے کسی سے غلہ خریدا تھا یا کپڑا خریدا تھا یا سب لوگوں کو عام طور سے  
 معلوم ہے کہ زید کے مرض میں فلان عطار یا فلان ڈاکٹر سے دو قرض لیجاتی تھی
- (۲) دوم وہ جسکا مرض الموت میں میت نے اقرار کر لیا مثلاً کہا کہ فلان شخص کا اس قدر  
 روپیہ میرے ذمے واجب ہے یا میں نے اس کی فلان شے فنانع کر دی تھی اسکی  
 قیمت میرے ذمے واجب ہے اور صرف میت کا اقرار ہی اقرار ہے گواہوں سے یا  
 عام مشاہدے سے یہ بات ثابت نہیں۔ جب قرض کی دو قسمیں معلوم ہو گئیں تو اس کے

۱۵ چنانچہ باب اوّل کی فصل چہارم کے نمبر ۱۱ میں اس کا بیان گزر چکا ہے  
 ۱۶ زیادہ قسمیں بنانے میں حکم سمجھانا اور ادشوار ہوتا لہذا دو قسمیں بنادی گئیں ولا مضائقہ فیہ ۱۲



ادا کرنے کے قواعد سن لو۔

- (۱) اگر تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال دونوں قسم کے قرضوں کی ادائیگی کے لئے کافی ہے تو بلا تکلف دونوں قسم کے قرض ادا کر دئے جاویں
- (۲) اگر صرف ایک ہی قسم کا قرض ہے اور مال کافی ہے تو بھی بلا تکلف قرض ادا کر دیا جائے
- (۳) اگر مال ادا کے قرض کے لئے کافی نہیں اور قرض ایک ہی قسم کا اور ایک ہی شخص کا ہے تو جو کچھ مال تجہیز و تکفین کے بعد باقی رہے وہ اسکو دیدیا جائے باقی کو وہ نہیں اگر چاہے معاف کر دے یا آخرت پر موقوف رکھے وارثوں کے ذمے پر اسکا ادا کرنا لازم
- (۴) اگر ایک ہی قسم کا قرض ہے مگر کئی آدمیوں کا ہے تو سب کو وہ مال دیدیا جائے کہ حصہ بہ حصہ تقسیم کر لیں یعنی جسکا قرض زیادہ ہو وہ زیادہ لے اور جسکا قرض کم ہو وہ اسی حساب سے کم لے۔

مثال (۱) حصہ بہ تقسیم ہونیکی۔ زید کے ذمے پر تین سو روپیہ عمرو کا واجب ہے پیس بکر کا ڈیڑھ سو خالد کا۔ کل پانسو روپیہ قرض ہوا۔ اور زید کی تجہیز و تکفین کے بعد صرف اڑھائی سو روپیہ باقی رہا۔ تو ڈیڑھ سو روپیہ عمرو کو دئے جائیں (یعنی اُسکے قرض سے نصف) اور بچیس بکر کو (یعنی اُسکے قرض کا نصف) اور بچتر خالد کو (یعنی ڈیڑھ سو کا نصف) مثال (۲) زید کے ذمے پر پانچ روپیہ عبداللہ کے واجب ہیں دو روپیہ احمد حسن کے تین روپیہ سعید خان کے کل دس روپیہ قرض ہوا۔ اور زید کی تجہیز و تکفین کے بعد صرف چار باقی رہے (یعنی دس جونی اور دس پیسے) تو پانچ روپیہ والے کو چار دئے جائیں (یعنی پانچ جونی اور پانچ پیسے) اور دو روپیہ والے کو ۸ روپے دئے جائیں (یعنی دو جونی اور دو پیسے) اور تین روپیہ والے کو ۱۰ روپے دئے جائیں

قاعدہ ۵۔ اگر دونوں قسم کا قرضہ ذمہ پر واجب ہے اور مال دونوں کی ادائیگی کو کافی نہیں ہے تو پہلے اول قسم کے قرض ادا کئے جائیں۔ اُسے جو کچھ باقی رہے وہ دوسرے قسم کے قرض میں ادا کیا جائے۔ اگر دوسرے قسم کے قرض خواہ کئی آدمی ہوں تو اُس باقی ماندہ کو حصہ بہ تقسیم کر لیں

(۶) جب مال سقدر کم ہو کہ قسم اول کے قرضوں کے لئے بھی کافی نہیں تو بس قسم اول ہی کے قرضوں کو دیدین اگر ایک ہی شخص کا قرض ہے تو سب مال وہی لے لیا اور اگر چند آدمی قسم اول کے قرض خواہ ہوں تو جو کچھ مال ہے اُسکو حصہ تقسیم کر لیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے

(۷) جب مال قسم اول کے قرضوں کے لئے کافی نہ ہو یا انکو کافی ہو کر اور کچھ باقی نہ رہے تو ان دونوں صورتوں میں قسم دوم کے قرض خواہ محروم رہیں گے۔ اب انکو اختیار ہے کہ معاف کر کے ثواب و اجر حاصل کریں یا معاملہ آخرت پر موقوف رکھیں۔ میت کے وارثوں پر جبر نہیں کر سکتے کہ تم اپنے پاس سے ادا کرو۔ البتہ اگر انکو وسعت ہو تو مناسب بھی ہے کہ قرض ادا کر کے اپنے عزیز میت کو سبکدوش کرادیں

واضح ہو کہ زوجہ کا دین مہر بھی ایسا ہی قرض ہے جیسے دوسرے لوگوں کے قرض ادا اُسکا ادا کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے دوسرے لوگوں کا قرض ادا کرنا جب تک اُسکو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ وصیت جاری ہو سکتی ہے نہ کسی کو میراث ملتی ہے قرض کی ایک تیسری قسم بھی ہے یعنی خدائے تعالیٰ کا قرض جیسے زکوٰۃ و کفارہ واجب شدہ قضا نماز روزے کا فدیہ وغیرہ۔ جب پہلی دونوں قسموں کے قرض ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی رہے اور میت نے اس قسم کے قرضوں کے ادا کر نیکی وصیت کی ہو تو تجہیز و تکفین و ادائے قرض قسم اول و دوم کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اُسکے ایک ثلث (ایک تہائی) میں سے ان قرضوں کو ادا کیا جائے۔ اگر ایک ثلث میں ادا نہ ہو سکیں تو ثلث سے زیادہ مال خرچ کر کے انکو ادا کرنا دارفون کے ذمے پر لازم نہیں بلکہ انکو اختیار ہے خواہ ثلث مال سے زیادہ خرچ کر کے اُسکو پورا کر لیں یا نہ کریں۔

پہلی دو قسموں کے قرض ادا اس قسم سوم میں یہ فرق ہے کہ ان کا ادا کرنا میت کی وصیت پر

۱۵۔ اگر مقدار مقرر ہو تو ثابت ہے یا لوگوں کو مشاہدے سے معلوم ہے تو قرض کی قسم اول میں داخل ہے۔ اور اگر صرف اقرار ہے تو عورت کے خاندان کے رواج کی مقدار مہر قسم اول میں داخل ہے جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ قسم دوم میں داخل ہے واللہ اعلم بالصواب

موقوف نہیں تھا بلکہ وصیت کرے یا نہ کرے ہر حالت میں تجہیز و تکفین کے بعد اس قرض کا ادا کرنا ضروری تھا اور یہ قسم سوم یعنی حقوق اللہ زکوٰۃ و صلوٰۃ و حج وغیرہ میت کی وصیت پر موقوف ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اول و دوم قسم کے قرض کے ادا کرنے میں کوئی حد نہیں تھی اگر کل مال بھی خرچ ہو جائے تو خرچ کر کے ادا کرنا ضروری تھا اور اس قسم کو تجہیز و تکفین و اولیٰ قرض قسم اول و دوم کے بعد جو مال باقی ہے اس کے ایک تہائی میں سے ادا کرنا ضروری ہے ثلث سے زیادہ خرچ کرنا وارثوں کے ذمے پر لازم نہیں۔ تیسرا فرق ظاہر ہے کہ قسم دوم کا قرض جب ہی ادا کیا جاتا تھا کہ قسم اول کا قرض ادا ہو جائے یا ادا قسم کا ذمہ ہی پر نہ ہو۔ اور قسم سوم کا قرض جب ہی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے کہ قسم اول و دوم کے قرضہ اگر ہوں تو ادا ہو گئے ہوں (قرض کی یہ تیسری قسم چونکہ وصیت میں داخل ہے اور جب تک میت وصیت نہ کر جائے اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا اس لئے ہم اسکو وصیت کے بیان میں دوبارہ ذکر کریں گے۔

تنبیہ۔ قرض کی نسبت احادیث میں نہایت سخت تاکید تنبیہ وارد ہے۔ جو لوگ قرض چھوڑ جاتے اور اسکی ادائیگی کے لئے مال بھی نہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جنات کی خود نماز پڑھاتے بلکہ صحابہؓ سے فرماتے کہ تم لوگ نماز پڑھ دو اور اپنی دعا و نماز سے آپ انکو محروم رکھتے حالانکہ ان لوگوں کا قرض بھی کچھ حد سے زیادہ نہ ہوتا تھا اور وہ ضرورت ہی میں قرض لیتے تھے۔ تاہم آپ اس قدر تشدد فرماتے تھے۔ آج فضول رسوم اور بجا خرچوں کی واسطے لوگ بڑے بڑے قرض لینے ہیں اور مر جاتے ہیں تمام مکان اسباب کے فروخت و نیلام ہو نیکی کے بعد بھی قرض و انہیں ہوتا اور وارث کچھ فکر نہیں کرتے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ مومن کی روح دخول جنت یا حصول ثواب سے روکی جاتی ہے جب تک اسکا قرض واد نہ کیا جائے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے کیا میں ان پر مال خرچ کروں اور قرض ادا نہ کروں آپ نے فرمایا کہ تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے مقید ہے قرض ادا کر دو۔ اور اسی قسم کی بہت سی احادیث موجود ہیں۔ پس اقل تو حتی المقدور قرض نہ لو اور اگر بہ مجبوری تو بھی

تو اُسکی ادائیگی کی بہت جلد فکر کرو اور مرنے لگو تو وارثوں کو سخت تاکید کر جاؤ کہ ادا کرنا بعض دفعہ خاص میت کے مال سے خوب رسمی دعوتیں اور خوب صدقات و خیرات کئے جاتے ہیں لیکن قرض کا کوئی خیال نہیں کرتا۔ جب وارث نابالغ ہوں یا قرض کیلئے مال کافی نہ ہو تو ایسا تصرف کرنا بالکل جائز نہیں۔ اگر کسی وارث کو ایصالِ ثواب کا خیال ہو تو اپنے مال سے جس قدر ممکن ہو صدقات و خیرات کر کے ثواب پھونچا دے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر میت نے مال نہیں چھوڑا تو اُسکے قرض کا ادا کرنا وارثوں کے ذمہ پر واجب نہیں ہاں محبت کا مقتضا اور بہتر و پسندیدہ یہی ہے کہ حسبِ مقدور اُسکے ذمہ سے دین ادا کر کے اُسکو راحت پھونچائیں۔ اگر کوئی شخص ادا نہ کرے تو قرض خواہ دوسرے عالم میں انصاف خداوندی کے منتظر رہیں اور بہتر یہ ہے کہ معاف کر دیں۔ اس معافی کی وجہ سے انکو اتنا خود بڑا ثواب ملے گا کہ اگر روز جزا میں فیصلہ ہو کر مقرض کی حسنات و نیکیاں بھی انکو دلا دی جائیں تو بھی اتنا بڑا ثواب نہ ہوگا۔ قرض کو معاف کرنے اور مفلس مقرض کو مہلت دینے کی بہت بڑی فضیلت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ لہذا معافی سب سے بہتر ہے۔

روایت ایک بہت بڑا معاملہ دار آدمی تھا اُس نے اپنے ملازموں سے کھرا کھا تھا کہ جب کسی مقرض کے پاس تقاضا کرنے کے لئے جاؤ اور تنگدستی میں ہو تو اُسکو مہلت دیدیا کرو اور اگر ادا ہی نہ کر سکے تو معاف کر دیا کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم پر بھی رحم فرما دے جب اسکا انتقال ہوا تو اُسکے سوا اُسکا کوئی نیک عمل موجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسا تو لوگوں کو معاف کر دیا تھا ہنے بھی تیری خطا معاف کی داودِ جنت میں داخل کیا۔  
میراث پر جو تین چیزیں مقدم ہیں ان میں سے دو کا بیان ہو چکا یعنی تجہیز و تکفین اور قرض اب وصیت کا بیان باقی ہے۔ لیکن چونکہ قرض کی قسم دوم میں مریض کے اقرار کا ذکر آیا ہے اور مرض الموت میں جن غیر واجب شدہ امور کو میت لازم کر لیتا ہے وہ وصیت میں داخل ہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ قرض اور وصیت کے ذکر کے درمیان میں مرض الموت اور مریض کے اقرار کو بیان کر دیا جائے تاکہ قرض و وصیت کے احکام سمجھنے میں آسانی ہو

# فصل ۳ مرض الموت اور مریض کے اقرار کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو سامان و اسباب بندگان کو مستعار عطا کئے ہیں بظاہر اُسکو ان چیزوں کا پورا مالک و متصرف قرار دیدیا ہے لہذا حالت صحت و حیات میں ہر شخص کو پورا اختیار ہے کہ اپنا بقدر مال اسباب و جائیداد جس کیسکو دینا چاہے دے جائے خواہ وہ لینے والا اسکا وارث ہو یا کوئی رشتہ دار ہو یا بالکل اجنبی کوئی دوست وغیرہ ہو (البتہ اسکے لئے شرط یہ ہے کہ جس چیز کو دینا چاہتا اُسکو تقسیم کر کے علیحدہ کرے اور جسکو دینا چاہتا ہے اسکو دیکر قبضہ کر دے ورنہ اگر مشترک مال کو دیگا یا قبضہ نہیں دلا دیگا تو یہ دینا معتبر نہیں ہوگا اور اصل مالک کی موت کے بعد اُسکے وارث اس مال کے مستحق ہو جائیں گے اسکا مفصل بیان میراث المسلمین میں ملاحظہ فرمائیں لیکن جب اس مسافر بیکس کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے موجود وارثوں کو اسکے مال کا حقدار بنا دیتا ہے اور جس دن سے مرض الموت یعنی وہ مرض شروع ہوتا ہے جس میں یہ مسافر دنیا سے رخصت ہو جائیگا اُسی دن سے وارثوں کا حق اُسکے مال میں کیس قدر لگ جاتا ہے اور مریض کو شرعاً پورا اختیار نہیں رہتا بعض معاملات تصرفاً اُسکے پوری طرح نافذ اور جاری ہوتے ہیں اصل مستحقین کی حق رسی ملحوظ ہو اور بعض تصرفات بالکل بے سود اور بیکار جاتے ہیں جن میں دوسروں کی کچھ حق تلفی ہوتی ہو اور بعض تصرفات ثلث یعنی تہائی مال میں جتنے پورے ہو سکیں نافذ اور جاری کراتے ہیں۔ اگر ثلث میں نہ ہو سکیں تو زیادہ مال خرچ کر کے اُنکا پورا کرنا ضروری نہیں (اسکی تفصیل آپ کو اقرار مریض اور وصیت کا بیان پڑھ کر معلوم ہوگی)

زندگی میں ہرگز یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ بیماری کونسی ہے جس میں مریض دنیا سے رخصت ہو اور وہ مرض مرض الموت کہلائیگا۔ کیونکہ جب تک بدن میں سانس ہر صحت کی امید ہے خواہ کتنا ہی شدید مرض ہو۔ اسکا یقین جب ہی ہوتا ہے کہ آدمی مر جائے اور مرض الموت اسی کو کہتے ہیں جس میں بندگان دنیا سے رخصت ہو جائے۔ جن مرضوں میں مبتلا ہو کر مریض صحت یاب ہو گیا

وہ بالکل مثل صحت کے شمار ہوں گے اور ان مرضوں میں حقد تصرفات کئے تھے وہ سب نافذ و جاری ہوں گے یعنی جو کچھ کسی کے لئے اقرار کیا تھا یا کسی کو کچھ دیدیا تھا یا قرض دیا کر دیا تھا (دیگر وغیرہ) وہ سب صحیح اور درست ہوگا۔ خواہ وہ امراض شدید اور مُہلک ہوں یا خفیف اور معمولی۔

جب کوئی شخص کسی مرض میں مبتلا ہو کر مر جائے تو جس روز سے مبتلا ہوا تھا اُسی دن سے مرض الموت کی حالت شمار ہوگی اور اُس مدت کے تصرفات پورے جاری نہوئے۔ لیکن جو مرض سال بھر تک یا کچھ زیادہ رہا ہو اُسکو ابتداء سے مرض الموت شمار نہ کریں گے اور ابتداء سے اُس کے تصرفات میں خلل نہیں دینگا بلکہ جس روز سے مرض شدید ہو کر ہلاکت کی نوبت پہنچی ہے اُس روز سے مرض الموت شمار ہوگا اور اُسی روز سے اُس کے معاملات کو پوری طرح جاری نہ سمجھیں گے۔ پس اگر کوئی شخص سال دو سال سے تپ و سہل وغیرہ میں مبتلا تھا اُس کے بعد ایک ہفتہ کے لئے مرض شدید ہو کر اُسی میں انتقال ہو گیا تو مرض الموت صرف ایک ہفتہ شمار ہوگا اس سے پہلے معاملات بالکل جائز اور صحیح مثل حالت صحت کے سمجھے جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو عرصہ سے بواسیر کا عارضہ تھا یا صرع (دھڑکی) کے دورے ہو جاتے تھے اور اخیر میں ایک دفعہ مرض پڑ کر انتقال ہو گیا تو جتنے دنوں آخر کے دورہ میں مریض ہو کر گھر میں پڑا رہا ہے بس وہی مرض الموت کے ایام ہیں۔ ابتداء سے مرض بواسیر یا صرع سے مرض الموت نہیں سمجھیں گے علیٰ ہذا القیاس جس مرض میں مریض (بلا تکلف) نماز وغیرہ کے لئے مسجد میں جاتا تھا بازار سے اپنی ضروریات خرید لاتا تھا یا گھر میں کچھ کام کرتا رہتا تھا صاحب فراش نہیں ہوا تھا یعنی بستر سے نہیں لگ گیا تھا وہ بھی ابتداء سے مرض الموت شمار نہ ہوگا۔ ایسے ہی عورت جس مرض میں اپنے گھر کے کار بار کرتی تھی وہ مرض الموت شمار نہ ہوگا۔ مثلاً بہت دنوں سے تیسرے یا چوتھے روز بخار آتا تھا کوئی زیادہ مرض نہ تھا۔ تقدیر سے ایک مہینے کے بعد ایسا شدید بخار پڑا کہ دس روز تک نہ اترتا تو بس یہ دس روز مرض الموت کے سمجھے جائیں گے۔ انھیں دنوں کے تصرفات پورے جاری نہوں گے ایک ماہ سے جو بخار آتا تھا وہ دن مثل صحت کے شمار ہونگے اور ان کے تصرفات جائز و صحیح ہونگے

غرض جس مرض میں مریض مر جائے اور وہ مرض سال بہر سے کم ہو اور اُس میں اپنے معمولی و ضروری کار بار نہ کر سکے اسکو مرض الموت کہتے ہیں۔

اگر جہاز یا کشتی پر سوار تھے اور اسقدر طوفان آگیا کہ حیات کی امید نہ رہی اور موت کا گمان غالب ہو گیا اور پھر جہاز و کشتی غرق ہو کر لوگ ہلاک ہو گئے تو جتنی دیر زندگی سے مایوسی رہی تھی وہ وقت ان لوگوں کے حق میں مثل مرض الموت کے شمار ہو گا اور ایسی حالت میں جو کچھ معاملات کئے تھے انکا وہی حال ہو گا جو مرض الموت کے تصرفات کا عنقریب بیان ہوتا ہے۔ لیکن اگر جہاز سلامت نکل آیا تو اُس حالت مایوسی کے سب معاملات بالکل صحیح اور درست پوری طرح نافذ ہو گئے یہ ایسی ہی صورت ہو گئی جیسے کوئی حالت مرض میں تصرفات کرے اور پھر شفا پا جائے تو اُس کے سب معاملات مثل صحت کے شمار ہوتے ہیں۔

جس شخص کے قتل کا حکم ہو چکا ہے اور حوالات یا قید خانہ میں مجبوس ہے اُسکی یہ حالت مرض الموت کے مانند نہیں سمجھی جاتی اور اُسکی اس حالت کے تمام معاملات مثل حالت صحت کے جاری و نافذ ہوں گے۔ البتہ جسوقت اُسکو قید سے نکال کر قتل کر دینا تو قید سے نکل کر قتل ہونے تک جتنی دیر لگی ہے یہ مرض الموت کے مانند ہے اس حالت میں اگر اُس نے کوئی تصرف مثل قرار وغیرہ کے کیا ہو تو اُسکا حال وہی ہو گا جو مرض الموت کے تصرفات کا ہوتا ہے اور اگر اُس روز کسی وجہ سے قتل ملتوی نہایا قتل کا حکم بالکل منسوخ ہو گیا تو جیل سے نکل کر قتل گاہ تک آنے کی حالت مرض الموت کے مانند ہوگی بلکہ مثل صحت کے سمجھی جائے گی اور اس حالت میں جو تصرفات کئے تھے وہ بالکل جاری اور صحیح و درست ہو جائیں گے

عورت اگر ولادت کی تکلیف میں مر گئی تو جس وقت سے درد زہ شروع ہوا تھا اُسی وقت سے مرض الموت شمار ہو گا اور اس حالت کے تصرفات مثل مرض الموت کے سمجھے جائیں گے اور اگر تکلیف اُٹھا کر صحیح سلامت زندہ رہ گئی تو اس حالت کے تمام معاملات بالکل مثل صحت کے سمجھے جائیں گے۔



اگر طاعون سے وفات ہوئی ہے تو جو وقت سے بخاریٹ ہا تھا اسی وقت سے مرض الموت سمجھیں گے اگرچہ بخارین پھرتا رہا اور کچھ کام بھی کرتا رہا ہو۔

جب مرض الموت کی تحقیق ذہن میں آگئی تو مریض کے اقرار اور اس کے احکام کا حال سنو حکم اول مرض الموت میں اگر کسی ایسے واجب شدہ حق کا اقرار کرے جس کا واجب ہونا عام طور سے لوگوں کو معلوم ہے یا گواہ موجود ہیں تو یہ اقرار معتبر ہوگا اور یہ قرض یا امانت وغیرہ جس کا اقرار کیا ہے بالکل سیطرہ لازم اور واجب الادا ہوگا جیسے صحت کے قرض وغیرہ لازم ہوتے ہیں

حکم دوم اپنے شہری وارثوں کے علاوہ اگر کسی شخص کیلئے ایسے واجب شدہ حقوق کا اقرار کرے جس کا واجب ہونا لوگوں کے معائنہ اور مشاہدہ سے ثابت نہیں اور نہ گواہ موجود ہیں تو یہ اقرار بھی معتبر اور لازم ہوگا خواہ کتنے ہی زیادہ مال کا اقرار کرے جب تک یہ قرض ادا نہ ہو جائے وارثوں کو کچھ نہ ملے البتہ پچھلے وہ قرض و حقوق ادا کئے جائیں گے جو صحت میں واجب ہوئے تھے یا مرض الموت ہی میں واجب ہوئے تھے لیکن ان کے گواہ موجود نہ یا لوگوں کو معلوم تھا جب وہ ادا ہو جائیں اور مال باقی رہے تو یہ ادا کئے جائیں جس کا صریح اقرار ہے باضابطہ گواہ اور لوگوں کو علم نہیں۔

(۳) اپنے کسی وارث کے لئے اگر کسی قسم کے قرض و امانت وغیرہ واجب شدہ حق کا اقرار کیا یا غیر واجب چیزیں اس کو دینے کے لئے وصیت کر گیا۔ یا خود دیدی تو یہ باتیں نامعتبر ہونگی اور اس اقرار وغیرہ سے کچھ لازم نہیں ہوگا (البتہ اگر باقی وارث اس تصرف اور اقرار کو جائز رکھیں اور منظور کر لیں بشرطیکہ عاقل بالغ ہوں) تو جو کچھ اقرار وغیرہ کیا ہے (بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض کے اگر مال باقی رہے تو اس میں سے) وہ سب حقوق پورے دئے جائیں۔

(۴) مرض الموت میں جن غیر واجب شدہ حقوق کا بطور صدقہ و تبرع بہ نیت ثواب یا بوجہ مروت و رعایت اقرار کرے گا کہ میری طرف سے اس قدر دیدیا جائے وہ سب

لیکن امانت کو ضائع کر دینے کا اقرار درست ہے چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا ۱۲

وصیت میں داخل ہیں۔ اس طرح اگر اپنے نماز روزہ حج وغیرہ کے پورا کرنے کی تاکید کی (اور مال بھی چھوڑا ہے) تو یہ سب چیزیں وصیت شمار ہونگی اور تجہیز و تکفین اور ادائے دین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اُسکے ایک ثلث میں اگر پورے ہو سکیں تو کرنا ضروری ہے اسکو وصیت کہتے ہیں جسکا مفصل بیان اب (چند احکام و مسائل بیان کرنے کے بعد) عنقریب شروع ہوتا ہے۔

**مسئلہ اول** اگر مریض نے زوجه کو طلاق بائنہ یا رجعیہ دیدے تو واقع ہو جائیگی لیکن اگر عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر مر گیا تو زوجه میراث سے محروم نہ ہوگی۔

(۲) اگر زوجه کے مرض الموت میں شوہر نے اُسکو طلاق دیدی یا خود زوجه نے طلاق مانگی یا خلع کر لیا تو خلع ہو جائیگا اور سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جائیگی۔

(۳) اگر مرض الموت میں کوئی چیز خریدی اور قیمت ادا کر دی یا قرض لیا اور ادا کر دیا تو جائز و درست ہے اگر مرنیکے بعد میت کے پاس کچھ بھی نہ ہو تب بھی یہ ادا کردہ قیمت بائع سے واپس نہ لینے۔ مگر شرط یہ ہے کہ خریدنا اور قرض لینا گواہوں سے ثابت ہو یا لوگوں کو معلوم ہو۔

(۴) اگر مریض نے اقرار کیا کہ میں نے اپنے فلان وارث کی امانت ضائع کر دی ہے اور یہ اُسکا تاوان میرے ذمہ پر واجب ہو اور لوگوں کو اُس امانت رکھنے کا علم تھا یا گواہ موجود تو اس ضائع شدہ مال کی قیمت مرنے کے بعد اُسکے مال میں سے دلوائی جائے گی اور (مثلاً قرض قسم اول) تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال سے واجب الادا ہوگی

(۵) اگر مریض کا قرض کسی کے ذمہ پر واجب تھا اور وہ قرض حالت صحت میں واجب ہوا تھا (یعنی مرض الموت سے پہلے) اور اب مرض الموت میں اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنا وہ قرض مقروض سے وصول پالیا ہے تو یہ اقرار بالکل جائز و درست ہے بشرطیکہ یہ مقروض شخص مریض کے اُن وارثوں میں سے نہ ہو جو اسکے مال سے میراث پائیں گے کیونکہ وارث کی نسبت ایسا اقرار درست نہیں۔

(۶) اگر کسی شخص نے حالت مرض الموت میں نکاح کیا اور مہر عورت کے خاندان کے رواج اور دستور کے موافق مقرر کیا تو یہ مہر حالت صحت کے قرضوں کے مانند میراث کے ذمہ پر

درج اول تا نافذ ہوئے لغت

لازم ہوگا اور تجہیز و تکفین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اس میں سے ادا کیا جائے (ملاحظہ کرو دین کی قسم اول کا بیان) اور اگر مہر عورت کے خاندان کے رواج سے زیادہ مقرر کر دیا ہے تو جقدر زیادہ ہے اسکا حکم مثل وصیت کے ہے۔

(۷) اگر مریض نے اپنے وارث کی زوجہ یا بیٹے کے لئے اقرار کر لیا تو جائز و درست ہے کیونکہ ناجائز وہ اقرار ہے جو وارث کے لئے ہو اور یہ اقرار وارث کے لئے نہیں اُس کے بیٹے یا زوجہ کے لئے ہے مگر شرط یہ ہے کہ گواہ موجود ہوں

(۸) اگر میت نے کسی ایسے شخص کے لئے قرض یا کسی چیز کی قیمت یا امانت وغیرہ کا اقرار کیا جو مریض کا وارث نہیں ہے اور مریض کے وارثوں نے اس اقرار کو منظور کر لیا تو یہ اقرار جائز ہے اگرچہ پہلے سے اس قرض وغیرہ کا حال کسیکو معلوم نہ تھا۔ اور گواہ موجود نہ تھے

(۹) اگر مریض نے اپنے کسی وارث کے لئے اقرار کیا کہ اسکا اسقدر قرض میرے ذمہ ہے واجب ہے یا اسکی اسقدر امانت میرے پاس ہے اور پھر وہ وارث جس کے لئے اقرار کیا تھا مریض سے پہلے ہی مر گیا تو یہ اقرار بالکل صحیح و درست ہے۔ اگر گواہ بھی موجود ہیں تو قرض کی قسم اول میں داخل ہو کر واجب الادا ہوگا اور اگر گواہ نہیں تو قسم دوم میں شمار ہو کر ادا ہوگا لیکن جسکے لئے اقرار کیا تھا وہ چونکہ مر گیا بسنایہ اقرار شدہ مال و امانت اسکی اولاد وغیرہ وارثوں کو دی جائیگی

شرح قاعدہ یہ ہے کہ وارث کے لئے اقرار جائز نہیں اور یہاں جائز ہو گیا وجہ اسکی یہ ہے کہ اقرار اس شخص کیلئے ناجائز ہے جو مریض کی موت کے وقت اسکا وارث ہو اور یہ شخص جب مریض سے پہلے مر گیا تو اسکا وارث ہی نہ ہوا البتہ اقرار جو بوقت کیا گیا تھا اسوقت وارث تھا لیکن اسوقت کا اعتبار نہیں۔ اعتبار ہے مریض کے انتقال کے وقت کا پس جو شخص بوقت وفات مریض زندہ ہو اور اسکا وارث ہو اُسکے لئے اقرار جائز نہیں اور جو شخص مریض کی موت کے وقت زندہ ہی نہیں رہا یا زندہ ہے مگر وارث نہ رہا تو اُسکے لئے اقرار جائز ہوگا اسکی مثال کے لئے وصیت کے باب میں چھٹی شرط کی مثال دوم ملاحظہ کرو

(۱۰) اگر مریض قرار کرے کہ میں نے اپنی بیٹی سے جو مرگئی ہے اپنا قرض وصول کر لیا تھا اور مریض کا بیٹا یا دوسرے رشتہ دار نہیں مانتے تو یہ اقرار معتبر ہوگا اور بیٹی کے مال سے قرض وصول نہ کیا جائیگا کیونکہ بیٹی اگرچہ وارث تھی مگر جب مرگئی تو وارث نہ رہی لہذا اس سے قرض وصول کر لینے کا اقرار معتبر ہوگا علیٰ ہذا القیاس اگر کسی دوسرے وارث کی نسبت قرض وصول ہو نیکا اقرار ہو اور وہ مقروض وارث مرچکا ہو تو اقرار معتبر ہوگا۔

(۱۱) مرض الموت میں اگر کسی جہنی شخص کے لئے (یعنی جو وارث نہ ہو) قرض کا اقرار کیا کہ میرے ذمہ پر اسکا استقراض واجب ہے یا اسکی فلان شے کی قیمت میرے ذمہ واجب الادا ہے اور یہ بات نہ لوگوں کو معلوم ہے نہ کوئی گواہ ہے تو یہ اقرار اسکا صحیح و معتبر ہوگا قرض کی قسم دوم میں داخل رہے گا اور تجہیز و تکفین کے بعد قسم اول کے قرض ادا کرنے کے بعد اگر کچھ مال باقی رہے تو اس میں سے ادا کیا جائیگا۔ اس طرح اگر کسی خاص چیز کی نسبت اقرار کیا کہ یہ گھوڑا یا یہ مکان یا زیور فلان شخص کا ہے یا یہ کہ فلان شخص کی اس قدر امانت (روپیہ زیور کپڑا وغیرہ) میرے پاس ہے یہ بھی معتبر ہوگا مگر قسم اول کے قرض کے بعد ادا کیا جائے گا۔

(۱۲) اگر مرض میں اقرار کیا کہ فلان عورت کا استقراض روپیہ وغیرہ میرے ذمہ پر واجب ہے پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا تو نکاح سے پہلا اقرار معتبر ہوگا۔ اور قرض کی قسم دوم میں داخل ہو کر تجہیز و تکفین اور قسم اول کے قرض ادا کرنے کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اس سے وہ مال ادا کیا جائے جو اقرار سے واجب ہوا تھا۔

(۱۳) شوہر کے مرض الموت میں اگر شوہر و زوجہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ حالت صحت میں شوہر طلاق دیجکا ہے اور اسوقت عدت بھی گزر چکی ہے اور اسکے بعد عورت کے لئے کسی قرض یا امانت وغیرہ کا اقرار کر لیا۔ تو اقرار اور میراث کی وجہ سے جو مال عورت کو حاصل ہوگا ان میں سے جو نسا مال کم ہو وہ عورت کو دلوادیا جائے مثلاً میراث میں تو صرف ستور و پیہ ملتے اور اقرار کیا ہے تین سو کا تو صرف سو روپیہ میراث کے طور سے دیا جائیگا۔

۱۲ اگر گواہ نہیں اور لوگوں کو معلوم نہیں۔ ورنہ قرض کی قسم اول میں داخل ہوگا ۱۲

اور اگر میراث میں پانسو روپیہ ملتے اور اقرار کیا ہے دوسو کا تو صرف دوسو روپیہ دلوادینگے۔ کیونکہ ایسی صورت میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید شوہر نے اقرار معتبر ہونے اور زوجہ کو مال دلانے کے لئے عدت گزرنیکا غلط اقرار کر لیا ہے تاکہ زوجہ وارث نہ بنے اور اسکے لئے اقرار صحیح ہو جائے اور مال مل جائے اسلئے شرعیہ انتظام کیا گیا کہ اقرار اور میراث میں سے جو کم ہو وہ دیا جائے تاکہ لوگوں کو ایسے غلط اقرار سے فائدہ نہ ہو اور ایسے اقرار نہ کریں

(۱۴) اگر مریض کے ذمہ پر خود بھی اس قدر قرض ہے کہ اسکا تمام مال ادا نہ کر سکیں کافی نہیں اور اسنے اپنے مدیون (مقروض) کا قرض معاف کر دیا تو یہ بھی معافی معتبر نہ ہوگی اسلئے اس میں مریض کے قرضخواہوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

(۱۵) اگر کسی شخص نے حالت مرض میں اپنے کسی رشتہ دار کے لئے جو اسکی میراث حصہ پانیوالا ہے اقرار کیا کہ اسقدر روپیہ میرے ذمہ واجب ہے تو یہ اقرار بالکل ناجائز و غیر معتبر ہے خواہ میت کے ذمہ پر قرض ہو یا نہ ہو اور ادا نہ کر کے بعد مال باقی رہے یا نہ رہے ہر صورت میں وارث کے لئے جو اقرار کیا ہے بیکار اور باطل ہے

(۱۶) اگر مریض نے کسی ایسے شخص کی نسبت جو اسکے ترکہ میں سے حصہ پاویگا یہ کہا کہ اسکے ذمہ پر میرا جو کچھ قرض تھا وہ میں نے وصول کر لیا ہے تو یہ معتبر نہ ہوگا

قواعد مذکورہ سے یہ مسئلہ بھی آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ اگر کوئی عورت مرض الموت میں شوہر کو مہر معاف کر دے یا اقرار کرے کہ میں نے اس سے اپنا مہر وصول کر لیا حالانکہ نہ کسی کو خبر ہے اور نہ گواہ موجود ہیں (تو یہ معافی اور اقرار ہرگز معتبر نہ ہوگا)

اس صورت میں اگر باقی وارث مہر وصول ہو جانے کی تصدیق کریں یا معافی کو منظور کر لیں تو معاف ہو جائیگا (مگر معافی میں مذکورہ سابق شرط ضروری ہے یعنی باقی وارث

۱۷ میراث المسلمین مطبوعہ سابقہ میں لکھا گیا ہے کہ ثلث مہر اس صورت میں معاف ہو جائے گا یہ صحیح نہیں ثلث معاف ہونا بھی دارثوں کی اجازت پر موقوف ہے اور کل کا بھی جس قدر وہ اجازت دین کے معاف ہو جائیگا ۱۷ مدہ

عاقل بالغ ہون نابالغون کی اجازت اور منظوری معتبر نہیں۔

(۱۷) اگر کسی مریض کے ذمہ اس قدر قرض ہے کہ اسکا مال ادائے قرض کے واسطے کافی نہیں وہ اگر مرض الموت میں کسی قرض خواہ قرض پورا ادا کر دے یا اپنی زوجہ کا مہر دیدے یا کسی کی واجب شدہ اجرت ادا کر دے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس سے دوسرے قرض خواہوں کے حق میں کمی آتی ہے

شرح جائز نہ ہونے سے یہ مطلب نہیں کہ اسکو قرض ادا کرنے سے اور مہر دینے سے روک دینگے اور مخالفت کریں گے نہیں اسوقت تو اسکو قرض و مہر واجرت وغیرہ ادا کرنے سے منع نہیں کریں گے کیونکہ یہ کسکو معلوم ہے کہ یہ مرض الموت ہے یا نہیں لہذا اسوقت کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ اگر اسی مرض میں مر جائے اور باقی مال قرض خواہوں کے لئے کافی نہیں ہے تو جن لوگوں کا قرض و مہر واجرت اُسے ادا کی تھی ان سے واپس لین گے اور میت سے باقی مال کے ساتھ ملا کر تمام قرض خواہوں کو حصہ رسد تقسیم کریں گے انھیں کے ساتھ یہ لوگ بھی شریک رہیں گے جن سے قرض و مہر وغیرہ واپس کیا گیا ہے جسکا زیادہ قرض ہوگا اسکو زیادہ حصہ ملیگا جسکا کم ہوگا اسکو کم (زیادہ کم ملنے اور حصہ رسد تقسیم ہونیکا مفصل طریقہ فصل دوم قرض کے بیان میں ذکر ہوا۔

(۱۸) مرض الموت میں جو دور دور کے رشتہ دار جمع ہو کر اپنے قیام و طعام کا خرچ مریض کے ذمہ پر ڈالتے ہیں اگر میت کی تیمارداری اور خدمت کے لئے اُن کی واقعی ضرورت ہے تو یہ خرچ اُسکے مال سے دیا جائیگا۔ اور اگر ضرورت نہیں اور یہ رشتہ دار وغیرہ شرعی وارث اور حصہ دار بھی نہیں لیکن میت کی اجازت سے اُن کی مہمانداری ہوئی ہے تو اس خرچ کا حکم مانند وصیت کے ہے اور اگر میت کی اجازت نہیں یا وہ رشتہ دار خود شرعی وارث اور حصہ دار بھی ہیں تو اُن کے مصارف کا بار میت کے مال میں سے محسوث ہوگا بلکہ اُنکے ذمہ پر پڑیگا۔

(۱۹) اگر مرض الموت میں کسی ایسے شخص کو جو مریض کا وارث نہیں بطور تحفہ و ہدیہ کچھ دیدیا تو بالفعل و لو ادا یا جائے گا لیکن اگر مریض اس مرض میں مر گیا اور معلوم ہوا کہ وہ مرض الموت

ماتوا اسکا حکم مثل وصیت کے ہے

(۲۰) اگر کہا کہ میری طرف سے مسجد بنو ادینا یا مدرسہ میں سقد چپہ دینا یا فلان شخص سقد مال دینا تو یہ سب وصیت ہے

۲۱) فرض الموت میں اگر کہا کہ فلان مکان یا فلان باغ یا زمین وقف ہے اگر معلوم ہو جائے کہ اسکا مقصود اپنی طرف سے وقف کرنا ہے تو اسکا حکم وصیت کا ہوگا اور اگر اس زمین و باغ وغیرہ کا اصلی اور قدیم حال بیان کرتا ہے تو کل باغ و مکان وغیرہ جسکا نام لیا ہے وقف ہو جائیگا۔

## فصل چوتھی وصیت کا بیان

میراث پر جو تین چیزیں مقدم ہیں ان میں سے دو کا ذکر پہلی اور دوسری فصل میں ہو چکا تھا مناسب سمجھ کر تیسری فصل میں مرثیوں اور اُسکے اقرار کا حال لکھا گیا اب تیسرے امر یعنی وصیت کا بیان ہوتا ہے

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور شہداء وارثوں کے لئے اپنے مال میں سے حصے مقرر کر جانا بوقت موت ہر شخص صاحب مال پر واجب تھا وہ حکم منسوخ ہو گیا اور خدائے تعالیٰ نے خود ہی حصے مقرر فرما کر مال تقسیم کر دیا۔ لیکن اپنے احسان و فضل سے ثلث مال میں اب بھی بندہ ناچیز کا اختیار باقی رکھا تاکہ اسوقت فی سبیل اللہ مال خرچ کر کے اپنی عمر بھر کی تقصیرات مثل بخل وغیرہ کا کفارہ اور مکافات کر دے اور اگر اپنے کسی دوست یا بعید رشتہ دار یا خادم کو کچھ دینا چاہتا ہو تو اس ثلث میں سے دیکر دل خوش کرے۔

جو باتیں میت کے ذمہ پر واجب نہیں تھیں اور اُس نے مرض الموت میں بطور تبرع یعنی احسان و مروت و صدقہ انکو لازم کر لیا مثلاً کسی کا قرض معاف کر دیا یا کوئی خاص چیز یا مال اُسکے لئے مقرر کر دیا۔ یا مرض الموت میں یا اُس سے پہلے کوئی معاملہ کر کے اُسکو اپنی موت سے متعلق کر دیا۔ مثلاً کہا کہ میرے مرنے کے بعد مسجد بنو ادینا کنواں بنو ادینا مدرسہ اور خاتقاہ وغیرہ



مین اس قدر روپیہ دینا یا فلاں شخص کو اتنا روپیہ دینا یا فقراء و مساکین کو طعام یا غلہ یا کپڑے تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ یا فرائض و واجبات خداوندی مثل صلوٰۃ و زکوٰۃ جو اس کی غفلت سے قضا ہو گئے تھے اُنکے ادا کرنے کے لئے ورنہ وغیرہ سے کہا یہ سب چیزیں وصیت شمار ہونگی اور ثلث مال سے پوری کی جائیگی۔

یعنی تجیز و تکفین اور ادائے دین کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اُسکے تین حصے کر کے دو حصوں میں وارثوں کا پورا استحقاق ہے اور ایک حصے میں میت کا اختیار ہے۔ اگر اُسے مذکورہ بالا اقسام وصیت سے کوئی وصیت کی تھی تو مال کے ایک حصے یعنی ثلث میں اُسکو پورا کریں اگر وصیتیں پوری ہو کر کچھ مال س ثلث میں سے بھی باقی ہو جائے تو وہ بھی وارثوں کا حق ہے۔ اور اگر اتنی بڑی وصیت یا چند وصیتیں کر دی تھیں کہ ایک صحافی میں پوری نہیں ہو سکتی تو جب قدر ایک ثلث میں پوری ہو سکیں پوری کی جائیں باقی کا جاری اور نافذ کرنا اور ثلث مال سے زیادہ اسمین خرچ کرنا وارثوں کے ذمہ پر لازم و واجب نہیں ہے۔ کیونکہ باقی دو ثلث ان کا حق ہے البتہ اگر وہ اپنی اجازت اور خوشی سے اپنے حصے میں سے صرف کر کے میت کی وصیتوں کو پوری طرح جاری کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں انکو اختیار ہے۔ لیکن یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ سب وارث بالغ و عاقل اور موجود ہوں کیونکہ نابالغ و مجنون کی رضا مندی معتبر نہیں اور غییر حاضر کا حال معلوم نہیں کہ اجازت دے گا یا نہیں

مسئلہ اگر کسی غیر موجود وارث کے پاس خط بھیج دیا کہ مورث نے چند وصیتیں کی ہیں جو ثلث مال میں پوری نہیں ہو سکتیں آپ اُنکے پورا کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں وارث نے جواب دیا کہ میں اجازت دیتا ہوں تو یہ اجازت معتبر نہ ہوگی جب تک کہ پوری تعبیر اور تصریح سے اُسکو وصیت کا حال اور مقدار نہ لکھی جائے۔

مسئلہ اگر مورث کی زندگی میں وارثوں نے ایک ثلث سے زیادہ وصیت کو منظور کر لیا اور اجازت دیدی اور اُسکی موت کے بعد اجازت دینے پر راضی نہ ہوئی تو پھلی اجازت معتبر نہ ہوگی اور وصیت پوری نہ کی جائے گی وارثوں کی وہی اجازت معتبر ہے

جو میت کی وفات کے بعد ہو کیونکہ اُسکی وفات سے پہلے تو یہ اُس دوثلث کے پورے مالک نہیں تھے۔ اگر سب وارث حاضر بن بعض نے اجازت دی اور بعض نے ایک ثلث سے زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی تو جن لوگوں نے اجازت دی ہے اُنکے حصے میں سے خرچ کر کے بمقدور وصیت پوری ہو سکے گی پوری کریں گے دوسروں کے حصے میں خلل نہ آویگا۔ اسی طرح اگر موجودہ لوگوں نے اجازت دی ہے تو غیر حاضر لوگوں کے حصے میں کمی نہ آویگی۔ اور ایسے ہی اگر بالغون نے اجازت دیدی تو ایک ثلث سے زیادہ جو کچھ خرچ ہو گا وہ بالغون کے حصوں میں سے لیا جائے گا نا بالغون کو دوثلث میں سے جو کچھ حصہ ملا ہے وہ بدستور قائم رہے گا کچھ کم نہ ہوگا۔

اس بیان سے شبہ ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کی اجازت معتبر ہے اُنکے حصے میں سے بقدر ضرورت مال لیکر وصیت کو بالکل پورا کر دیا جائے خواہ کسی قدر مال صرف ہو حالانکہ یہ مطلب نہیں مقصود یہ ہے کہ جب ایک ثلث میں وصیت پوری نہ ہو سکی تو جن لوگوں نے اجازت دی ہے۔ اور اُن کی اجازت معتبر بھی ہے تو بمقدور اُن کا حصہ ہے اُسی حساب سے اُنکے حصے میں سے مال زیادہ لیکر ایک ثلث کے ساتھ شامل کر لیں بمقدور وصیت اس میں پوری ہو سکے پوری کر دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اُنکے حصے کو صرف کر کے وصیت کو بالکل کامل اور تمام کیا جائے۔ شاید اس مثال سے مطلب آپکے ذہن میں آجائے۔

مثال۔ زید نے وصیت کی تھی کہ ایک سو اسی روپیہ لگا کر میری طرف سے ایک کنواں بنوا جائے اُسکے مرنے کے بعد تجھیز و تکفین اور قرض واکرنیکے بعد کل تین سو ساٹھ روپیہ باقی رہا اس میں سے ایک ثلث یعنی ایک سو بیس علیحدہ کیا اور باقی دو سو چالیس اُسکے موجود وارث یعنی بیٹا اور بیٹی کا حق ہے اسی روپیہ بیٹی کو ملیگا اور ایک سو ساٹھ بیٹے کو۔ ایک ثلث علیحدہ کیا تھا اس میں وصیت پوری نہیں ہو سکتی بلکہ ساٹھ روپیہ کی کمی ہے

اگر بیٹا بیٹی دونوں اجازت دیتے تو بیس روپیہ بیٹی کے حصہ میں سے لئے جاتے اور چالیس بیٹے کے حصے سے اسلئے کہ بیٹے کو دو چاند حصہ ملا ہے اس طرح ساٹھ روپیہ کی کمی پوری ہوتی لیکن چونکہ بیٹی اجازت نہیں دیتی لہذا صرف بیٹے سے چالیس روپیہ لیکر اُس ایک ثلث کے

ساختہ ملحدین گے جو علمہ کیا گیا تھا جسکی مقدار ایک سو بیس روپیہ تھی اب ایک سو ساٹھ روپیہ میں جیسا کنوان بن جائے بنا دین یہ نہیں ہوگا جقدر کمی ہے وہ سب بیٹے کے حصہ میں سے لیکر ایک سو اسی روپیہ کا کنوان بنا دیں۔

مسئلہ جس شخص کے کوئی وارث موجود نہیں اور قرض بھی نہیں وہ اگر کل مال کی وصیت بھی کر دے تو جائز ہے

ایک ثلث مال میں جو میت کو اختیار دیا گیا ہے اور اسکی وصیت وغیرہ جائز رکھی گئی ہے وہ اُسی وقت ہے کہ یہ شرطین باقی جائیں۔

شرط اول وصیت کرنا والا عاقل بالغ آزاد ہو پس اگر لڑکے یا مجنون یا غلام نے وصیت کی تو ثلث میں بھی نافذ جاری نہ ہوگی کیونکہ لڑکا اور مجنون اپنے نفع و نقصان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے اور غلام کے پاس جو کچھ مال ہے وہ اُسکا ملک نہیں مولیٰ اور آقا کا ملک ہے۔ (لیکن اپنے تجہیز و تکفین کی نسبت نابالغ کی وصیت صحیح ہے)

(۲) وصیت کرنا والے کے ذمہ استقراض نہ ہو کہ اُسکو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے کیونکہ وصیت جب جاری ہوتی ہے جبہ تجہیز و تکفین و ادائے قرض کے بعد

مال باقی رہے۔ پس اگر ایسے شخص نے وصیت کی جسکا مال ادائے قرض کے لئے کافی نہیں یا ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی نہیں رہے گا تو اُسکی وصیت بالکل باطل اور بے اعتبار ہوگی

(۳) جسکے لئے وصیت کرتا ہے وہ بوقت وصیت زندہ ہو میت کی وفات کے بعد اُسکا زندہ ہونا شرط نہیں پس اگر مردہ شخص کے لئے وصیت کی تو معتبر نہ ہوگی اور اگر زندہ شخص کے لئے

وصیت کی لیکن وہ وصیت کرنا والے کے سامنے ہی کر گیا تو یہ وصیت جائز ہوگی اور جسکے لئے وصیت کی تھی اُسکی جگہ اُسکے وارث اس وصیت کے مستحق ہو جائیں گے (ملاحظہ

ہو وصیت کی چھٹی شرط کی مثال دوم)

(۴) جسکے لئے وصیت کی ہے وہ وصیت کو لینے اور حاصل کرنے کے قابل ہو۔ پس اگر کسی گھوڑے کے لئے وصیت کی یا مسجد کے لئے وصیت کی تو جائز نہیں البتہ اگر اپنے وصی

یا وارثوں سے یوں کہ کہ تم فلاں گھوڑے پر یا فلاں مسجد پر استقر روپیہ یا فلاں چیز

خرچ کر دینا تو جائز اور معتبر ہے  
تنبیہ آج کل جو مسجد یا مدرسہ وغیرہ کے لئے وصیت کر جاتے ہیں اُسکا بھی مطلب ہوتا ہے  
کہ تم لوگ مسجد و مدرسہ پر اسقدر صرف کر دینا یا مسجد و مدرسہ کے متولی و مہتمم کو دیدینا کہ  
صرف کرے اسلئے اس قسم کی وصیت جائز و معتبر ہوتی ہے  
(۵) جس چیز کی وصیت کی ہے وہ قابل تخلیک شے ہو خواہ کوئی معین چیز مکان کپڑا  
زیور جائز وغیرہ ہو یا ایسا حق ہو جو مملوک ہو سکے مثلاً ایک مکان کی نسبت وصیت  
کی کہ زید کو اس میں اتنی مدت تک سکونت کرنے دینا یا فلاں مکان میں ہمیشہ فقیر اور مسافر  
رہا کریں۔ اس صورت میں مکان دار ثون کی ملک ہو جائیگا مگر حق سکونت زید کو یا فقرا  
و مساکین کو حاصل رہیگا۔ پس اگر کسی ایسے حق کی وصیت کی جو قابل تخلیک نہیں تو وصیت  
صحیح و معتبر نہیں ہوگی مثلاً زید سے کہا کہ مجھ کو جو عمر پر مقدمہ ہتک عزت دائر کر نیکا  
حق حاصل تھا وہ تجھے بخشتا ہوں تو یہ صحیح نہ ہوگا۔

ایسے ہی اگر کوئی ایسی چیز ہو جسکا بالکل وجود ہی نہیں تو اُسکی بھی وصیت صحیح  
نہیں مثلاً وصیت کی کہ ایک سال کے بعد جو میری گھوڑی کے بچہ پیدا ہوگا وہ زید کو  
بخشتا ہوں تو یہ وصیت صحیح نہ ہوگی

(۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ جس شخص کے لئے وصیت کی ہے وہ میت کا وارث نہ ہو۔  
اگر وارث کے لئے وصیت ہوگی تو باطل اور غیر معتبر ہوگی البتہ اگر باقی وارث اسکو  
جائز رکھیں اور منظور کر لیں تو معتبر ہو جائے گی

تشریح یہ جو بیان ہوا کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں یہاں وہ وارث مراد ہے  
جو بوقت وفات میت شرعاً وارث ہو اور اُسکے مال سے حصہ پائے پس اگر کوئی  
شخص بوقت وصیت تو وارث تھا مگر مورث کی وفات کے وقت وارث نہیں رہا  
تو اُسکے لئے جو وصیت ہوئی ہے وہ جائز ہوگی مثال اوّل جب زید نے بھائی کے  
لئے وصیت کی تو چار وارث موجود تھے ایک والدہ ایک زوجہ ایک ہمشیرہ ایک بھائی  
سب سمجھتے تھے کہ یہ وصیت باطل ہوگی مگر زید کے انتقال کے دو روز پہلے اُس کے

ایک بیٹا پیدا ہو گیا اب یہ بھائی صاحب حصہ وار وارث تو نہ رہے (کیونکہ بیٹے کی موجودگی میں میت کا بھائی محروم رہتا ہے) مگر زید نے جو اُن کے لئے وصیت کی تھی وہ صحیح و معتبر ہوگی کیونکہ بوقت وفات زید وہ وارث نہیں تھے۔ مثال دوم زید نے اپنے بھائی کے لئے وصیت کی بظاہر اسکو سب ناجائز سمجھ رہے تھے مگر اتفاق سے زید کی حیات ہی میں اُسکے بھائی کا انتقال ہو گیا تو یہ وصیت جائز و معتبر سمجھی جائیگی اور اس وصیت میں حبقہ مال وغیرہ زید نے اپنے بھائی کے لئے مقرر کیا تھا وہ زید کے بھائی کی اولاد وغیرہ کو مل جائے گا۔ اگر بھائی نہ مرتا تو یہ وصیت باطل رہتی البتہ میراث سے حصہ ملتا اب جبکہ بھائی مر گیا تو وہ وارث ہی نہ رہا اسلئے وصیت اُسکے لئے جائز ہو گئی اور اُسکے پس ماندوں کو دی گئی۔ (ملاحظہ ہو شرط سوم)

اسی طرح اگر کوئی شخص وارث تو کھلاتا ہے لیکن دوسرے کی موجودگی کی وجہ سے محروم ہے اُسکے لئے بھی وصیت جائز و معتبر ہے مثلاً زید کے چچا بھی موجود ہے اور بھائی بھی تو زید کا چچا بوجہ موجود ہونے زید کے بھائی کے محروم ہے۔ لہذا چچا کے لئے وصیت جائز ہے یا مثلاً میت کے بیٹا بھی موجود ہے اور پوتا بھی تو پوتا چونکہ بیٹے کی موجودگی میں محروم رہتا ہے اسلئے پوتے کی واسطے اس صورت میں وصیت جائز ہوگی اور اگر کوئی شخص پہلے سے وارث نہیں تھا اور اُسکے لئے وصیت کر دی گئی تھی پھر بوقت مرگ میت وہ وارث ہو گیا تو یہ وصیت باطل ہوگی مثال زید کے باپ دادا دونوں زندہ تھے چونکہ باپ کے سامنے دادا وارث نہیں ہوتا اسلئے زید نے دادا کے لئے کچھ وصیت کر دی بظاہر جائز تھی۔ تقدیر سے زید کی زندگی میں زید کے باپ کا انتقال ہو گیا اب باپ کی جگہ دادا وارث ہو گئے اور وصیت جو کچھ اُنکے لئے کی گئی تھی وہ باطل ٹھہری مثال دوم زید کے بیٹا موجود تھا لہذا ہمیشہ محروم تھی اُسکے لئے زید نے کچھ وصیت کر دی۔ بقضائے الہی زید کا بیٹا دلخ مفارقت دے گیا تو زید کی ہمیشہ وارث ہو گئی لہذا اُسکے لئے جو وصیت کی تھی وہ بیکار اور باطل ہو گئی۔

(۷) یہ شرط تو پہلے بار بار معلوم ہو چکی ہے کہ وہ وصیت نکتہ سے زیادہ نہ ہو اگر اتنی

زیادہ وصیت کی ہے کہ ثلث مال میں پوری نہیں ہو سکتی تو صرف ثلث میں جاری ہوگی ثلث سے زیادہ کا خرچ کرنا دارثون کی رضا مندی اور اختیار پر موقوف ہے۔ اور اگر کوئی دارث ہی موجود نہ ہو تو ثلث سے زیادہ بلکہ کل مال کی وصیت بھی جائز و معتبر ہے (بشرطیکہ دین و اہل اسلام میں سے پہلے جس شخص نے ثلث مال کی وصیت کی وہ حضرت برادر بن معرور رضی اللہ عنہ تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر گرم ہو رہی تھی لیکن تشریف نہ لائے تھے کہ آپ کی تشریف آوری سے ایک پہلے حضرت برادر رضی اللہ عنہ کو پیام اجل آپہونچا۔ آہ کیسی حسرت کا وقت تھا ادھر موت کا فرشتہ مہلت نہیں دیتا۔ ادھر شوق دیدار مرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس حالت میں نادیدہ مشتاق و جان نثار مجبور حکم پروردگار نے وصیت کی کہ جب حضور انور تشریف لائیں تو میرا ثلث مال آپ کی تذکرہ دیا جائے۔ برادر رضی اللہ عنہ کے دارثون نے ان کی آرزو کو پورا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخلص خادم کے ہدیہ کو قبول فرما کر کمال سیرت و اخلاق خود ان کے دارثون کو عطا فرمادیا صلی اللہ علیہ وسلم علی آلہ واصحابہ۔

اگرچہ تقسیم ترکہ اور دارثون کے لئے اب نہ وصیت کی ضرورت ہے اور نہ معتبر ہے تشریف نے خود جسے مقرر فرما کر تقسیم کر دیا ہے اگر ان کے خلاف وصیت کر لیا تو ہرگز اعتبار نہ ہوگا اور گناہ بے لذت اور عذاب آخرت سر پر رہے گا۔ لیکن دیگر امور کے لئے وصیت کر جانا اب بھی مستحب ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے دو راتین بھی ایسی نہ گزرنی چاہئیں کہ اس کے پاس وصیت نامہ لکھا ہو اور نہ ہو۔ اور بعض امور کی وصیت کرنا واجب ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ مکروہ اور حرام ہوتا ہے واجب جس شخص کے ذمہ ہو لوگوں کے قرض ہوں یا اسکے پاس مائتین ہوں جنگی کوئی ایسی سند نہیں جس سے قرضخواہ اور مالک مائت دعوی کر سکے وصول کر سکے یا اسی قسم کے اور معاملات ہوں جن میں بلا وصیت لوگوں کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اس پر لازم و واجب ہے کہ اگر وصیت کا موقع پائے تو وصیت کر جائے اور ان لوگوں کے حقوق کو تحریر یا تقریراً ظاہر کر جائے اسی طرح جس شخص نے اپنی کوتاہی سے بلا عذر شرعی نماز روزے قضا کر دئے

موت قریبی ہو تو شوق دیدار مرنے والے یہ عجیب فتنی نکاح عالم تار

ہوں یا واجب شدہ حج و زکوٰۃ ادا کیا ہو اس پر بھی واجب ہے (بشرطیکہ مال موجود ہو) کہ ان امور کے ادا کرنا کی وصیت کر جائے۔ اگر وصیت کا موقع پایا اور وصیت نہ کی تو گنہگار ہو کر آخرت میں مستحق عذاب ہو گا چونکہ قریب لڑگ ہونے کی حالت میں وصیت کا موقع پانے کا یقین نہیں لہذا دینداری کی بات یہ ہے کہ انسان حالت صحت و حیات ہی میں اس قسم کے امور کی وصیت کر دے

کسی شخص کے ذمہ پر واجب شدہ نماز روزہ کسی دوسرے شخص کے پڑھنے اور رکھنے سے ادا نہیں ہو سکتا لہذا ان کے ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ فدیہ دیا جائے ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گندم ہے جسکی مقدار انگریزی سیر سے تقریباً دو سیر ہے اور ایک نماز کا فدیہ بھی اس قدر ہے۔ حج ادا کر نیکی کے لئے میت کے وطن سے کوئی شخص بھیجا جائے اور پورا خرچ دیا جائے۔ لیکن اجرت اور تنخواہ کچھ نہ دیا جائے ورنہ میت کی طرف سے حج ادا نہ ہو گا زکوٰۃ کی حسب قدر وصیت کی ہے حساب لگا کر ادا کر دی جائے۔ اسی طرح کفارہ اور صدقہ فطر اور قربانی وغیرہ جن چیزوں کی وصیت ہو ادا کر دی جائیں۔ مفصل مسائل میت کی طرف سے حج وغیرہ ادا کر نیکی کے کتب فقہ سے معلوم ہو سکتے ہیں اور کسی قدر فتاویٰ محمدیہ مین لکھے گئے۔ مستحب۔ پسندیدہ اور مستحب ہے کہ وصیت کر جائے کہ میرا کفن و دفن بطریق مسنون کیا جاوے اور میرے مرنے پر نوحہ اوپر جھٹنا چلانا موقوف رکھیں اور رسوم خلاف شرع عمل مین نہ لاوین

امور ضروریہ اور واجبہ کے سوا اگر مال میں سے وصیت کرنا چاہے تو ہر حالت میں مستحب یہ ہے کہ ثلث مال سے کم کی وصیت کرے۔ اگر اسکے وارثان شرعی پہلے سے غنی اور مالدار ہیں یا اس کی میراث میں سے اس قدر حصہ ملے گا کہ میراث پانے کے بعد بہت غنی اور دولت مند ہو جائیں گے تو مال میں سے مدارس و مساجد وغیرہ کے لئے یا ایسے وارثوں کیلئے

۱۵ مذہب حنفی میں تھنا شدہ دتر کا بھی فدیہ دینا ضروری ہے پس ایک روپیہ بھگانہ نارنج و تر کا فدیہ بارہ سیر گندم بون انگریزی ہوا۔ ۱۶ جس شخص کے عزیز و اقربا میں نوحہ کرنے کی عادت اور ناجائز رسوم کا رواج ہو اور اپنے مرنے کے بعد نوحہ وغیرہ کا گمان غالب ہو سکے ان امور کی ممانعت لازم اور ضروری ہے ۱۲۔

جنگ و حصہ نہیں بچھونے گا وصیت کر جانا مستحب ہے لیکن ثلث مال سے کم وصیت کرنا بہتر ہے اور اگر دار ثمان شرعی پہلے سے بھی غنی نہیں اور مال بھی استفادہ زیادہ نہیں کہ میراث پا کر وہ لوگ دولت مند ہو جائیں تو مستحب ہے کہ اپنے مال میں سے صدقہ و خیرات وغیرہ کی کچھ وصیت نہ کرے اور سب تر کہ وارثوں کے لئے چھوڑ دے کیونکہ جب یہ لوگ بھی مفلس اور حاجت مند بن تو ان کو بھی جو کچھ نفع اور فائدہ میت کے مال سے ہو گا اسکا ثواب اور اجر میت کو مثل صدقہ اور خیرات سے بلکہ اُس سے بھی دو چندان حاصل ہو گا۔

جائزہ اگر کوئی وارث نہ ہو تو کل مال کی وصیت کر دینا جائز ہے معتبر ہر اور اپنے تجسیر و تکفین وغیرہ کے لئے ایسے تمام امور کی وصیت کر دینا جائز ہے جو شرعاً ممنوع و مکروہ نہ ہوں مثلاً یہ کہ فلان جگہ دفن کرنا فلان شخص نماز پڑھاوی وغیرہ وغیرہ

مکروہ و حرام - مکروہ و حرام ہے اُن امور کی وصیت کرنا جو خلاف سنت ہیں یا شریعت میں حرام و ناجائز ہیں یا ایسے لوگوں کے لئے وصیت کرنا جو معصیت خداوندی اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں اور غالب گمان یہ ہے کہ اسکے مال کو بھی اُسی میں صرف کریں گے

اللہ تعالیٰ نے مِیْلَ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُوصِیْ بِهَا اَقْدٰیْنِ غَیْرَ مُضٰرٍّ اَرْشٰد فرما کر ایسی وصیت کرنے کی ممانعت فرمادی ہے جس سے وارثوں کو ضرر پہنچے اور اسکی چند صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) ثلث سے زیادہ وصیت کر جائے گو یہ پوری نہ کیجائیگی لیکن گناہ ہوگا اور گناہ بے لذت (۲) کسی شخص کی امانت کا یا قرض کا اقرار کر لے اور فی الحقیقت اسکے ذمہ پر واجب نہ ہو بلکہ وارثوں کے حصہ میں کمی اور نقصان کرنا منظور ہو۔

(۳) اپنا قرض جو دوسروں کے ذمہ پر واجب تھا اُس کے وصول پانیکا جوڑنا اقرار کرے تاکہ وارث اُس سے نہ لے سکیں

(۴) کوئی نہایت بیش قیمت چیز بلا ضرورت صرف وارثوں کا نقصان کرنے کے لئے بہت کم قیمت میں کسی کے ہاتھ فروخت کر دے یا کوئی ردی اور کم درجہ چیز بڑی بھاری قیمت

عہ نقولہ علیہ السلام فی سوال جابر رضی اللہ عنہ انک لن تنفق نفقة الا اجرت فیہا الخ ۱۲ عہ یعنی بطریق مذکورہ بالا میراث تقسیم کیجائے بعد وصیت پورا کرنے اور دین ادا کرنے کے۔ لیکن وصیت کرنے والے کو دار ثون کا خیر رسان نہ ہونا چاہئے ۱۳ عہ دیکھیں صفحہ ۶۳ پر مسئلہ ۱۳۷ ۱۲ ناشر



خریدے (۵) ثلث مال کی وصیت کرے لیکن ذاب کی نبت اہ کوئی ضرورت نہو وارثوں کا حصہ کم کرنا منظور ہو۔

(۶) بلا قصور وارثان زندگی میں سب مال کا فیصلہ کر کے وارثوں کو

محروم کر جائے۔ یہ سبب تصرفات جائز و نافذ ہوں گے لیکن گنہگار اور عاصی ہو جائیگا  
بعض میں بہت زیادہ بعض میں کم

## وصیت کس طرح پوری کی جائے اور کونسی کی جائے اور کونسی نہ کی جائے

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ کفن و دفن اور اداسے قرض و حقوق کے بعد جو مال باقی رہے  
اُسکے ایک ثلث میں وصیت جاری ہوتی ہے۔ پس اگر میت نے چند وصیتیں کیں جو ثلث  
مال میں انجام نہیں پاسکتی اور زیادہ خرچ کرنے کی وارثوں نے اجازت نہیں دی تو جو ضروری  
اور واجب امور کی وصیتیں ہیں انکو پہلے پورا کیا جائے اُسے کچھ باقی رہے تو غیر ضروری  
وصیتیں بھی پوری کی جائیں۔ مثلاً اپنی نماز کا فدیہ دینے کی وصیت کی ہے اور ایک گناہ  
بنوائیگی بھی وصیت کی ہے اور دونوں کا م ثلث مال میں پوری نہیں ہو سکتے تو نمازوں کا  
فدیہ ادا کر دیں اور چاہ بنوانا ملتوی رکھیں یا مثلاً اپنے قضا شدہ روزوں کے فدیہ کی بھی  
وصیت کی اور قربانی ادا کرنے کی بھی تو روزوں کا فدیہ ادا کر دیں کیونکہ روزے زیادہ ضروری  
فرض ہیں قربانی کم درجہ ہے فرض نہیں واجب ہے۔ اسی طرح دوسری چیزوں میں ضروری  
وصیتوں کو مقدم رکھیں گو وصیت کرنا واسے نے یہ ترتیب نہ رکھی تھی

اور اگر سب برابر درجہ کی وصیتیں ہیں زیادہ ضروری اور غیر ضروری ہونیکا فرق نہیں تو وصیت  
کرنے والے نے جسکی وصیت پہلے کی تھی اُسکو پہلے پورا کیا جائے پھر کچھ مال باقی رہے تو  
دوسری کو پورا کریں ورنہ نکلین مثلاً روزے کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت بھی کی اور نماز کا بھی یہ  
دونوں برابر ہیں (کیونکہ دونوں فرض ہیں) اسلئے جسکی وصیت پہلے کی تھی اُسکو مقدم کریں

سوائے ہر اول کے چنانچہ بیان ہوا ۱-۱۲

یا حج و زکوٰۃ ادا کرنے کی وصیت کی تھی اور دونوں پورے نہیں ہو سکتے تو جسکی وصیت پہلے کی ہو وہ ادا کیا جائے (بعض معتبر علما کا قول ہے کہ حج و زکوٰۃ اگر دونوں ادا نہ ہو سکیں تو زکوٰۃ کو مقدم کر کے ادا کر دینا چاہئے) یا مثلاً ایک ہزار روپیہ کی وصیت مسجد کے لئے کی تھی اور ایک ہزار کی مدرسہ کے لئے اور اب ثلث مال صرف ایک ہزار ہے تو جسکی وصیت پہلے کی تھی اُسکو پورا کیا جائے۔ اب وصیت پورا کرنے کے متعلق مفید قواعد و مسائل ملاحظہ کرو۔

(۱) اگر حج کی وصیت کی ہے تو اُسکے وطن سے مکہ معظمہ تک آمد و رفت اور سواری وغیرہ جملہ ضروریات کا خرچہ دیکر کسیکو حج کے لئے بھیجا جائے اگر ثلث مال میں استقدر خرچ پورا نہ ہو سکے تو جب تک سے ممکن ہو بھیجا جائے مثلاً بمبئی سے کسیکو بھیج دیں گے تو بمبئی سے روپیہ کی کفایت رہے گی اور اگر بہت ہی کم مال ہو تو جدہ سے کسیکو مقرر کر دیا جائے۔ لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہجرت دینا جائز نہیں۔

(۲) اگر زید کی اولاد کے لئے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کی تو وہ روپیہ زید کی اولاد میں تقسیم کر دیا جائے اور لڑکے اور لڑکیوں کو برابر حصہ دیا جائے۔ اور جب تک زید کے بیٹا بیٹی میں سے کوئی بھی موجود ہو گا پورا پوری اور نواسہ نواسی کو کچھ نہ ملے گا گو عرف میں اکلوی بھی اولاد کہتے ہیں مگر اصل اولاد بیٹا بیٹی ہیں۔

(۳) اگر وصیت کی کہ پچاس روپیہ کے گندم فلان شخص کو دیدینا یا فقیروں کو دیدینا تو اسکی جگہ نقد روپیہ دیدینا بھی جائز ہے۔

(۴) علیٰ ہذا القیاس اگر پچاس روپیہ نقد کی وصیت کی تو میت کے گھر سے پچاس روپیہ کا

غلہ دیدینا بھی جائز ہے

(۵) اگر کسی جانور یا مکان وغیرہ کو فروخت کر کے قیمت کو صدقہ کرنے کی وصیت کی ہو تو اگر خود ہی چیز صاحبان وصیت کو دیدی جائے تو جائز ہے

(۶) اگر کسی کپڑے وغیرہ کو صدقہ کرنے کی وصیت کی تو وارثوں کو اختیار ہے کہ اس کپڑے کی قیمت صدقہ کر دیں اور اُسکو رکھ لیں

قال صاحبہ  
مجموعہ

(۷) اگر کہا کہ پانسو روپیہ دیکر حج کر دینا اور صرف چار سو روپیہ میں حج ادا ہو گیا تو باقی روپیہ دارثوں پر تقسیم کیا جائے۔

(۸) اگر حد سے زیادہ قیمتی کفن کی وصیت کی تو پوری نہ کی جائے بلکہ متوسط درجہ کا کفن دیا جائے (جس کا بیان گذر چکا)

(۹) اگر کسی شخص نے ٹاٹ خرید کر رکھا اور وصیت کی کہ مجھ کو اس کا کفن دینا اور مجھ کو طوق و زنجیر سے جکڑ کر قبر میں دفن کرنا تو یہ وصیت پوری نہیں کی جائے گی بلکہ بقاعدہ مسنون کفن دفن کیا جائے گا۔

(۱۰) اگر باوجود وسعت کے یہ وصیت کی کہ مجھ کو صرف ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا یا صرف دو کپڑے کفن میں دینا تو اس وصیت کو پوری نہیں کریں گے بلکہ کفن مسنون دینگے۔ اس طرح اگر وصیت کی کہ میری نعش کو جانوروں سے کمانے کے لئے ڈال دینا یا آگ میں جلا دینا تو یہ حرام ہے ہرگز پوری نہ کی جائے۔

(۱۱) جب قرض اس قدر ہو کہ ادا ہونیکے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے تو ہر قسم کی وصیت بیکار اور باطل ہے اگر قرض خواہ اپنا قرض معاف کر دین تو جو کچھ مال رہ جائے اُسکے ثلث میں وصیت پوری کی جائے

فائدہ۔ اگرچہ قرآن مجید میں وصیت کا ذکر پھلے کیا گیا ہے اور دین کا پیچھے لیکن اس ترتیب سے بقاعدہ لغت عرب یہ نہیں سمجھا جاتا کہ ان چیزوں کے ادا کرنے میں بھی یہی ترتیب ہو بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتلادیا کہ دین مقدم ہے اور وصیت اُسکے بعد قَالَ عَلٰی سُرَّائِیْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَدَا بِالْاَدِّیْنَ قَبْلَ الْوَصِیَّةِ۔ الفاظ قرآن میں ترغیب و تاکید کے لئے وصیت کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ اس کا پورا کرنا دارثوں پر بہت شاق گذرتا ہے اور خوف خداوندی کے سوا کوئی تقاضا کرنے والا اور محرک بھی نہیں ہوتا۔ دین اور قرض کے لئے تو فرخندہ ہر وقت سر پر سوار ہوتا ہے اور وصول کر لیتا ہے

(۱۲) اگر وصیت کی کہ مجھ کو میرے مکان ہی میں دفن کر دیا جائے تو یہ وصیت باطل اور ناقابل اعتبار ہے (ہاں اگر سب وارث اجازت دین تو دفن کر دیا جائے)

(۱۳) اگر کوئی میت کہے کہ یہ مال فلان شخص سے میں نے بطریق ناجائز وصول کیا تھا تم اسکو صدقہ کر دینا تو اگر اس مال کا اصل مالک زندہ ہے تو مال سی کو دیدینگے اور صدقہ نہ کرینگے۔ اور اگر وہ مالک اور اسکے وارث بھی موجود معلوم نہیں تو مال کو صدقہ کر دیا جائے گا۔  
(۱۴) جب کوئی میت کہے کہ فلان بزرگ میری نماز پڑھائیں اور فلان جگہ دفن کیا جاؤ اور فلان قسم کا کفن دیا جائے تو ان وصیتوں کا پورا کرنا ضروری نہیں البتہ اگر پورا کر دین تو بہتر ہے بشرطیکہ کوئی وجہ شرعی مانع نہ ہو۔

(۱۵) اگر کہا کہ مجھکو فلان بزرگ کے مقبرے میں دفن کرنا اور وہاں تک لیجانے میں صرف زیادہ ہوتا ہے تو اگر سب وارث اس خرچ پر راضی ہوں تو وصیت پوری کی جائے ورنہ نہیں۔

(۱۶) اگر میت کہے کہ میرے بعد اس قدر طعام پکا کر حاضرین کو کھلانا تو یہ وصیت نامعتبر ہوگی اگر یوں کہا کہ فقرا و مساکین کو یا کہا کہ طالب علموں کو کھلانا تو جائز ہے۔  
(۱۷) اگر وصیت کی کہ زید میرے مکان میں رہا کرے تو جائز و معتبر ہے مکان میں رہنے کا زید کو مدۃ العمر اختیار رہے گا لیکن مالک نہ ہوگا اور اگر وصیت کرنا والے نے اس مکان کے سوا کچھ مال ہی نہیں چھوڑا تو زید کو صرف ایک نلک مکان میں رہنے کا حق حاصل ہوگا۔  
(۱۸) اگر وصیت کی کہ فلان شخص کو ایک گھوڑا یا فلان قسم کا کپڑا یا برتن دیا جائے تو جس چیز کی وصیت کی ہے وہ متوسط درجہ کی میت کے مال میں سے دیدینگے نہ بہت اعلیٰ قسم کی نہ کم درجہ۔ اور اگر وہ چیز میت کے مال و اسباب میں موجود نہیں تو اسکی قیمت دی جائے گی۔

(۱۹) اگر یوں کہا کہ میرے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا زید کو دیدینا یا میری اشرافیوں میں سے پانچ اشرافیان زید کو دیدینا اور میت کے مال میں یہ چیزیں موجود نہیں تو وصیت بالکل باطل اور بیکار جائے گی۔

(۲۰) اگر اپنے مقرض سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم قرض سے بری ہو یہ بھی مثل وصیت سمجھا جائے گا اور نلک مال سے معاف ہوسکے تو معاف ہوگا ورنہ وارثوں

کی رضا پر موقوف رہے گا۔

(۲۱) اگر وصیت کی کہ میری کتابوں کو یا فلاں چیز کو دفن کر دینا تو یہ وصیت پوری نہ کیجائے البتہ اگر وہ کتابیں یا چیزیں ایسی ہوں جنکو کوئی سمجھ نہیں سکتا اور نفع نہیں اٹھا سکتا یا ایسی لغو اور خلاف حق اور باطل مضمون کی کتابیں ہوں جنکے شائع ہونے میں بڑی خرابی سے تو دفن کر دی جائیں

## وصیت سے پھر جانیکا بیان

جب وصیت کر دی اور عام طور سے لوگوں کو معلوم ہو گئی یا گواہ موجود ہوں تو انکار کرنے سے وصیت باطل نہیں ہوگی اور یہ کہنا معتبر نہ ہوگا کہ میں نے وصیت نہیں کی۔ البتہ اگر وہ کہے کہ میں اس وصیت سے رجوع کرتا ہوں یا اسے جاری کرانا نہیں چاہتا یا اس وصیت کو فسخ کرتا ہوں تو وصیت باطل ہو جائیگی گویا کی ہی نہیں تھی جب تک وصیت کر نیو لا زندہ ہے اسکو اس طرح وصیت کو باطل کر دینے کا پورا اختیار ہے۔ اس طرح اگر زندگی میں کوئی ایسا تصرف اور فعل کرے جس سے معلوم ہو کہ وصیت سے پھر گیا ہے تب بھی وصیت باطل ہو جائے گی مثلاً ایک مین کی کسی کے لئے وصیت کی تھی پھر اسی زمین میں اپنا مکان بنالیا یا بکری کی وصیت کی تھی اور پھر اسی کو فروخت کر دیا یا کسی کپڑے کے تھان کی وصیت کی تھی پھر اسی کو قطع کر کے کپڑے بنوائے تو ان سب صورتوں میں سمجھا جائے گا کہ وصیت سے رجوع کیا اور پھر گیا۔

اگر کسی خاص زمین یا خاص مکان یا کپڑے یا جانور وغیرہ کی وصیت کی تھی اور پھر وہ کسی طرح اسکے قبضہ سے نکل گیا یا ہٹ گیا تو وصیت باطل ہو گئی کیونکہ جس چیز کی وصیت کی تھی وہ موجود ہی نہ رہی۔

اگر حالت مرض میں وصیتیں کیں اور پھر صحت یاب ہو گیا تو یہ وصیتیں باطل نہ ہوں گی جب کبھی انتقال کرے گا اسکی موت کے بعد پوری کی جائیں گی اور اگر قید رہے گا تو تھی کہ اگر مرض میں مر جائے

تو فلان فلان کو اس قدر دیتا تو یہ وصیت صحیاب ہونیکے بعد باطل ہو جائیگی

## وصی کا ذکر

وصیت کر نیوالا میت جس شخص کو اپنی موت کے بعد تصرفات جاری کرنیکے لئے اپنا نائب اور وکیل مقرر کرے اسکو وصی کہتے ہیں جبکو وصی بنایا تھا اگر اُس نے زبان سے قبول کر لیا تب بھی اُسپر لازم ہو گیا یا کوئی کام ایسا کیا جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ شخص وصی بننے پر راضی ہے تب بھی وصی بن گیا۔ لیکن جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہو وصی کو اختیار ہے کہ وصی بننے سے انکار کر دے البتہ اُسکی موت کے بعد اختیار نہ رہے گا۔ اگر ایک شخص کو بعض امور کا وصی بنایا اور دیگر امور کا کچھ ذکر نہیں کیا اور نہ اُسکے لئے کسیکو وصی بنایا ہو تو تمام امور کا وصی بھی شخص سمجھا جائے گا۔ اگر تمام امور میں دو شخصوں کو وصی بنایا ہے تو ان دونوں کو باہم ملکر کام کرنا چاہئے صرف ایک شخص اگر تصرفات کرے گا تو ناجائز ہوں گے۔ البتہ اگر تجویز و تکفین کا انتظام اور میت کی اہل و عیال کی ضروریات کو ایک شخص ہی انجام دے تو جائز و معتبر ہوگا۔

وصی بننا اور پھر دیانت داری سے کام کرنا نہایت ہی دشوار اور سخت مشکل ہے لہذا اس سے حتی الوسع بچنا چاہئے اور ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے اور اگر بمقتضائے ضرورت و مصلحت کبھی اختیار کرے تو مواخذہ خداوندی اور عذاب آخرت سے ڈر کر پوری دیانت داری اور خیر خواہی سے کام کرنا چاہئے مال مفت سمجھکر بیجا صرف کرنا اور بلاپس و پیش مالکانہ تصرف کرنا ہرگز نہ چاہئے۔ البتہ اگر اُس کے انتظام میں اپنے فکر معاش کی فرصت نہ ملتی ہو تو بقدر ضرورت اپنے اخراجات اور ضروریات کے لئے وصیت کرنے والے کے مال سے لینا جائز ہے جسکا ذکر کتب فقہ میں مفصل موجود ہے واللہ الموفق والمعین۔

# تیسرا باب محرم و محجوب غیر کا بیان

## فصل اول جو چیزیں میراث پانیسے محرم کر دیتی ہیں

میت کا مال بوجہ ایک علاقہ اور تعلق اور رشتہ داری کے خدائے تعالیٰ نے اُسکے بعد موجودہ وارثوں کو عطا فرمایا ہے۔ پس اگر کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے تعلق نہ رہے اور ایک قسم کی جدائی اور علیحدگی اور نفرت ثابت ہو جائے تو اُس وارث کو میراث نہ ملے گی وہ امور یہ ہیں۔ قتل مورث۔ اختلاف دین۔ غلامی۔ اختلاف ممالک و سلطنت۔ یہ ان چار امور کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

**قتل** اگر بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً مار ڈالا تو یہ وارث میراث سے بالکل محروم ہوگا خواہ کسی کاٹنے والی دھار چیز سے قتل کیا ہو (مثلاً تلوار۔ چھرا۔ کرچ۔ سنگین۔ بانس کی تیز کھپانچ وغیرہ) یا کسی بڑی موٹی بھاری زوردار چیز سے مارا ہو جسکے مارنے سے عموماً آدمی مر جاتے ہیں (جیسے موٹا لٹھ۔ بندوق۔ پتھر وغیرہ) یا کسی چھوٹی چیز کے مارنے سے مر جائے جس سے عموماً لوگ مر نہیں جاتے (مثلاً پتلی چھڑی چھوٹا پتھر۔ فچی۔ طباخہ وغیرہ) اور خواہ یہ قتل عمداً واقع ہوا ہو یعنی قتل کر نیکے قصد ہی سے مارا ہو یا خطا ایسا ہو گیا یعنی غلطی سے مارا گیا۔ مثلاً ہرن کو گولی یا تیر مارتا تھا نشانہ خطا کر گیا اور مورث پر جا لگا۔ یا بندوق درست کر رہا تھا بلا قصد چل گئی اور مورث کو گولی لگ گئی یا کوئی چاقو یا بڑی چیز اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر مورث پر جا پڑی وہ اس کے صدمہ سے مر گیا۔

اگر نابالغ یا مجنون نے اپنے مورث کو قتل کر دیا تو میراث سے محروم نہ ہوگا کیونکہ نابالغ

یہ بیان عمد و شبه عمد کے حکم میں چونکہ فرق نہیں لہذا التفصیل غیر ضروری ہے خصوصاً للعوام و ترک بعض تفصیل ہذا المسئلة لبلا یحتر علیہ الناس من شر الوساوئل الخ ۱۲

اور مجنون کے اکثر افعال شرعاً مستوجب سزا و جزا نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر ظلماً نہیں مارا بلکہ مورث ناحق اسپر حملہ کرتا تھا اسے اپنے بچانے کے لئے اسپر وار کیا اور وہ مورث مر گیا تو یہ وارث میراث سے محروم نہ ہوگا۔ یا مورث پر سزا میں کسی درجہ سے شرعاً قتل واجب ہوا اور بادشاہ یا قاضی کے حکم سے وارث نے قتل کر دیا تو بھی میراث سے محروم نہ ہوگا۔ کیونکہ ان سب صورتوں میں قتل ظلماً نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی رشتہ دار عورت کو زنا کی خطا پر مار ڈالا تو یہ ماریوالا وارث محروم نہ ہوگا بشرطیکہ یہ جرم گواہوں سے ثابت ہو گیا ہو اختلاف دین۔ اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر ہے (خواہ ہندو ہو یا عیسائی یہودی آتش پرست ہو یا آریہ) تو اسکی میراث مسلمان کو نہیں ملے گی بلکہ اگر اُسکے کافر وارث موجود ہوں تو ان کو دی جائیگی اور اگر کوئی بھی نہ ہو تو بیت المال میں جمع کی جائے گی اور اگر مورث مسلمان ہے اور وارث کافر ہے تو اُسکو بھی مورث کی میراث نہ ملے گی بلکہ جو وارث مسلمان ہیں انکو دی جائے گا مثلاً کسی ہندو کا بیٹا مسلمان ہو گیا اب اُسکے انتقال پر باپ کو کچھ حصہ نہ ملے گا ہاں اگر اُس بیٹے کی زوجہ یا اولاد مسلمان ہو تو اُنکو ترکہ دیا جائے گا اور اگر کوئی بھی مسلمان وارث نہ ہو تو بیت المال وغیرہ میں صرف کیا جائے گا اسلام کے سوا جتنے مذہب و فرقے ہیں ان کا مقدمہ اگر اسلامی عدالت میں آوے تو ان میں باہم میراث جاری کرانی جائے گی مثلاً بیٹا یہودی اور باپ نصرانی ہے تو ان میں باہم میراث جاری ہو نیکا حکم دیا جاتا ہے یا شوہر ہندو برہمن ہے اور زوجہ عیسائی میم صاحب ہیں ان میں سے اگر ایک مر جائے تو دوسرے کو میراث پہونچنے کا فیصلہ کیا جائیگا۔ لیکن مسلمان کو ان فرقوں میں سے کسی کے مال میں سے بھی میراث نہیں پہونچ سکتی۔ اور نہ مسلمان کے انتقال پر ان فرقوں میں سے کسی شخص کو کچھ حق مل سکتا ہے۔ مثلاً کسی ہندو کا بھائی مسلمان ہو گیا ہے اب اگر وہ مر جائے تو اُس مسلمان کو ہرگز کچھ نہ پہونچے گا علیٰ ہذا القیاس اگر کسی مسلمان نے میم صاحب نکاح پر موصول ہو گیا تو مسلمان شوہر کی وفات پر زوجہ کو میراث نہ ملے گی البتہ اگر مراد اُنکیا ہو تو دیا جائے گا اور اگر میم صاحب شوہر کی زندگی میں کوچ کر گئیں تو شوہر کو کچھ بھی نہ ملے گا

بنیادی اصول ہے کہ اگر کسی شخص کی وفات ہو جائے تو اس کے مال میں سے میراث جاری کرانی جائے گی



جو شخص مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے وہ بھی کافرون کے مانند اہل اسلام کی میراث سے محروم رہے گا۔ البتہ اُسکے مارے جانے یا کافرون سے مل جانے کے بعد اگر اُسکا مال اہل اسلام کے قبضہ میں ہو تو حالت اسلام میں حاصل کیا ہو مال اُس کے مسلمان وارثوں پر تقسیم کر دیا جائے اور حالت ارتداد کی کمائی یعنی اسلام سے پھر جانے کے بعد جو کچھ کمایا ہے وہ بیت المال میں داخل کیا جائے۔ عورت اگر دین سے پھر جائے اور کافرون سے مل جائے یا قتل کی جائے تو اُسکا مال مسلمان وارثوں کو پھونچے گا خواہ حالت اسلام میں وہ مال اُسکو حاصل ہوا ہو یا مرتد ہونے کے بعد۔

مقلد و غیر مقلد شافعی و حنفی المذہب و غیرہ میں باہم بلاشبہ و بلا اختلاف میراث جاری ہوتی ہے۔ یعنی اگر کوئی مقلد مر جائے تو اُسکے غیر مقلدوں وارثوں کو بھی میراث پھونچے گی۔ اس طرح اگر کسی غیر مقلد کا انتقال ہو جائے تو مقلدوں کو اُسکی میراث حسب عہد شریعہ پھونچ دی جائے گی علیٰ بن ابی القیس شافعی المذہب میت کے مال سے حنفی وارثوں کو حصہ دے کر یہ لکھا اور حنفی میت کے ترکہ میں سے شافعی المذہب حصہ دار حصہ پائینگے

شیعہ و سنی میں اکثر علماء کے نزدیک میراث جاری ہوتی ہے یعنی سنی میت کے شیعہ وارث میراث سے محروم نہ ہوں گے۔ اس طرح شیعہ کے ترکہ میں اہل سنت حسب عہد حصہ اور میراث پائیں گے قادیانی جو ختم رسالت کے منکر ہو انکا حال مثل کافرون کے ہے علامی غلام جو نہ شرعاً قابلیت مالک ہونے کی نہیں رکھتا اُسکے قبضہ میں جو کچھ آتا ہے وہ اُسکے مالک و آقا کی ملک ہو جاتا ہے لہذا اگر غلام کا کوئی رشتہ دار مر جائے تو اُسکے مال میں سے غلام کو میراث نہ ملے گی بلکہ محروم رہے گا کیونکہ اگر اسکو حصہ دلایا جائے تو وہ ایک ایسے شخص کی ملک ہو جائیگا جو اس مال کا مستحق نہ تھا اور غلام کے انتقال پر اُسکے وارثوں کو میراث اسلئے نہیں ملتی کہ غلام جب حالت غلامی میں مرتا ہے تو اسکا کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہتا کیونکہ

۱۔ میراث المسلمین میں یہ مسئلہ دیکھ کر ایک صاحب بہت خفا ہوئے تھے پھر کسی کو اگر شک ہو تو درختار و شامی و فتح القدیر کی وہ عبارتیں دیکھ لیں جو مولانا عبد العلی بحر العلوم رحمہ نے مسلم الثبوت کی شیعہ میں نقل فرمائی ہیں یا شامی نے جو باب المرتد میں تحقیق و تفصیل فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ البتہ وہ شیعہ جو بالکل کفریہ عقائد رکھتا ہو تو اُسکا حال مثل کافرون کے سمجھا جائیگا ۱۲

وہ کسی چیز کا مالک ہی نہ تھا۔ جو کچھ اسباب و مال سکے قبضہ میں ہے وہ زندگی میں بھی آقا اور مالک کا مملوک تھا اور غلام کے مرنے کے بعد بھی اُسی کا مملوک رہا اب غلام کے وارثوں کو کہاں سے حصہ بھونچے اور کیسے میراث حاصل ہو

اختلاف ممالک ظن یعنی میت اور وارث کے ملک و لایت کا مختلف ہونا۔ مسلمان کا وارث گو کتنی ہی بعید و لایت اور مختلف ملک میں رہتا ہو اپنے مورث کے مال سے محروم نہ رہے گا خواہ کتنا ہی بعد المشرقین ہو اور دونوں کی سکونت مختلف سلطنتوں میں ہو

البتہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں اُن میں اگر میت اور وارث دو مختلف ملکوں میں رہتے ہوں اور اُن سلطنتوں میں باہم صلح بھی نہ ہو تو دوسرے ملک کے رہنے والے میت کی میراث اُسکے وارث کو نہ بھونچے گی اور مختلف ملکوں میں رہنا باعث محرومی میراث کا ہو جائیگا۔ فرض کرو کہ ہندوستان کی گورنمنٹ انگریزی اور روس کی گورنمنٹ میں صلح نہ رہے تو ہندوستان کا باشندہ شریعت اسلامی کے قاعدہ سے مملکت روس کے باشندے کی میراث اور ترکہ

نہیں پاسکتا جیسا کہ بعض دوسرے مواقع پر بھی اس کتاب میں غیر ضروری امور کو محض تکمیل کتاب اور سرسری اطلاع کے لئے ذکر کر دیا گیا ہے اس طرح پر میراث سے محروم ہونیکا سوم و چہارم سبب کو ذکر کیا گیا ورنہ غلامی تو آج کل (خصوصاً ہندوستان میں) بالکل ہی

مفقود ہے۔ اور جو تھا سبب یعنی اختلاف ملک بھی کہیں نہیں پایا جاتا۔ تمام سلطنتوں میں باہم صلح ہے ایک حکومت کا سفیر دوسری جگہ رہتا ہے دوسرے بادشاہ کی رعایا کی حفاظت اپنی رعایا سے بھی زیادہ کیجاتی ہے باطنی مخالفت و قلبی عداوت کے ساتھ باضابطہ اور ظاہری صلح نے دہشتی نے بالکل ختم کیا ہے قُلُوبُهُمْ حَبِيْعًا و قُلُوبُهُمْ مَعَشِقًا کا مصداق بنا دیا ہے اور

سلطنتوں کا اختلاف اگر پایا بھی جائے تو اہل اسلام کے حق میں اسکا اعتبار نہیں صرف غیر مسلموں کے لئے ایسا اختلاف ممالک باعث محرومی میراث ہے لیکن انکو آج کل نہ اسلامی قاعدہ سے فیصلہ کرانے کی ضرورت ہے نہ مسئلہ پوچھنے کی۔

چار مذکورہ بالا سببوں کے علاوہ موت کے وقت کا معلوم نہ ہونا بھی میراث سے محروم ہونے کا ایک سبب ہے یعنی یہ معلوم نہ ہونا کہ پہلے کون مرا ہے اور پیچھے کون مثلاً

ایک جہاز میں بہت سے رشتہ دار ایک ساتھ غرق ہو گئے یہ معلوم نہ ہوا کہ کون شخص پہلے مرا، کون پیچھے یا مکان و دیوار گر کر چند آدمی مر گئے یہ معلوم نہ ہوا کہ کون شخص پہلے مرا ہے کون پیچھے ایسی صورت میں ان لوگوں میں سے کوئی دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور وقت موت کا معلوم نہ ہونا گویا محرومی میراث کا باعث ہو جائیگا یحیٰی یون سمجھینگے کہ گویا سب ایک ہی ساتھ مرے ہیں نہ یہ اُسکا وارث ہوگا نہ وہ اُسکا۔ انکے بعد جو وارث موجود رہے ہیں اُنکو میراث و بجائیگی۔ مثال۔ احمد علی اپنے بڑے بیٹے رحمت علی کو ہمراہ لیکر غازی آباد سے ریل میں سوار ہوا وطن میں دو چھوٹے بیٹے قدرت علی اور عظمت علی سے اور دو پوتے یعنی رحمت علی کے بیٹے نصرت علی اور شوکت علی زحستہ میں گاڑیاں لڑ گئیں اور احمد علی و رحمت علی باپ بیٹے دونوں مردہ پائے گئے۔ اب اگر یون سمجھیں کہ احمد علی کا انتقال پہلے ہوا ہے رحمت علی اُسکا بیٹا دو چار منٹ کے بعد مرا ہے تو احمد علی کی جائداد تین حصوں پر تقسیم ہو کر تینوں بیٹوں ایک ایک حصہ پہونچ گیا اور چونکہ رحمت علی کا بھی فوراً ہی انتقال ہو گیا لہذا اُسکا حصہ اسکے بیٹوں نصرت علی و شوکت علی کو پہونچ گیا لیکن ایسا نہیں سمجھتے اور اس طرح تقسیم نہیں کرتے بلکہ یون سمجھا جاتا ہے کہ احمد علی اور اُسکا بیٹا رحمت علی ساتھ ہی مرے ہیں لہذا رحمت علی کی جائداد دو حصہ ہو کر اُسکے دونوں بیٹوں نصرت علی کو مل جائیگی پوتے محروم رہیں گے۔ کیونکہ ان کے باپ رحمت علی کو کچھ حصہ ہی نہیں ملا جو بیٹوں تک پہونچتا بلکہ وہ گویا پاب کے ساتھ ہی مر گیا اور کچھ میراث نہ پائی۔ غرض اس صورت میں موت کا حال اور وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے رحمت علی میراث سے محروم رہا اور اسی وجہ سے اُسکے بیٹے بھی محروم رہ گئے۔ معلوم نہیں فی الحقیقت وہ باپ سے پہلے مرا تھا یا پیچھے۔

چھٹا سبب میراث سے محروم رہنے کا نبوت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ انبیاء نہ اپنے کسی رشتہ دار سے میراث پاسکتے ہیں نہ ان کی میراث کسی کو پہونچتی ہے۔ چنانچہ میراث کی حقیقت میں اس کا بیان گذر چکا ہے۔ لیکن چونکہ ہماری ناخیز کتاب صرف عام مسلمانوں کے لئے لکھی گئی ہے لہذا اس جیسے سبب کو مستقل اور خاص طور سے شمار کرنے کی ضرورت نہیں۔ کچھ انبیاء اور کچھ یہ کتاب : یہ ادنیٰ رسالہ وہ عالی جناب تر۔

## فصل دوسری اُن امور کا بیان باعث محرومی نہیں

صغیر سنی۔ یعنی کم عمر ہونے سے میراث اور حصہ میں کچھ کمی نہیں آتی پس اگر ایک شخص کے ایک بیٹا نہایت قوی جوان بھلوان عالم فاضل عاقل ہو اور دوسرا تین روز کا شیر خوار مر لیں بچہ ہو۔ تو دونوں کو میراث میں برابر حصہ ملیگا بلکہ حمل کیلئے بھی حصہ محفوظ رکھا جائیگا حال آخر کتاب میں معلوم ہو گا۔

نکاح ثانی کر لینے سے عورت اپنے شوہر کی میراث سے محروم نہیں ہوتی کیونکہ نکاح ثانی کوئی جرم نہیں جیسے پہلا نکاح جائز مسنون و باعث ثواب ہر اسی طرح دوسرا ہے بلکہ پہلے نکاح سے بڑھ کر اس کا ثواب و فضیلت ہے پس جو لوگ نکاح ثانی کو عار اور جرم سمجھ کر اسکی وجہ سے عورت کو شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہیں وہ نہایت سخت عذاب کے مستحق اور اعلیٰ درجہ کے گناہگار ہوتے ہیں بلکہ اصرار کر نیسے اندیشہ کفر کا ہے کیونکہ یہ رواج محض ہندوستان وغیرہ کے کفار کا ہے جنہوں نے عورتوں کو نکاح ثانی سے باز رکھنے اور روکنے کے لئے یہ سخت سزا یعنی محرومی میراث تجویز کی تھی۔ ایسے افعال اور اعتقاد شنیعہ سے توبہ کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے۔ عورت حسب قاعدہ شرعی یکے بعد دیگرے جس قدر دل چاہے نکاح کرے اپنے وفات یافتہ شوہر کے مال میں سے علاوہ مہر کے میراث کی پوری مستحق و حق دار ہوگی۔

نافرمان یا بدکار ہو نیسے کوئی شخص میراث سے محروم نہیں ہو سکتا اگر ایک بیٹے نے باپ کی تمام عمر خدمت کی اور مطیع و فرمانبردار رہا اور دوسرا کبھی پاس نہ پھٹکا بلکہ رنج و بے چاری رہا تو دونوں بیٹے برابر میراث مستحق ہوں گے اسی طرح اور کوئی رشتہ دار وارث جو ہمیشہ درپے آزار و مخالف رہا گو اسلینڈا و سانی کی وجہ سے گنہگار ہوگا لیکن میراث سے محروم نہ ہوگا اگرچہ میت نے زبانی یا تحریری کارروائی سے اسکو عاق و محروم بھی کر دیا ہو تو بھی

۱۵۔ لیکن ناواقفان کو غرری کا سبب سمجھتے ہیں۔ ۱۶ اتفاقاً علی ان المیراث یجب لمن لم یبلغ سن الرجولۃ

دلوکان ابن ساعۃ ۱۲ فتح جلد ۱۲ صفحہ ۱۲

محروم نہ ہوگا اور

نہ عاق کر دینے سے عاق ہوگا۔ ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ جو کچھ کسی کو دینا چاہتا ہے زندگی میں دیکر قبضہ کر جائے اور سب مال کا فیصلہ کر جائے جب میت کے بعد مال ہی نہ ہوگا تو یہ وارث جو نافرمان اور اذرا سان تھا خود ہی محروم ہو جائے گا۔ لیکن بلا وجہ و ضرورت شرعی کسی وارث کو حق سے محروم رکھنا بڑا گناہ اور معصیت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص (بلا وجہ شرعی) اپنے وارث کا حق قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا حق جنت سے قطع کر دیئے گا اس کا بیان باب اول کی فصل دوم میں یعنی میراث کی حقیقت کے آخر میں گذر چکا ہے

## فصل تیسری جب کا بیان

داروں کے حقوق کے بیان میں آپ پڑھیں گے کہ بعض رشتہ داروں کی موجودگی میں بعض داروں کا حصہ کم ہو جاتا ہے اور بعض کا حصہ بالکل مارا جاتا ہے مثلاً جب میت کے اولاد نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ میں سے ایک ثلث ملتا ہے اور اگر میت کی اولاد موجود ہو تو میت کی والدہ کو سُدس یعنی صرف چھٹا حصہ ملے گا۔ اور میت کے بیٹے کی موجودگی میں بھائی بالکل محروم رہ جاتا ہے پس اسی طرح کسی وارث کے حصہ کو بالکل روک دینے یا کم کر دینے کو جب کہتے ہیں۔ بعض وارث ایسے ہیں جنکی وجہ سے بعض عزیزوں کی میراث بالکل رُک جاتی ہے یعنی وہ بالکل محروم ہو جاتے ہیں اسکو محجب حرمان کہتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے دوسروں کا حصہ کم ہو جاتا ہے اسکو محجب نقصان کہتے ہیں پس جانتنا چاہئے کہ

(۱) بیٹا اور بیٹی کبھی محروم نہیں ہو سکتے اور کسی دوسرے وارث کی وجہ سے ان کا حصہ کم نہیں ہو سکتا یہ امر دیگر ہے کہ خود بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد زیادہ ہو کر تقسیم ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو بہت کم حصہ پہنچے لیکن کسی دوسرے رشتہ دار کی یہ مجال نہیں کہ ان کے حصوں میں خلل انداز ہو سکے۔ (۲) مرنے والے کا بیٹا یا بیٹی جو بچہ۔ شوہر ایسے وارث ہیں کہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کی میراث بالکل رُک جائے یا ان کبھی کبھی ان کا حصہ میت کی اولاد وغیرہ کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔

دجکا بیان آگے آتا ہے اور وارثوں کے حصّہ کے بیان میں مفصل مذکور ہوگا ملاحظہ ہو باب چہارم فصل او ۳ و ۵ و ۶

شہ قاعدہ اولیٰ دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا بیٹی اور مان باپ اور زوجہ و شوہر کبھی میراث سے محروم نہیں ہو سکتے مگر جب بیٹا مسلمان ہو اور باپ کافر ہو تو بیٹا میراث سے بالکل محروم ہو جاتا ہے اور بیٹا پھلے مر جائے تو باپ محروم رہتا ہے اسی طرح زوجہ یا شوہر میں سے ایک کافر ہو یا ایک وارث دوسرے کو قتل کر دے تو میراث سے محروم رہتے ہیں

جو اب یہاں ان وارثوں کا ذکر ہو رہا ہے جن میں محرومی میراث کے مذکورہ بالا سببوں میں سے کوئی بھی نہ پایا جائے۔ یہاں جو بعض جگہ کہا جاتا ہے کہ فلان کی وجہ سے فلان محروم رہیگا اسکا یہی مطلب ہے کہ دوسرے کی وجہ سے بالکل محجوب ہو جائیگا اور کچھ میراث نہ پائیگا یہاں وہ چار قسم کی محرومی مراد نہیں جو پہلے مذکور ہوئی۔ جو وارث ان سببوں کی وجہ سے محروم ہیں وہ تو گویا شرعاً موجود ہی نہیں ہیں ان کا وجود و عدم برابر ہے البتہ جو باپ بیٹا شوہر وغیرہ ایسے ہوں کہ محرومی میراث کے سبب ان میں نہ پائے جائیں وہ کبھی میراث سے خالی نہیں رہ سکتے اور جا بجا جو وارثوں کا ذکر اور احکام اس کتاب میں آتے ہیں سب جگہ وہی وارث مراد ہیں جو شرعاً بے اعتبار اور ناقابل میراث نہ ہوں اور اسباب محرومی سے پاک ہوں۔

(۳) دادی۔ ثانی۔ ہر قسم کی بہنیں پوتی۔ پڑپوتی۔ پوتی۔ پڑپوتی۔ دادا۔ پڑدادا۔ بھائی۔ بھتیجا۔ چچا۔ بھانجا۔ بھانجی۔ نواسہ۔ نواسی۔ نانا۔ ماموں۔ خالہ بھوپتی ایسے وارث ہیں کہ بعض صورتوں میں وارث ہوتے ہیں اور بعض دفعہ بوجہ موجودگی دوسروں کے بالکل لامدار اور محروم ہو جاتے ہیں۔

## حجب نقصان والو کا بیان

یعنی جبکہ حصہ دوسروں کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے  
(۱) میت کی ماں اور باپ کا حصہ تمام حصہ سے کم ہو کر چھٹا رہ جاتا ہے جبکہ میت کے بیٹا بیٹی۔ پوتی۔ پڑپوتی۔ پڑپوتی۔ پڑپوتی کوئی موجود ہو۔

(۲) میت کی مان تھائی سے چھٹے حصے کی طرف گرجاتی ہے جبکہ میت کے ایک سے زیادہ بہن بھائی موجود ہوں۔  
 (۳) میت کی مان کا حصہ کم ہو جاتا ہے جبکہ زوجہ اور باپ دونوں زندہ ہوں۔ اس طرح اگر میت کا باپ اور شوہر زندہ ہوں جب بھی مان کا حصہ کم ہو جاتا ہے (دیکھو باب ۴م فصل ۴)  
 (۴) شوہر کا حصہ نصف کی جگہ راج ہو جاتا ہے بوجہ زوجہ کی اولاد کے  
 (۵) زوجہ کا حق بجائے چوتھے حصہ کے آٹھواں رہ جاتا ہے بوجہ شوہر کی اولاد کے  
 (۶) پوتی کو بجائے نصف کے چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت کی ایک بیٹی موجود ہو۔  
 (۷) علاقائی بہن کا حصہ نصف کی جگہ چھٹا رہ جاتا ہے جبکہ ایک بہن حقیقی موجود ہو۔  
 (۸) دادا کو بجائے تسائی کے صرف چھٹا ملیگا جبکہ میت کی اولاد موجود ہو (اور باپ نہ ہو)  
 اور یہی حال پردادا کا سمجھو۔

## حجب حرمان والوں کا بیان

یعنی جو وارث دوسروں کی وجہ سے بالکل محروم رہتی ہیں  
 (۱) اخیانی یعنی مان کا شریک بھائی محروم ہو جاتا ہے میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی باپ دادا کے سامنے۔  
 (۲) پوتا پوتی محروم ہوتے ہیں بیٹے کے سامنے۔  
 (۳) پڑ پوتا پڑ پوتی محروم ہوتے ہیں بیٹے کی موجودگی میں بھی اور پوتے کی موجودگی میں بھی  
 (۴) پوتی محروم رہتی ہے جبکہ میت کی دو بیٹیاں موجود ہوں۔ یا کوئی بیٹا ہو۔  
 (۵) دادیاں اور تانیاں سب محروم رہتی ہیں اگر میت کی مان زندہ ہو۔  
 (۶) صرف دادیاں محروم رہتی ہیں باپ کے موجود ہونے کی وجہ سے  
 (۷) بھائی بہن ہر قسم کے محروم رہتے ہیں۔ اگر میت کے بیٹا پوتا یا باپ دادا کوئی زندہ ہو  
 (۸) علاقائی بہن محروم رہتی ہے (بشرطیکہ عصبہ نہ ہوئی ہو جبکہ دو سگی بہنیں موجود ہوں یا ایک سکا بھائی موجود ہو۔) (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل دہم) ع

ع علاقائی یعنی باپ شریک ع دیکھیں صفحہ ۱۱۱ ناشر

یعنی مان بیک

(۱۹) اختیانی بھائی بہن بالکل محروم ہو جاتے ہیں اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی یا باپ دادا کوئی موجود ہو۔

(۲۰) دادا اور پڑدادا محروم رہتے ہیں جبکہ باپ زندہ ہو۔

دادا پڑدادا محروم رہتا ہے جبکہ دادا زندہ ہو

(۲۱) بھتیجا محروم رہتا ہے جبکہ میت کے باپ بھائی بیٹا پوتا کوئی موجود ہو

(۲۲) چچا محروم رہتا ہے اگر میت کے باپ دادا پڑدادا بیٹا پوتا بھائی بھتیجا کوئی موجود ہو

(۲۳) نواسا نواسی۔ نانا۔ نانی۔ بھانجا۔ بھانجی۔ خالہ۔ ماموں۔ پھوپھی وغیرہ جملہ ذوی الارحام محروم ہو جاتے ہیں بوقت موجود ہونے ذوی الفروض یا عصباء کے۔

(۲۴) نانا۔ نانی۔ بھانجا۔ بھانجی۔ خالہ۔ ماموں۔ پھوپھی وغیرہ ذوی الارحام محروم ہو جاتے ہیں نواسہ نواسی کی موجودگی میں۔

(۲۵) بھانجا بھانجی۔ خالہ۔ ماموں پھوپھی وغیرہ محروم ہو جاتے ہیں۔ نانا۔ نانی کی موجودگی میں۔

(۲۶) خالہ۔ ماموں پھوپھی وغیرہ محروم ہو جاتے ہیں جب بھانجا بھانجی موجود ہوں۔

## حاجب نقصان یعنی حصہ کم کرنے والوں کا بیان

بیٹا۔ پوتا۔ میت کے مان باپ کا حصہ کم کر کے صرف چھٹا کر دیتا ہے شوہر کا بجائے نصف کے ربع کر دیتا ہے زوجہ کا ربع سے آٹھواں کر دیتا ہے۔

بیٹی۔ زوجہ کا حصہ چوتھے سے آٹھواں کر دیتی ہے۔ شوہر کا نصف سے ربع کر دیتی ہے پوتی کا بجائے نصف کر کے چھٹا کر دیتی ہے۔ باپ مان کا حصہ بجائے ثلث کے چھٹا کر دیتی ہے پوتی پڑپوتی میت کی مان کا حصہ تھائی سے چھٹا کر دیتی ہے زوجہ اور شوہر کا حصہ کم کر دیتی ہے جیسے بیٹا بیٹی کم کر دیتے تھے۔

باپ۔ اگر میت کی زوجہ یا شوہر موجود ہو تو مان کو کل مال کا ثلث نہیں حاصل ہونے دیتا

بلکہ زوجہ یا شوہر کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں ثلث دلواتا ہے حقیقی بھائی اگر دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو مان کے حصے کو تیسرے چھٹا

یعنی مان بیک

۷۵ دیکھو یادداشت سے دیکھو یادداشت ۱۲



کرا دیتے ہیں۔ اسبطح اگر ایک بھائی ایک بہن ہو تو بھی چھٹا کر دیتے ہیں۔  
 حقیقی بہن۔ علاقائی بہن کو نصف سے گرا کر چھٹے حصہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اگر دو یا دو سے زیادہ  
 ہمشیرہ ہوں تو مان کو چھٹے حصہ پر پہنچا دیتی ہے  
 واضح ہو کہ ذوی الفروض میں سے آٹھ وارث ایسے ہیں جو کسی کے حصہ کو کم نہیں کرتے اگرچہ  
 بعض وارثوں کو بالکل محروم کر دیتے ہیں لیکن ان کی وجہ سے حصہ کم کسی کا نہیں ہوتا۔ باپ  
 دادا۔ شوہر۔ زوجہ۔ دادی و نانی۔ اختیائی بھائی۔ اختیائی بہن۔ والدہ

## حاجت بیان یعنی محروم کرنے والوں کا بیان

بیٹا ہر قسم کے بھائی بہن کو محروم کر دیتا ہے۔ میت کی حقیقی بہن کو اور پوتے اور پوتی کو محروم کر دیتا  
 ہے۔ چچا وغیرہ جملہ قسم کے عصبات کو محروم کر دیتا ہے۔  
 پوتا۔ یہ بھی اُنہیں کو محروم کرتا ہے جنکو بیٹا کرتا تھا مگر پوتی اور پوتے کو محروم نہیں کرتا  
 باپ۔ دادا اور دادی کو محروم کر دیتا ہے ہر قسم کے بھائی بھینوں کو محروم کرتا ہے  
 دادا۔ اُن سب کو محروم کرتا ہے جنکو باپ کرتا ہے سوائے دادا دادی کے  
 مان۔ ہر قسم کی نانہون اور دادیوں کو محروم کرتی ہے۔  
 بیٹی۔ اختیائی بھائی بہن کو محروم کر دیتی ہے دو بیٹیاں ہوں تو پوتی کو بھی محروم کر دیتی ہیں  
 دُشہرہ طیکہ وہ عصبہ نہونی ہوں  
 بہن حقیقی دو ہوں تو علاقائی بہن کو محروم کر دیتی ہیں بشرطیکہ وہ عصبہ نہونی ہو۔  
 بھائی حقیقی۔ علاقائی بھائیوں کو اور ہر قسم کے بھتیجوں کو اور چچا وغیرہ کو محروم کرتا ہے  
 بھائی علاقائی۔ ہر قسم کے بھتیجوں کو اور چچا کو اور چچا کی اولاد کو محروم رکھتا ہے  
 یاد رکھو کہ ان چار وارثوں کی وجہ سے کوئی دوسرا وارث محروم نہیں ہوتا۔ شوہر۔ زوجہ۔ دادی  
 نانی۔ اختیائی بھائی۔ اختیائی بہن

فرق۔ جبکہ بیان میں ہم نے جس جگہ لکھا ہے کہ فلان محروم ہے اس سے محبوب و محب الرحمان  
 مراد ہے۔ یعنی دوسرے کی وجہ سے اُسکی میراث اس قدر روکی گئی کہ اسکو ایک حصہ بھی ملیگا

اگر یہ روکنے والا نہ ہوتا تو اسکو ضرور میراث پہنچتی۔ اور میراث سے محروم کر نہ والی چیزوں میں جو محروم لکھا گیا ہے وہاں یہ مراد ہے کہ اُس شخص میں میراث پانے کی قابلیت اور لیاقت ہی نہیں رہی۔ بس بھی فرق ہے محبوب و محروم میں کہ جو شخص بالکل محبوب ہو گیا ہے اُس میں میراث کی قابلیت موجود ہے اگر یہ حاجب اٹھ جائے تو میراث مل جائے جیسے کسی آئینہ پر دیوار کے حائل ہو جانے کی وجہ سے آفتاب کا نور نہیں پہنچ سکتا اگر دیوار کی آڑ نہ رہے اور دیوار ہٹ جائے تو آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑ کر اسوقت چمک اٹھے۔ جو شخص محرومی میراث کے اسباب سے محروم ہوا ہے اُس میں میراث لینے کی قابلیت ہی نہیں رہی جیسے سیاہ پتھر دیاسخت زنگ خوردہ آئینہ کو آفتاب کے سامنے رکھا ہے مگر روشن نہیں ہوتا کیونکہ خود ناقابل ہے اگرچہ کوئی حائل اور آڑ نہیں ہے۔

یہاں تک جب کا ضروری بیان اور حاجب محبوب کا ذکر تمام ہو گیا اب چند مفید باتیں اسی بحث کے مناسب اور متعلق ذکر کیجاتی ہیں۔

## فصل چوتھی ان رشتہ داروں کا بیان جو شرعاً وارث نہیں ہیں

بعض ایسے بھی قرابت مند اور عزیز رشتہ دار ہیں جنکو ناواقف لوگ جہ تعلقات اور میل ملاپ کے وارث سمجھتے ہیں اور مسئلہ دریافت کرنیکے وقت میت کے وارثوں میں انکو شمار کرایا کرتے ہیں اور ان کا حصہ پوچھا کرتے ہیں لہذا دو چار قاعدے بیان کر کے اور ہر قاعدہ کے نیچے چند صورتیں لکھ کر ایسے وارثوں کا ذکر کیا جاتا ہے

قاعدہ اول سوتیلے ماں باپ اور سوتیلی اولاد کو باہم میراث میں کچھ حق اور حصہ نہیں ملتا  
(۱) زوجہ کی اولاد جو کسی پہلے شوہر سے موجود ہو موجودہ شوہر (یعنی اپنے سوتیلے باپ) سے کچھ میراث نہیں پاسکتی۔

(۲) یہ باپ بھی اس سوتیلی اولاد کی میراث نہیں پاسکتا۔

(۱۳) شوہر کے بیٹے جو کسی دوسری زوجہ سے ہوں اپنے باپ کی زوجہ (یعنی اپنی سوتیلی ماں) کے مال سے کچھ حصہ نہیں پاسکتے

(۱۴) اس سوتیلی ماں کو بھی شوہر کی اولاد سے کچھ میراث نہیں ملیگی۔

تنبیہ یہ جو بتلایا گیا کہ سوتیلے ماں باپ اور سوتیلی اولاد کو میراث نہیں پہنچتی۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ سوتیلی اولاد کو اولاد ہونے کی وجہ سے کچھ میراث نہیں ملتی اگر کسی دوسرے علاقہ سے سوتیلے ماں باپ کی میراث مل جائے تو کچھ تعجب نہیں۔ پس اگر کوئی لڑکا کسی شخص کا سوتیلہ بیٹا بھی ہو اور بھتیجا بھی ہو تو اسکو اگر عصبہ ہو نیکی وجہ سے میراث مل جائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہیں اسی طرح اگر ان دونوں میں ایک دوسرے کا عصبہ بعید ہو نیکی وجہ سے باہم میراث جاری ہو جائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سوتیلی ماں اگر خالہ بھی ہو تو اس علاقہ سے اس میں اور سوتیلی اولاد میں باہم میراث جاری ہو سکتی ہے

قاعدہ دوم۔ شوہر کے جسدِ اقرباہین ماں باپ بھائی بھن وغیرہ وہ سب زوجہ کے حق میں بالکل جنبی اور غیر سمجھے جاتے ہیں۔ نہ شوہر کے عزیزوں کی میراث زوجہ کو پہنچتی ہے نہ اس زوجہ کا مال شوہر کے عزیزوں کے لئے ہو سکتے ہیں اسلئے

(۱۱) کوئی عورت اپنے خسر اور خوشدامن (یعنی ساس) کے مال سے میراث نہیں پاسکتی اور نہ دیو اور نند (یعنی شوہر کے بھائی بھن) کے مال میں اسکا کچھ حق ہے۔ فائدہ اگر کسی عورت کا شوہر اپنے باپ کے سامنے مر گیا اور مہر ادا نہیں کیا اور کچھ مال نہیں چھوڑا تو یہ عورت اپنے خسر کی جائداد و مال سے اپنا مہر وصول نہیں کر سکتی اور نہ اپنا مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے۔

(۲) علیٰ ہذا القیاس یہ لوگ بھی اپنی بھانج (یعنی بھائی کی زوجہ) کے مال سے حصہ نہیں پاسکتے نہ خسر اور خوشدامن اپنی بھو (یعنی بیٹے کی زوجہ) کے وارث ہو سکتے ہیں

قاعدہ سوم۔ زوجہ کے عزیز و اقرباء شوہر کے حق میں دربارہ میراث بالکل غیر ہیں زوجہ کے رشتہ دار اپنے داماد کی میراث لے سکتے ہیں نہ داماد ان لوگوں کا ترکہ لے سکتا ہے

(۱۱) داماد اپنے خسر اور خوشدامن اور سالون اور سالیوں کی میراث نہیں پاسکتا۔

(۱۱) خسر اور خوشدامن اپنے داماد کی نسبت میراث میں بالکل غیر سمجھے جاتے ہیں ان کو کچھ بھی

نہ پھونچے گا۔ اور نہ سارے اور سالیان اپنے بھنوئی کے مال سے کچھ پاسکتے ہیں۔  
 تنبیہ۔ یہ جو عرض کیا گیا کہ شوہر کے مان باپ رشتہ دار وغیرہ زوجہ کی میراث نہیں پائیں گے  
 اور زوجہ کے اقربا اپنے داماد کی میراث نہیں لے سکتے مدعا اس سے یہ ہے کہ خاص اس نکاح  
 اور دامادی اور زوجیت کے علاقہ سے میراث نہیں پاسکتے۔ کسی دوسرے علاقہ سے میراث  
 لہجائے تو ممکن ہے مثلاً کسی شخص کا خسر اسکا چچا بھی ہو تو اس داماد میں جو بھتیجا ہے اور  
 اس خسر میں جو چچا ہے عصبہ اور چچا بھتیجا ہونے کی وجہ سے باہم میراث جاری ہو سکتی ہے  
 علیٰ ہذا القیاس اگر سالہ و بھنوئی چچا زاد بھائی بھی ہوں تو اس علاقہ سے باہم میراث جاری  
 ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر خسر اور داماد میں مامون بھانجے کا علاقہ ہو یا داماد اور خوشدامن  
 میں خالہ بھانجے کا علاقہ یا پھوپھی بھتیجا ہو نیکا علاقہ ہو تو بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے ایک کو  
 دوسرے کی میراث مل سکتی ہے یا مثلاً کسی عورت کا خسر اسکا چچا بھی ہو یا خوشدامن اسکی خالہ پھوپھی  
 ہو تو میراث ملنے میں مضائقہ نہیں۔ حاصل یہ کہ اگر کسی دوسرے خاندانی علاقہ اور قرابت سے شوہر و  
 زوجہ کے خاندان میں ایک کی میراث دوسرے کو پھونچ جائے تو اسکا انکار نہیں  
 بعض دفعہ ایک دوسری وجہ سے شبہ ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں میں باہم میراث جاری ہوئی ہے  
 مثلاً زید کی خواشدا من کے انتقال پر اسکی زوجہ کو بوجہ بیٹی ہونے کے والدہ کی میراث پھونچی اور پھر  
 زوجہ مرگئی تو شوہر صاحب مالک ہو گئے اب ناواقف سمجھتے ہیں کہ زید صاحب خوشدامن کے وارث ہو  
 لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں کیونکہ وہ تو اپنی زوجہ کا وارث ہوا ہے۔  
 یا مسماۃ رقیہ کا شوہر عبدالعزیز نے اپنے باپ کے مرجانے کے بعد جائداد کا مالک ہوا اور شوہر کے بعد زوجہ  
 رقیہ کو قبضہ و تصرف حاصل ہوا تو شبہ ہوتا ہے کہ عورت کو اپنے خسر کی میراث پھونچی حالانکہ  
 واقع میں رقیہ کو اپنے شوہر کی میراث پھونچی ہے۔ اسی طرح اور بعض صورتوں میں کسی دوسرے کے  
 ذریعہ سے میراث و مال پھونچ جاتا ہے علاقہ دامادی و خسر وغیرہ سے کبھی میراث نہیں ملتی۔  
 قاعدہ چہارم جو مرد ہمارا وارث ہو سکتا ہے اور ہم اُسکے ہو سکتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ اُس کی زوجہ  
 بھی ہماری وارث ہو اور ہم اُسکے ہوں۔ البتہ اگر کسی دوسرے علاقہ سے اُسکی زوجہ میں اور ہم میں  
 میراث جاری ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ خیال فرمائیے کہ

(۱) بیٹا وارث ہے مگر اُسکی زوجہ وارث نہیں نہ ہم اسکے وارث۔ ہاں اگر بیٹے کی زوجہ بھانجی یا بھتیجی وغیرہ بھی ہو اور اس علاقہ سے ہم میں اور اُس میں بعض صورتوں میں میراث جاری ہو جائے تو انکار نہیں

(۲) باپ سے ہکو میراث کا بہت بڑا علاقہ حاصل ہے لیکن اُس کی زوجہ نہ ہماری وارث نہ ہم اُسکے ماں کو جو میراث ملتی ہے یا اُس سے ہکو بچہ نہ پختی ہے وہ والدہ ہونیکے علاقہ اور رشتہ سے بچہ نہ پختی ہے باپ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے نہیں بچہ نہ پختی۔ چنانچہ باپ کی دوسری عورتوں کے ساتھ ہکو علاقہ میراث حاصل نہیں ہوتا۔ جو مان ہوتی ہے اُسی کے ساتھ میراث جاری ہوتی ہے حالانکہ باپ کی زوجہ ہونے میں سب برابر ہیں

(۳) دادا وارث ہے مگر اُسکی زوجہ سے ہکو علاقہ میراث نہیں۔ دادی سے جو ہم میراث لیتے ہیں یا اسکو ہماری میراث ملتی ہے وہ باپ کی والدہ ہونے کی وجہ سے ملتی ہے دیکھو دادا کی دوسری بی بیان جو ہمارے باپ کا مان نہ ہوں ہم سے بالکل بے علاقہ ہیں۔ ہم میں اور ان میں میراث جاری نہیں ہوتی

(۴) نانا کی دوسری زوجہ جو ہماری ان کی مان نہ ہوں ہم کو میراث دیگی نہ لیگی حالانکہ نانا ہمارا وارث اور ہم اُسکے وارث ہیں

(۵) پوتے اور دادا میں علاقہ میراث حاصل ہے مگر پوتے کی زوجہ سے دادا کو میراث کا کچھ بھی علاقہ نہیں (البتہ اگر پوتے کی زوجہ اُسی دادا کی نواسی ہو تو علاقہ ہے)

(۶) نواسا ذوی الارحام وارثوں میں ہے۔ مگر اُسکی زوجہ کا نانا کی میراث میں کچھ حق نہیں نہ دیتی ہے نہ لیتی ہے (ہاں اگر نواسہ کی زوجہ پوتی بھی ہو تو حق ہے)

(۷) بھائی بہت بڑا عصبہ وارث ہے مگر بھائی کی زوجہ (بھانج) سے ہکو میراث کا کچھ تعلق نہیں نہ اُسے ہماری میراث سے کچھ ملتا ہے نہ اسکی میراث سے ہکو (البتہ کسی دوسرے علاقہ سے ہم میں اور اُس میں میراث جاری ہو سکتی ہے مثلاً وہی بھانج چچا کی بیٹی یا پھوپھی کی بیٹی بھی ہو یا ماموں کی یا خالہ کی بیٹی ہو تو اس دوسرے علاقہ سے بعض صورتوں میں میراث دیے سکتی اور لے سکتی ہے (ملاحظہ کرو ذوی الارحام و عصبات درجہ چہارم نمبر ۳ و ذوی الارحام درجہ چہارم قسم دوم)

(۸) چچا ہمارا اور ہم اُسکے عصبے اور وارث ہیں لیکن اُن کی زوجہ یعنی چچی صاحبہ بالکل غیر ہیں ہم سے میراث لیتی ہیں نہ دیتی ہیں (لیکن اگر خالہ بھی وہی ہو تو علاقہ میراث ہے)

(۹) ہم میں اور مامون صاحب میں ذوی الارحام کا علاقہ اور میراث کا تعلق ہے لیکن اُن کی زوجہ یعنی مافی صاحبہ نہ ہم سے میراث لیتی ہیں نہ دیتی ہیں اگر مامون کے نکاح میں بھوپنی صاحبہ ہوں تو بھوپنی کے رشتہ سے ہم اور وہ ذوی الارحام اور وہ وارث ہیں قاعدہ پنجم۔ جو عورت آپ کی وارث ہو سکتی ہے اور آپ اُسکے وارث ہو سکتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ اسکا شوہر بھی آپ سے میراث لے اور آپ کو دے آپ کا وہ وارث ہوا اور آپ اُسکے (۱۰) بیٹی اپنے باپ کی میراث لیتی ہے اور اپنی میراث باپ کو دیتی ہے لیکن اسکا شوہر یعنی داماد یہ علاقہ نہیں رکھتا (بشرطیکہ بھتیجا نہ ہو)

(۱۱) والدہ میں اور آپ میں بہت بڑا علاقہ میراث کا حاصل ہے لیکن اُسکے ہر ایک شوہر سے تعلق میراث بیٹے کو حاصل نہیں بلکہ میراث لینا دینا اُسی کے ساتھ ہوگا جو والدہ کا شوہر ہو کے ساتھ اپنا والد بھی ہو۔ والدہ کے دوسرے شوہر جو سوتیلے باپ کھلاتے ہیں بالکل غیر سمجھے جاتے ہیں نہ زوجہ کے بیٹے کو میراث دیتے ہیں نہ اُسکی میراث کے مستحق ہیں (البتہ اگر والدہ کا دوسرا شوہر چچا بھی ہو تو چچا ہونیکے علاقہ سے اس میں اور بھتیجوں میں میراث جاری ہو سکتی ہے۔

(۱۲) دادی سے میراث دینے اور لینے کا علاقہ حاصل ہوتا ہے لیکن اُسکا ہر ایک شوہر اس علاقہ کا مستحق نہیں ہو سکتا یہ تعلق میراث دادی کے اُسی شوہر سے ہوگا جو ان پوتا پوتی کے والد کا والد بھی ہو۔

(۱۳) نانی سے میراث دینے اور لینے کا رشتہ ہے لیکن نانی کا ہر ایک شوہر نواسہ نواسی سے تعلق میراث نہیں رکھے گا۔ وراثت اُسی کے ساتھ جاری ہوگی جو نانی کا شوہر ہوئے کیساتھ مان کا باپ یا دادا بھی ہو۔

(۱۴) پوتی کے ساتھ علاقہ میراث ہے لیکن اُسکے شوہر کے ساتھ نہیں (مگر جبکہ نواسا بھی وہی ہو) (۱۵) نواسی سے میراث کا تعلق ہے مگر اُسکے شوہر سے بالکل نہیں (ہاں اگر پوتا بھی وہی ہو تو امر دیگر ہے)

(۷) بہن کے ساتھ علاقہ میراث سب کو معلوم ہے۔ لیکن اسکا شوہر یعنی بھنونی دربارہ میراث بالکل غیر سمجھا جائیگا (البتہ اگر اُس سے کوئی دوسرا خاندانی علاقہ چچا زاد وغیرہ ہونے کا حاصل ہو تو اجنبی اور غیر نہ سمجھا جائے گا۔

(۸) پھوپھی وارث ہے اور ہم اُس کے وارث ہیں لیکن پھوپھا صاحب میراث کے معاملہ میں ہم سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے (ہاں اگر مامون بھی وہی ہوں تو علاقہ حاصل ہے)

(۹) خالہ صاحبہ جو تھے درجہ کے ذوی الارحام داخل ہیں اور آپ اُن کے درجہ سوم کے ذوی الارحام ہیں لیکن اُن کا شوہر یعنی خالو بالکل غیر اور بے علاقہ سمجھا جاتا ہے نہ میراث دیتا ہے نہ لیتا ہے (البتہ اگر خالو بھی ہو اور چچا بھی تو مضائقہ نہیں)

قاعدہ ششم۔ جو شخص وارث نہ وہ خدمت و پرورش اور غجاری کرنے اور اپنا مال صرف کرنے سے وارث نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خدمت و احسان کی وجہ سے کسی وارث کا حصہ کچھ بڑھ سکتا ہے کیونکہ حقیقت میراث میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ میراث معاوضہ کسی مرثوت و احسان اور محنت کا نہیں بلکہ جب انسان کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو جو سامان اسکو مستعار عطا ہوا تھا وہ دوسروں کو دلوایا جاتا ہے۔ البتہ اپنی خاص عنایت سے اتنی رعایت خدائے تعالیٰ نے فرمادی ہے کہ یہ مال و اسباب ان لوگوں کو دلوایا ہے جو میت سے علاقہ اور نسبت رکھنے والے ہیں۔

اگر بلا تعلق و علاقہ عام مسلمانوں کو بھی دلوایا جاتا تو نامناسب نہیں کہہ سکتے تھے پس۔

(۱۰) جو شخص شرعاً کسی کچھ کا وارث نہیں اگر اسکو پرورش کرے تعلیم پر روپیہ صرف کرے اُس کے نکاح و شادی میں مال لٹا دے اب اگر وہی لڑکا بڑا ہو کر کچھ مال چھوڑ کر مر جاوے تو یہ پرورش کرنے والا شخص بالکل محروم رہے گا اور دُور دراز کے ایسے وارث اگر مال کے مستحق ہو جائیں گے جنہوں نے نہ کبھی اُس لڑکے کلمات پوچھی نہ صورت دیکھی۔

(۲) اگر کسی ایسے شخص نے جو وارث شرعی نہیں ہے کسی مفلس و محتاج کی ہمیشہ وادارہ کی

یہ بھی وجہ ہے کہ دیت ہمیشہ عاقلہ و عصبیات پر ہوتی ہے اور میراث لے جاتے ہیں ذوی الفروض اور بعض موقوف

میں عاقلہ بالکل محروم رہ جاتے ہیں فافهموا ایھا الطلاب ۱۲

اور ہر طرح اُسکی ضروریات میں اپنا مال صرف کیا اور اُسکے وارثوں اور عزیزوں نے کبھی خبر نہ لی تو اُسکے انتقال کے بعد جو کچھ مال مکان و اسباب وغیرہ ہوگا وہ اُسکے بیہود وارثوں اور عزیزوں ہی کا حق ہوگا۔ اس امداد و اعانت کرینوالے کو اُسکے مال میں سے کچھ بھی نہ ملے گا البتہ آخرت میں بہت بڑا ثواب اور درجہ حاصل ہوگا۔

(۳۳) اگر کسی بوڑھے ضعیف مالدار کی کسی غیر شخص نے بدل و جان خدمت کی اور طرح طرح کی تکلیف اسکی خدمت میں اٹھائی اور اسکی اولاد و اقارب ہمیشہ دور دور رہے اور کبھی آکر قدم بھی نہ رکھا تو مرنیکے بعد بھی لوگ وارث ہو جائینگے یہ خادم قدیم صاحب ایک کوڑی بھی نہ پائیں گے لہذا ایسے موقع میں یہ مناسب یہ ہے کہ اپنے خادم و مددگار کے لئے کچھ وصیت کر جائے یا زندگی میں اُسکو کچھ مال سبب جائداد دیکر اسکا قبضہ اور تصرف کر دے تاکہ وہ اپنے حق اخذ سے محروم اور بے نصیب نہ رہے۔

(۳۴) دو وارثوں میں سے ایک ہمیشہ دل و جان سے حاضر اور معین و مددگار رہا اور دوسرا کبھی پاس بھی نہ پھسکا تو میراث میں کسی کی کچھ زیادتی کمی نہ ہوگی جو حصہ شریعت سے مقرر ہے وہی پھونچے گا مروت و احسان و اعانت کرنے والی حصہ زیادہ نہ ہوگا۔ بیہود کا حصہ کم نہ ہوگا (ایسی صورت میں اگر خدمت گزار وارث کو زندگی میں کچھ عطا کر دے تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر) مسئلہ اگر کسی ایسے عزیز و قریب جسکو میراث نہیں پہونچتی کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کی شادی وغیرہ تقریبات میں اپنا بہت سا مال صرف کیا اور اتفاق سے وہ لڑکا لڑکی اپنا بہت سا مال چھوڑ کر مرے (جوانکوائے والدین کی طرف سے پہونچا تھا) تو اب جو صاحب وارث شرعی ہیں مال نہیں کا حق ہوگا اس رشتہ دار کو نہ میراث مل سکتی ہے اور نہ اپنے خرچ کی مقدار اُسکے مال سے وصول کر سکتا ہے کیونکہ نہ نابالغ نے اپنی شادی کے خرچ کثیر کی اجازت دی تھی اور نہ اُس کی اجازت معتبر ہے مثلاً ماموں اور چچا موجود تھے اور ماموں نے اپنا مال خرچ کیا تو میراث چچا کو ملیگی ماموں محروم رہے مگر بان ضروری خرچ وصول کر سکتا ہے مثلاً خسر کے مکان تک زجرہ اور شوہر کی آمد رفت کا خرچ یا ہیرا اگر اسنے ادا کیا ہو بشرطیکہ معمولی رواج سے زیادہ نہ ہو ۱۲ طے ایسی مثال جیسین مال خرچ کر نیوالا وارث ہے لیکن دوسرے کی وجہ سے محروم رہا ۱۲

۱۲ کیونکہ نابالغ کی اجازت کا طرعا کوئی اعتبار نہیں ۱۲۔ ناشر



یا بھائی اور بھنونی موجود ہیں اور خرچ اٹھایا بھنونی نے تو میراث بھائی لیگا بھنونی محروم رہے گا  
قاعدہ ہفتم۔ کسی شخص کو وارث کے مانند مان لینے اور بنالینے سے وہ شرعاً وارث اور مستحق  
میراث نہیں ہو جائیگا

(۱) پس اگر کسی مرد یا عورت کسی لڑکے یا لڑکی کو منہ بولا بیٹا بیٹی یعنی متبنی اور بے پاک بٹ لیا تو یہ  
لڑکی لڑکا اسکا وارث نہ ہوگا اور شرعاً اسکی اولاد نہ سمجھا جائے گا۔ نہ متبنی ہونے کی وجہ سے اس  
لڑکے یا لڑکی کو کچھ میراث ملیگی اور نہ متبنی بنائے والوں کو ان کی میراث ملیگی اور میت کی اولاد کی وجہ سے  
جو زوجہ اور شوہر اور والدین کا حصہ کم ہو جایا کرتا ہے وہ اس متبنی لڑکے اور لڑکی کی وجہ سے  
کم نہ ہوگا اور بیٹے یا بیٹی کی وجہ سے جو وارث محروم ہو جایا کرتے تھے وہ متبنی کے سبب سے محروم  
نہ ہوں گے۔ غرض اولاد کے لئے جو حکم شرعاً ثابت ہیں ان میں سے کوئی بھی متبنی پر صادق  
و ثابت نہ ہوگا۔ لہذا اگر اپنے متبنی کو کچھ دینا منظور ہو تو صحت و حیات میں اسکو دیکر  
قبضہ و لاوے مگر وارثوں کو بالکل محروم نہ کرے یہ شرعاً جائز ہو جائیگا اور قانونی جھگڑے سے بچنے کے  
لئے داخل خارج وغیرہ عدالت کی کارروائی کامل کرادے۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا دینی بھائی یا دینی بہن بنا کر تمام معاملات اسکے ساتھ مثل  
رشتہ داروں اور وارثوں کے کرے تو اس سے وہ رشتہ داری اور علاقہ ثابت نہ ہوگا اور اس  
رشتہ کی وجہ سے جو باہم میراث جاری ہوتی تھی وہ نہ ہوگی اور کوئی حکم وارث ہونے کا ثابت  
نہ ہوگا۔

فرق وارثوں کی اقسام کے بیان میں یہ لکھا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکے یا لڑکی کی نسبت  
یہ اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا بیٹی ہے تو نسب ثابت ہو جائیگا۔ اور یہ لڑکا لڑکی مستحق میراث

۱۱۔ ایسی مثال جہیں مال خرچ کرنے والا بالکل وارث نہیں یعنی بھنونی ۱۲۔ سواکان معروف النسب او مجهول النسب  
۱۳۔ اگر کسی دوسرے علاقہ عصہ یا ذوی الارحام ہونے کی وجہ سے مجائے تو مضائقہ نہیں ۱۴۔ یہاں تک کہ متبنی  
کی زوجہ سے متبنی بنانے والے باپ کو نکاح جائز ہے اسی طرح متبنی بنائی ہوئی بیٹی سے نکاح درست ہے بشرطیکہ کوئی  
دوسرا علاقہ حرمت کا موجود نہ ہو۔ ملاحظہ فرماؤ ہدایۃ المتقین صفحہ ۲۰۲ والشراعلم۔ (یعنی رسالہ دینی مسائل ناشر  
ادارہ اسلامیات)

ہوں گے۔ اُس میں اور مستبنی میں یہ فرق ہے کہ وہاں یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہ شخص میری اولاد ہے اسلئے وہاں یہ شرط ہے کہ وہ لڑکا لڑکی مجہول النسب ہو اُسکے باپ دادا وغیرہ کوئی معلوم و مشہور نہ ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ جس لڑکے لڑکی کی نسبت اقرار کرتا ہے اُسکی اتنی عمر ہو کہ اسلئے اقرار اور دعویٰ کرنے والی کی اولاد بن سکے۔ اگر تیس برس کا آدمی بیس برس کی عمر کے مجہول النسب لڑکے کو اپنا بیٹا کہے تو معتبر نہ ہوگا۔ اور مستبنی میں فی الحقیقت اولاد ہونیکا دعویٰ نہیں ہوتا بلکہ اسکو غیر کی اولاد تسلیم کر کے اپنی اولاد کے قائم مقام بنانا چاہتا ہے اسلئے مستبنی میں مجہول النسب ہونا شرط نہیں اور عمر کی قید نہیں اور اسی وجہ سے میراث نہیں ملتی۔ بالکل بھی فرق ہے کسیکو اپنا بھائی تسلیم کر لینے میں (جسکا ذکر وارثوں کی قسموں میں مقررہ بالنسب علی الغیر کی مثال میں آیا تھا) اور کسیکو دینی بھائی بھن بنا لینے میں حقیقی قرابت کا اقرار نہیں ہوتا اسی وجہ سے میراث نہیں ملتی اور وہاں مقررہ میں حقیقی قرابت کو تسلیم کرنا ہے اور مجہول النسب ہونا شرط ہے۔

**قاعده ششم۔** زنا کی وجہ سے کوئی علاقہ اور تعلق میراث کا حاصل نہیں ہوتا لہذا (۱) جو اولاد زنا سے پیدا ہوئی ہو وہ اپنے باپ کی وارث نہ ہوگی اور نہ یہ باپ (زانی) ان کا وارث ہو سکتا ہے نہ اس اولاد کی وجہ سے زانی کی زوجہ اور والدین کا حصہ کم ہو سکتا ہے اور نہ ان کی وجہ سے کوئی محروم ہو سکتا ہے (لیکن اس اولاد کو مان کی طرف سے میراث ملیگی اور مان کو اس اولاد کی میراث پہنچے گی اور اس اولاد زنا کی وجہ سے زانیہ کے والدین اور شوہر کا حصہ کم ہو جائے گا اسلئے باب چہارم کی فصل چہارم میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو رُجع ترکہ ملتا ہے خواہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو یا پہلے شوہر سے یا زنا سے ہو)

(۲) اگر کسی عورت کو گھر میں ڈال لیا اور تمام تعلقات مثل زن و شوہر کے باہم جاری رہے اور خاندان میں بھی وہ عورت اس کی زوجہ سمجھی جاتی رہی لیکن شرعی ضابطہ اور قاعدہ سے نکاح اور ایجاب و قبول نہیں کیا گیا تھا تو وہ عورت اس مرد کے ترکہ سے نہ کسی مہر کی مستحق ہوگی اور نہ اسکو کچھ میراث ملے گی اور اگر اولاد پیدا ہوئی ہو تو وہ بھی اولاد زنا سمجھی جائیگی

اور باپ کے ترکہ سے قطعاً محروم رہے گی۔

**تنبیہ۔** بعض دفعہ پہلے شوہر سے قطع تعلق کر کے (بلا طلاق) نکاح کر لیا جاتا ہے اور پھلا شوہر بوجہ نفرت و بے رغبتی یا بوجہ مجبوری اُسکے درپے اور مزاحم نہیں ہوتا۔ اور کبھی طلاق دینے والے یا مرنے والے شوہر کی عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کر دیا جاتا ہے یہ نکاح بالکل ناقابل اعتبار اور باطل ہیں ان صورتوں میں بھی عورت و مرد گنہگار اور زنا کار ہوتے ہیں اور اولاد ان کی ولد الزنا سمجھی جاتی ہے ایسی عورتیں شوہر کی میراث اور نہر سے محروم رہتی ہیں اور ان کی اولاد بھی باپ کے ترکہ سے محروم رہتی ہے۔

**۱۱۔** ایسی عورت میں شوہر پر واجب ہے کہ حتی الوسع مزاحمت کرے اور دوسری جگہ نکاح نہ ہونے دے۔ مایوس و مجبور ہو جائے تو طلاق دیدینا چاہئے ۱۲

**۱۲۔** بعض دفعہ اس مصلحت سے نکاح کر دیا جاتا ہے کہ دوسری جگہ نکاح نہ کر سکے۔ اگرچہ یہ بھی گناہ و مصیبت ہے لیکن اگر عدت ختم ہونے کے بعد از سر نو کر لیا جائے تو صحیح و درست ہو جائے۔ ۱۳

**۱۳۔** فی الحقیقت وہ شوہر نہیں لیکن چونکہ لوگ سمجھتے تھے اسلئے شوہر لکھ دیا گیا۔ ۱۴

# بہو تھا باب

ایک مقدمہ اور ذوی الفروض کی بارہ قسمیں

## مقدمہ۔ وارثوں کا بیان اور انکی قسمیں

عام طور سے جو وارث پائے جاتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں اور اس زمانہ میں ہندوستان میں تو ان تین قسموں کے سوا کسی اور جوہی نہیں۔

### وہ تین قسم کے وارث یہ ہیں

(۱) ذوی الفروض۔ یعنی وہ وارث جنکے حصہ اور میراث کی مقدار شریعت میں مقرر و معین فرمادی گئی ہے۔

(۲) عصبات نسبی۔ یعنی میت سے نسبی علاقہ رکھنے والے وہ لوگ جنکے رشتہ میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہو اور شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہ ہو بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکال لینے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے ان کو ملجائے اور اگر باقی نہ رہے تو محسوم رہ جائیں۔

فائدہ۔ عصبات نسبی وہ ہیں جو نسب میں میت کے شریک نہ ہوں اور نسب کا اعتبار شریعت اسلامی میں مرد کی طرف ہے لہذا عصبات نسبی وہی لوگ ہونگے کہ ان میں اور میت میں بلا واسطہ عورت علاقہ موجود ہو اور خود بھی مرد ہوں۔ پس چچا کا بیٹا عصبہ ہوگا۔ کیونکہ یہ میت کے باپ کے

سے چنانچہ اگر کسی شخص کا والدہ سیدہ زادی ہو اور پیشینچہ ہو تو وہ شخص اپنے آپ کو سید کہنا اور حسی حسین کہنے کا مجاز ہوگا البتہ ایک تفصیل اسکو والدہ کی طرف سے حاصل ہو جائے گی۔ ۱۲

بھائی کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ نہیں۔ اور نواسہ اور بھانجا عصبہ نہ ہونگے کیونکہ نواسہ تو میت کی بیٹی کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ آگیا اور بھانجا میت کی بہن کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ ظاہر موجود ہے۔ اور چچا کی بیٹی اور پھوپھی صاحبہ عصبہ نہیں اسلئے کہ اگرچہ واسطہ عورت کا درمیان میں نہیں لیکن خود مرد نہیں اور یہاں عصبہ کے لئے مرد ہونا شرط ہے۔  
(۳) ذوی الارحام۔ وہ وارث ہیں جنکا حصہ بھی شریعت میں مقرر نہوا اور عصبہ بھی نہ ہوں بلکہ میت میں اور ان میں عورت کے علاقہ اور وسیلے سے رشتہ اور قرابت ہو یا خود عورت ہوں۔

دیکھو۔ حالہ ذوی الارحام ہے کیونکہ مان کی بہن ہے۔ ایسے ہی پھوپھی بھی ذوی الارحام ہے کیونکہ خود مرد نہیں۔ اگرچہ واسطہ مرد کا ہے یعنی باپ کی بہن ہے۔ پوتی اگرچہ مرد نہیں لیکن اسکو ذوی الارحام نہ کہیں گے اسلئے کہ اسکا حصہ شریعت میں مقرر شدہ ہے جو بہن صرف مان میں شریک ہے وہ خود بھی عورت ہے اور واسطہ بھی عورت کا ہے لیکن ذوی الارحام نہیں اسلئے کہ یہ ذوی الفروض میں داخل ہے حصہ اسکا مقرر ہے۔ بھتیجی ذوی الارحام ہے مگر بھتیجا ذوی الارحام نہیں کیونکہ یہ میت کے بھائی کا بیٹا ہے نہ اس میں عورت کا علاقہ آیا نہ خود عورت ہے پھر بھلا ذوی الارحام کیسے ہو سکتا ہے بلکہ یہ تو عصبہ ہے۔

یہ تین قسم کے وارث جو بیان ہوئے ان میں نمبر اول کے وارث یعنی ذوی الفروض سب سے مقدم ہیں جب تک ان کا حصہ پورا نہ مل جائے قسم دوم و سوم یعنی عصبہ و ذوی الارحام کو کچھ نہیں مل سکتا۔

مثال۔ ایک عورت مسماۃ راشدہ کا انتقال ہوا اُس نے تین ذوی الفروض چھوڑے یعنی شوہر۔ بیٹی۔ والدہ۔ اور دو عصبے یعنی ایک بھائی اور چچا اور دو ذوی الارحام یعنی ایک خالہ ایک مامون۔ پس جب تک زوجہ اور بیٹی اور والدہ کو مقرر شدہ حصہ نہ مل جائے کسی اور وارث کو کچھ نہ پہنچے گا کیونکہ شوہر اور والدہ اور بیٹی ذوی الفروض ہیں  
دوسرا درجہ قسم دوم کے وارثوں یعنی عصبیات کو حاصل ہے۔ اگر ذوی الفروض کے

۱۔ سورت ہند کی یہ ہوگی مسئلہ شوہر۔ والدہ۔ دختر۔ بھائی۔ چچا۔ مامون۔ خالہ۔ دائرہ علم باصواب ۱۲

حصے دیکر کچھ باقی رہ جائے تو عصبیات کو وہ باقی ماندہ مال مل جاتا ہے۔ اور اگر ذوی الفروض میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو عصبیات کو تمام ترکہ اور کل مال مل جائیگا۔ قسم سوم یعنی ذوی الارحام کو کچھ نہ ملے گا۔

پہلی مثال۔ رحمت علی کا انتقال ہوا تو اسے زوجہ۔ دختر۔ والدہ۔ اور ایک بھائی چھوڑا رحمت علی کا مال چوبیس سهام کر کے تین زوجہ کو دے گئے (آٹھواں حصہ) اور چار والدہ کو دیے گئے (یعنی چھٹا حصہ) اور بارہ سهام دختر کو دے گئے۔ (یعنی کل مال کا نصف) اب ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد چوبیس میں سے پانچ سهام باقی رہ گئے وہ رحمت علی کے بھائی عظمت علی کو دیدے گئے کیونکہ یہ عصبہ ہے اور بعد ذوی الفروض کے باقی ماندہ عصبہ کا حق ہوتا ہے

دوسری مثال۔ ایک واقعہ۔ رحیم مریض ہوئی اسکی ایک ہمیشہ ایک شوہر ایک چچا تیمارداری میں ایک ماہ تک مصروف رہے۔ اگر یہ اس حالت میں مرجاتی تو چچا صاحب مخروم رہتے کیونکہ نصف ترکہ شوہر کو اور نصف ہمیشہ کو پہونچتا۔ تقدیر خداوندی کے کرشمے ویکھو۔ شوہر طاعون میں مبتلا ہو کر تین ہی دن میں رخصت ہو گیا (اب اگر رحیم کا انتقال ہوتا تو نصف میراث ہمیشہ کو پہونچتی اور نصف چچا کو۔ لیکن) رحیم کی ہمیشہ طاعون سے ڈر کر اس مکان میں نہ رہ سکی بہن کو سخت بیمار چھوڑ کر اپنے مکان پر چلی گئی۔ چورون کو خبر لگی کہ رحیم کی ہمیشہ بہت مال سباب لیکر آئی ہے۔ شب کو نقب لگا کر سر پر آکھڑے ہوئے اور دھمکی دی کہ مال بتلاؤ۔ اس غریب کے پاس کچھ بھی نہ تھا کیا بتلا دیتی۔ جب بار بار دڑانے دھمکانے سے نہ بتلایا تو چھرا مار کر چلے گئے۔ صبح تک اسکا کام تمام ہو گیا۔ رحیم تو عرصہ صبح شام کی مہمان تھی کچھ شوہر کے رنج اور بہن کی ناگہان موت نے نڈھال کر دیا۔ اگلے روز سب مال و متاع چھوڑ کر محلہ کے گوشہ میں چھپ گئی۔ اب کوئی ذوی الفروض تو رہا ہی نہ تھا۔ چچا صاحب عصبہ تھے وہی تشریف لائے اور سب مال پر قبضہ کر کے مکان کو قفل لگا کر پورے مالک و وارث بن گئے۔

قاعدہ۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد اگر کچھ باقی رہ جائے تو عصبیات

کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اگر ذوی الفروض کے حصے دینے کے کچھ باقی رہ جائے اور عصبہ کوئی موجود نہ ہو تو جو کچھ باقی رہا ہے اسکو دوبارہ انھیں موجودہ ذوی الفروض پر اُسی حساب سے تقسیم کر دیں جس حساب کے پہلے تقسیم ہوا تھا اسکو رد کہتے ہیں۔ چونکہ اسکا مستقل ذکر آئندہ ہوگا۔ اسلئے یہاں زیادہ شرح اور مثال وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

تیسری قسم اور تیسرے درجہ وارث ذوی الارحام ہیں۔ ان کو میراث اُسی وقت مل سکتی ہے جبکہ نمبر اول و دوم کا کوئی وارث موجود نہ ہو یعنی جب میت کا کوئی ذوی الفروض وارث اور کوئی عصبہ موجود نہ ہو جب یہ مستحق ہوتے ہیں۔ لیکن اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو ذوی الارحام اسکی وجہ سے محروم نہ ہوں گے بلکہ زوجہ یا شوہر کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ ذوی الارحام لینگے (اس سے زیادہ شرح ذوی الارحام کے بیان کی ابتدا میں کر دی گئی ہے ملاحظہ فرماؤ شروع باب ششم ص ۱۵۳)

(۳) عصبات سببی :

اس میں تین قسم کے وارث ہیں جو عموماً آج کل نہیں پائے جاتے۔

(۱) مولیٰ عتاقہ۔ جو شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے و اسکا مُعتق (آزاد کر نیوالا) اور مولیٰ عتاقہ کہلاتا ہے۔ اگر یہ آزاد شدہ مردہ مر جائے اور اسکے ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ یا ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہ جائے اور آزاد شدہ کے عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو اسکی میراث اسکے مولیٰ عتاقہ یعنی آزاد کنندہ کو مل جائے گی۔ خواہ یہ آزاد کنندہ عورت ہو یا مرد اور اگر مولیٰ عتاقہ خود موجود نہیں وہ اپنے آزاد کردہ کی زندگی ہی میں مر گیا ہے تو یہ میراث مولیٰ عتاقہ کے عصبوں کو ملے گی کسی عورت کو ہرگز نہیں پھونچے گی۔ الحاصل مولیٰ عتاقہ یا اسکے عصبات اگر موجود ہوں گے تو ذوی الارحام سے مقدم رہیں گے ذوی الارحام انکے سامنے محروم ہوں گے۔

(۲) مولیٰ الموالاة۔ کوئی مجہول النسب شخص (مرد ہو یا عورت) جسکا نسب اور رشتہ کچھ

لے اگر ابتدا سے شمار کریں تو چہام نمبر ہے اور اگر ان تین وارثوں کو علیحدہ رکھیں تو نمبر اول ہے اسلئے نمبر دہوا لکھتا ہے

معلوم نہ ہو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر یہ کلمہ کہ تم ہمارے مولیٰ (یعنی سردار و کفیل کار) ہو۔ اگر میں آپ کے سامنے مر گیا تو آپ میرے ترکہ کے مستحق ہونگے اور اگر میں کسی جگہ قصور کر کے آؤں تو تادان بھی آپ کو دینا پڑے گا جب وہ دوسرا شخص سکو قبول کرے تو وہ مولیٰ الموالات کہلاتا ہے۔ یہ مجہول النسب اس کی زندگی میں مر جائے تو اس کی میراث مولیٰ الموالات کو بچھونے کی کیونکہ میت کا اور کوئی وارث تو کسی قسم کا ہے ہی نہیں۔ البتہ مجہول النسب مرنیوالیکاشوہر یا اس کی زوجہ موجود ہو سکتی ہے اس کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ مولیٰ الموالہ (یعنی مقررہ بالنسب علی الغیر یعنی وہ آدمی جسکی نسبت میت نے اپنے وارثوں میں داخل ہونے اور اپنے نسب میں شریک ہونیکا اس طرح اقرار کیا ہو کہ اس آدمی کا علاقہ نسب کسی دوسرے سے لگ جائے لیکن اصل نسب والے نے اسکا اقرار نہ کیا ہو اور نہ گواہ ہوں۔ البتہ میت اسکو اپنے وارثوں میں اور نسب میں آخری دم تک داخل مانتا رہا ہو۔ جو شخص اس قسم کے اقرار سے وارثوں میں داخل ہوا ہے اسکو اقرار کر نیوالے میت کی میراث طحاہیگی بشرطیکہ مذکورہ بالا اقسام کے وارثوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔ جب پانچ اقسام کے وارثوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تب اس چھٹے نمبر کے وارث کا حق ثابت ہوتا ہے البتہ اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو اور کوئی وارث کسی قسم کا بالکل نہ ہو تو شوہر یا زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ اس مقررہ کو دیا جائیگا۔

مثال مقررہ کی۔ زید ایک مجہول النسب لڑکے کی نسبت کہتا ہے کہ یہ میرا بھائی ہے اور لڑکے کی عمر اس قابل ہے کہ اسکا بھائی ہو سکے یعنی زید کے باپ سے پسندہ بیس برس چھوٹا ہو

۱۵ اسی کے ہاتھ پر مسلمان ہونا شرط نہیں اگر مجہول النسب اس سے قبل بطور خود یا کسی کے ہاتھ پر ایمان لا چکا ہو اور پھر کسی دوسرے شخص سے ایسا اقرار کرے تو جائز و درست ہے چونکہ یہی دستور تھا کہ جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوتے اسیکو مولیٰ للموالہ بنا لیتے تھے اسلئے اسلام لائیکا ذکر کیا جاتا ہے جب تک مولیٰ الموالہ نے کسی قسم کا تادان اسکی طرف سے ادا نہیں کیا اسوقت تک مجہول النسب کو اس اقرار سے پھر جانا وہ مولیٰ الموالہ کو چھوڑ دینا جائز ہے جب مولیٰ کوئی تادان اسکی طرف سے بھر چکا اسوقت علیحدہ ہونا اقرار توڑنا جائز نہیں۔ اگر وہ مجہول النسب شخص جانین سے باہم ایسا اقرار کرین تو جانین سے مولیٰ للموالہ ہو جائیں گے اور پہلے مرنے والے کی میراث دوسرے کو بچھونے کی ۱۲



اب زید کے اسکو بھائی ماننے اور اپنے وارثوں میں داخل کرنے سے یہ لازم آیا کہ یہ لڑکا اس کے باپ کا بیٹا ہے لیکن زید کے باپ اس کی نسبت کبھی اقرار نہیں کیا اور نہ گواہ ہیں کہ یہ لڑکا زید کے باپ کا بیٹا ہے ایسی صورت میں زید کا اقرار اپنے حق میں صحیح ہوگا اور یہ لڑکا مقررہ کہلائیگا اور زید کے وارثوں میں داخل ہو جائیگا۔ لیکن ذوی الفروض یا عصبہ نہ بن جائیگا بلکہ مقررہ ہی رہیگا اور اگر کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو اسکو میراث پھونچنے کی جیسا ابھی ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ مقررہ زید کے باپ کا بیٹا نہیں بن جائیگا اور زید کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ زید کو یہ اختیار نہیں کہ باپ وغیرہ کسی دوسرے شخص کے نسب میں کسیکو داخل کرے تبصرہ۔ یہ وہ صورت بیان ہوئی ہے جس میں میت نے کسیکو اپنا وارث ایسی طرح بنایا کہ یہ شخص دوسرے کے نسب میں داخل ہوا جاتا تھا۔ لیکن اگر کوئی میت کسی شخص کی نسبت اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے یا میری بیٹی ہے اور اس لڑکا لڑکی کا کوئی نسب مشہور بھی نہیں بلکہ محمول النسب ہے اور عمر بھی اتنی زیادہ نہیں کہ اقرار کرے تو اسکا باپ نہ ہو سکے تو یہ نسب ثابت ہو جائیگا اور یہ بیٹا بیٹی حقیقی اولاد کی مانند عصبہ اور ذوی الفروض میں داخل ہو جائینگے اور پوری طرح بلا تکلف میراث پائینگے

مقررہ کے ذکر پر وارثوں کی باقی تین قسموں کا بھی بیان ختم ہو گیا۔ لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ان قسموں کا وجود اس زمانہ میں نہیں ہے۔ اسجگہ صرف بیان کو کامل کرنے کے لئے انکو ذکر کر دیا ہے آئندہ (سوائے ایک نقشہ کے) ان سے بحث نہ ہوگی صرف مذکورہ سابقہ تین قسموں کا ذکر ہوگا (یعنی ذوی الفروض عصبہ ذوی الارحام) اب ہم وارثوں کی قسموں کا ایک نمبر وارثہ لکھتے ہیں جس میں جملہ قسموں کا مجملہ حال مع دلیل شرعی معلوم ہو جائے گا۔ (ملاحظہ فرماد) نقشہ نمبر اول

بیت المال۔ حقیقت میراث میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا کے چند روزہ مسافر کا مال بوقت رخصت خدائے تعالیٰ نے اسکی تسلی کے لئے ایسے لوگوں کو دلوادیا ہے جو اس قربت کا تعلق رکھتے ہوں جنکو وارثان شرعی کہتے ہیں لیکن اگر کسی میت کے فی الحقیقت کوئی وارث اقسام مذکورہ بالا میں سے موجود ہی نہ ہو یا کوئی ہو مگر کسیکو بھی معلوم نہ ہو تو اس

مسافر کے پس ماندہ اسباب کے تمام مسلمان مستحق ہونگے جو اسلامی تعلق میت سے رکھنے والے ہیں لیکن اگر تقسیم کیا جائے تو ایک ایک ذرہ بھی کسی کے حصہ میں نہ آوے لہذا شرعی حکم یہ مقرر ہوا کہ وہ مال بادشاہ اسلام کے خزانہ میں داخل کیا جائے جسکو بیت المال کہتے ہیں وہاں سے وہ ایسے مفید خلایق اور رفاه عام کے کاموں میں خرچ ہوگا جس سے بلا خصوصیت عام مسلمانوں کو نفع پہونچے مثلاً جہاد کے لئے فوج و لشکر تیار کرنا سرحدوں پر حفاظت کے لئے چھاؤتیاں اور چوکیاں قائم کرنا۔ دریاؤں کے پل اور سڑکیں بنانا۔ مدارس و مہاتسراں پر خرچ کرنا۔

آج کل ہندوستان میں چونکہ اسلامی خزانہ اور بیت المال نہیں ہے لہذا جب کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو میت کا ترکہ بجائے بیت المال کے فقرا پر صرف کر دیا جائے خواہ یہ فقراء مدارس کے طلبہ و مدرس ہوں یا خانقاہوں کے صوفی اور درویش یا مساجد کے امام و خادم لیکن یہ خیال رہے کہ کسی شخص کو اجرت میں نہ دیا جائے اور نہ کسی مالدار غنی شخص کو دیا جائے

تنبیہ جب کوئی مسافر پر دیس میں مر جائے تو اہل شہر اور محلہ والوں کو یہ جائز نہیں کہ اس کا مال بلا تکلف فی سبیل اللہ تقسیم کر دیں بلکہ اول خط بھیج کر یا کسی دوسرے ذریعہ سے خوب تحقیق کر لیا جائے کہ کوئی بعید و قریب وارث موجود ہے یا نہیں اگر تحقیق سے کوئی وارث معلوم ہو جائے تو اسکو دیا جائے ورنہ جب یہ یقین یا گمان غالب ہو جائے کہ کوئی وارث نہیں ہے اسوقت فقراء پر صرف کر دیں۔

قائدہ۔ جب شرعی وارث کوئی موجود نہ ہو تو میراث اور مال کو بیت المال میں داخل کرنا واجب ہے چونکہ اس زمانہ میں بیت المال نہیں لہذا فقراء پر صرف کرنا حکم دیا جاتا ہے لیکن اگر میت کے بعض ایسے عزیز و قریب مفلس غریب موجود ہوں جو شرعاً وارث نہیں ہیں تو عام فقرا سے وہ لوگ مقدم ہوں گے اور بموجب فتویٰ علمائے قدیم بوجہ فقر و احتیاج اس بعید رشتہ و اہمیت کا مال و ترکہ انکو دلوادیا جائے گا لیکن بقاعدہ میراث و حصہ شرعی نہیں بلکہ خاص رشتہ اور تعلق کیوجہ سے انکو دیگر فقرا سے مقدم سمجھ کر مثلاً رضاعی بہن یا سوتیلی اولاد

[illegible]

قسم ششم	مقرله بالنسب	خود	وقیاس و قرآن مجید	من کعبی و صبیحہ یوصی بها آدمین ولان المرء یوخذ باقرار	اسکو ششمارے مقرر کر کے سے باجناں بطور پرست اسکو بجا کرے گا ایسے شخص کی پرستش فی الحقیقت صحت حکم میں داخل ہے لہذا اسکا پورا کرنا ضروری ہے اور جو نکاح کے سوا کوئی دولت نہیں اسلئے کہ ہر مصل میں جدی ہوگی نیز صبیحہ نے	
قسم پنجم	مولى الموالاة	خود	قرآن مجید و حدیث	والذین عاقداً لایمانهم فأنوؤهم یصیبهم واد قال علیه السلام لیم الداسی هو اخوک وحولاً فانت احق بحبہ و معافہ د نومن دی د اسلمی وغبو	اولاد کے مقرر ہونے سے اس کو اپنا کرنا ضروری ہے اور جو نکاح کے سوا کوئی دولت نہیں اسلئے کہ ہر مصل میں جدی ہوگی نیز صبیحہ نے	
قسم چہارم	زوی الارحام	میت کی اولاد تریکہ اصول باب کی اولاد دوسری اولاد کی اولاد	قرآن مجید و آثار صحابہ حدیث رسول اللہ کتاجاب اللہ (سورہ انفال) الخال و اسرث من لا و اسرثا لہ ابن اخت القوم و منهم د بخاری	پہلی آیت سے توبہ ذوی الارحام ثابت ہے دوسری آیت عند لطیفہ مشورخ ضمن بلکہ سیرات ذوی الارحام مراد ہے (تفسیر کبیر) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مامون کی نسبت ارشاد فرمایا کہ جو کاکوئی حدت نہ ہو اسکا وارث مامون ہے اور فرمایا کہ جو کاکوئی قوم میں شمار ہوتا ہے نہ دی لاکھ کا کاکوئی ثابت ہوئی	اسکو ششمارے مقرر کر کے سے باجناں بطور پرست اسکو بجا کرے گا ایسے شخص کی پرستش فی الحقیقت صحت حکم میں داخل ہے لہذا اسکا پورا کرنا ضروری ہے اور جو نکاح کے سوا کوئی دولت نہیں اسلئے کہ ہر مصل میں جدی ہوگی نیز صبیحہ نے	
قسم سوم	مولى عتقا	خود عتقات	حدیث رسول اللہ	آخرفت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد کرنے والے کو فرمایا کہ اگر یہ تمہارا آزاد کر دیا تو غلام مر گیا اور کوئی نہ چھوڑا تو تم ہی اس کے عصبہ ہو جاؤ گے اور فرمایا کہ آزاد کر دے کسی قوم کا انھیں میں داخل سمجھا جائے	پہلی آیت سے توبہ ذوی الارحام ثابت ہے دوسری آیت عند لطیفہ مشورخ ضمن بلکہ سیرات ذوی الارحام مراد ہے (تفسیر کبیر) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مامون کی نسبت ارشاد فرمایا کہ جو کاکوئی حدت نہ ہو اسکا وارث مامون ہے اور فرمایا کہ جو کاکوئی قوم میں شمار ہوتا ہے نہ دی لاکھ کا کاکوئی ثابت ہوئی	اسکو ششمارے مقرر کر کے سے باجناں بطور پرست اسکو بجا کرے گا ایسے شخص کی پرستش فی الحقیقت صحت حکم میں داخل ہے لہذا اسکا پورا کرنا ضروری ہے اور جو نکاح کے سوا کوئی دولت نہیں اسلئے کہ ہر مصل میں جدی ہوگی نیز صبیحہ نے
قسم دوم	عصبانہ	دارالکلی اولاد باب کی اولاد باب کی اولاد باب کی اولاد باب کی اولاد	قرآن مجید و احجام حدیث رسول اللہ امت	کونھو اللہ فی اولاد کے لئے لکھ کر مثل خط الی نسبین فان لو کین لہ و لہ و ویرثہ ابواہ فلا یمہ الثالث وان کانوا اخوة رجلاً و نساء فلا یمہ مثل خط الانسین الحقوا الفاضل باھلھا فباقی فغیر دلی راجل ذکر دیکھا تو کم	پہلی آیت میں بیانیہ عصبہ ہونے کی حالت کا بیان ہے۔ دوسری میں باب کے عصبہ ہونیکا حال ہے۔ تیسری میں حقیقی اور علاقائی جانی عصبوں کا ذکر ہے بخاری میں حدیث نزہت کا احاطہ کر دے ذی الفروض کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہوگا مرو کا حق ہے جو بیت سے سب سے زیادہ حصہ ملا قہ اور قرابت رکھتے ہو	اسکو ششمارے مقرر کر کے سے باجناں بطور پرست اسکو بجا کرے گا ایسے شخص کی پرستش فی الحقیقت صحت حکم میں داخل ہے لہذا اسکا پورا کرنا ضروری ہے اور جو نکاح کے سوا کوئی دولت نہیں اسلئے کہ ہر مصل میں جدی ہوگی نیز صبیحہ نے
قسم اول	جسدہ	جسدہ دادی بیٹا بیٹے کی اولاد باب کی اولاد باب کی اولاد	حدیث شریف و آثار صحابہ قرآن مجید و احجام حدیث رسول اللہ امت	بوسیدہ اور تیسیر بن ذویب اور غیر بن شعبہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو چھٹا حصہ عطا فرمایا۔ بریدہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے جدہ کو چھٹا حصہ مقرر فرمایا جبکہ اس سے قریب میت کی کوئی مان موجود نہ ہو اور بکر خرنے دودھ کو کسے میں شریک کر دیا تو نہ دی اولاد و دوزاری بن ماجہ وغیرہ	اسکو ششمارے مقرر کر کے سے باجناں بطور پرست اسکو بجا کرے گا ایسے شخص کی پرستش فی الحقیقت صحت حکم میں داخل ہے لہذا اسکا پورا کرنا ضروری ہے اور جو نکاح کے سوا کوئی دولت نہیں اسلئے کہ ہر مصل میں جدی ہوگی نیز صبیحہ نے	

یا آزاد شدہ غلام وغیرہ مفلس متعلقین موجود ہوں تو یہ عام فقرا سے مقدم ہوا کرتا ہے اور مال میت کا لے سکتے ہیں

# ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض یعنی وہ وارث جن کا حصہ شریعت نے مقرر و معین فرما دیا ہے تیرہ شخص

ہیں۔ چار مرد اور نو عورتیں ہیں۔  
 باپ۔ دادا۔ اختیانی بھائی۔ شوہر۔ زوجہ۔ والدہ۔ بیٹی۔ پوتی۔ حقیقی بہن۔  
 علاتی بہن۔ اختیانی بہن۔ جسدہ۔ یعنی دادی۔ نانی۔  
 یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فرائض میں جب قدر رشتے بیان کئے جاتے ہیں وہ سب مرنے والے کے لحاظ سے بیان کئے جاتے ہیں مثلاً جب ہم لکھتے ہیں کہ باپ کو چھٹا حصہ اور زوجہ کو آٹھواں۔ تو یہاں مرنا ہوا لے کی زوجہ مراد ہے کسی کے اعتبار سے زوجہ لکھا گیا ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ باپ کی زوجہ کا یہ حصہ ہے کیونکہ اگر بھوکو باپ کی زوجہ کا حال لکھنا ہوتا تو میت کی والدہ یا مان لکھتے زوجہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی غرض ہر جگہ خیال رہے کہ باپ۔ دادا۔ زوجہ۔ والدہ۔ ہمیشہ۔ بیٹا وغیرہ جو کچھ کسی جگہ لکھا ہے وہاں میت کی ہمیشہ زوجہ بیٹا وغیرہ مراد ہیں۔ اس میں اکثر دھوکا ہو جاتا ہے

## فصل اول۔ باپ کی میراث کا حال اور حصہ

خوب یاد رکھو کہ باپ کا حق چھ حصے سے کم کبھی نہیں ہوتا۔ ہاں بعض دفعہ ترکہ میں سے تھانی حصہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ مل جاتا ہے اور اگر باپ کے سوا میت کا کوئی وارث ہی نہ ہو تو کل مال باپ کو مل جاتا ہے۔ غرض باپ کے تین حال ہیں۔

۱۔ یہ مضمون جمع الانہر شرح ملتقى الأبحر اور اشباہ و نظائر اور ذخیرہ میں اور جامع الرموز میں موجود ہے اور احادیث میں اکبر خزانہ اور معتق کو میراث دیا جانا اسکو مؤید ہے واللہ اعلم ۱۲

(۱) صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت نے کوئی بیٹا یا بیٹی کی مذکر اولاد یا پوتے کی مذکر اولاد چھوڑی ہو مثال

(۲) اگر مرنیوالے کے کوئی مذکر (یعنی نرینہ) اولاد کسی درجہ میں بھی نہ ہو بلکہ بیٹی یا پوتی یا پوتی کی بیٹی موجود ہو تو مرنیوالے کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجود کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ بھی دیا جاتا ہے۔

اس صورت میں باپ ذوی الفروض بھی رہا کیونکہ اُس نے اپنا وہ مقررہ حصہ لیا جو شرع نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے اور عصبہ بھی رہا کیونکہ اُس نے باقی مال لے لیا اور عصبہ کو کہتے ہیں جو ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال کا مستحق ہو۔

مثال - زید کا انتقال ہوا اُس نے پانچ وارث چھوڑے باپ دادا بیٹی زوجہ والدہ اسکے مال کا آٹھواں حصہ زوجہ کو چھٹا والدہ کو نصف بیٹی کو دیا گیا اور چھٹا حصہ حسب قاعدہ باپ کو دیا گیا۔ اب ذوی الفروض کے یہ سب حصے پورے مل جانے کے بعد جو کچھ باقی رہا ہے بھی باپ کو مل گیا یعنی کل مال کے چوبیس حصے کر کے تین سهام زوجہ کو چار والدہ کو اور باپ کو بیٹی کو اور چار والد کو دئے گئے ذوی الفروض کے کل حصے تینس سهام میں پورے ہو گئے اب جو ایک باقی رہا وہ بھی باپ کو مل جائیگا۔ اس صورت میں باپ زوجہ سے حصہ کا مستحق ہوا۔ چار سهام یعنی کل مال کا چھٹا حصہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے لیا اور ایک حصہ یعنی کل مال کا چوبیسواں حصہ عصبہ ہونے کے لحاظ سے پایا۔ غرض چوبیس میں سے پانچ حصے باپ کو وصول ہوئے اس طرح

تنبیہ - یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جب میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو تو وہ باپ کو اپنے حصے حصے کے علاوہ ہمیشہ ایک ہی حصہ ملتا ہے بلکہ جو کچھ باقی رہے وہ دیا جاتا ہے زیادہ ہو یا کم ہو۔ مثلاً اسی صورت مذکورہ میں اگر میت کی ماں زندہ نہ ہوتی تو پھر بھی زوجہ کو

۱۵ بیٹی کی اولاد کا اعتبار نہیں ۱۲ مختلف حصے دکھلانے کی غرض سے حالات قاعدہ والد کا نام زوجہ لکھا ۱۲

تین سهام ملتے دختر کو بارہ۔ باپ کو چار اور باقی ماندہ پانچ بھی عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کو حاصل ہوتے اس طرح <sup>زوجہ</sup> <sup>دختر</sup> <sup>پیر</sup> <sup>پدر</sup>

(۳) اگر میت کے نہ بیٹی سے نہ بیٹا نہ بیٹے کی اولاد ہے نہ پوتے کی نہ پڑپوتے کی تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ سب باپ کو مل جائیگا اس صورت میں باپ کا کوئی حصہ مقررہ نہیں نمبر دوم میں اور اس میں بھی فرق ہے کہ وہاں مقررہ حصہ چھٹا بھی ملتا تھا اور باقی ماندہ بھی ملتا تھا اور یہاں حصہ مقررہ کچھ نہیں صرف باقی ماندہ ملتا ہے۔ لیکن یہاں خدا کے فضل سے باقی ماندہ اس قدر ہوتا ہے کہ نمبر دوم میں جو کچھ ملتا تھا اُس سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

مثال۔ بکر کا انتقال ہوا اُس نے چار وارث چھوڑے۔ زوجہ۔ نواسی۔ والدہ۔ باپ۔ نواسی چونکہ ذوی الارحام میں سے اور ذوی الارحام کو جب ہی حصہ ملتا ہے کہ ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو اس لئے نواسی محروم رہی۔ زوجہ کو چوتھا حصہ دیا گیا اب جو کچھ باقی رہا اُس میں سے ایک ثلث والدہ کو دیا۔ اب جو کچھ باقی رہا وہ باپ کا حق ہے یعنی کل مال کے چار چھ کر کے ایک زوجہ کو دیا۔ اسکو دینے کے بعد تین باقی رہے اُن میں سے تھائی یعنی ایک سہم والدہ کو دیدیا باقی دو سهام والد کا حق ہیں۔

اس حالت نمبر ۲ میں باپ صرف عصبہ ہی عصبہ ہے ذوی الفروض نہیں اور حالت دوم میں عصبہ بھی تھا اور ذوی الفروض بھی۔ اور پہلی حالت میں صرف ذوی الفروض تھا عصبہ نہ تھا۔ باپ کی میراث کے جو تین حال ہم نے بیان کئے انکے سوا چوتھا حال قیامت تک نہیں ہو سکتا

## فصل دوم میت کے دادا کے حصے اور میرا کا بیٹا

یہ بات یاد رکھو کہ اگر میت کا باپ زندہ ہوتا ہے تو دادا کو کچھ حصہ نہیں ملتا وہ بالکل محروم رہتا ہے کیونکہ باپ کا درجہ قریب ہے انکی موجودگی میں دادا مستحق نہیں ہو سکتا۔ البتہ جب باپ موجود نہ ہو تو دادا کو بالکل اسی طرح وہی حصہ ملتے ہیں جو باپ کو ملتے تھے جیسا کہ

اب مفصل بیان ہوتا ہے۔ پس دادا کے بیان میں ہر جگہ یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ جب میت کا باپ زندہ نہ ہو تب دادا کو یہ حصے ملینگے

(۱) صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ مرنے والے کے کوئی بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا یا پڑپوتی کی مذکر اولاد کسی درجہ میں موجود ہو۔ مثال

پڑپوتا	دادا	شوہر	بیٹا	دادا	زوجہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶

(۲) اگر مرنے والے کے کوئی مذکر اولاد کسی درجہ میں بھی موجود نہ ہو بلکہ بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو میت کے دادا کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجودہ کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ بھی ملجاتا ہے۔

مثال۔ سعیدہ نے انتقال کیا اور شوہر اور دادا اور بیٹی چھوڑے۔ کل ترکہ کا چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا دادا کو دیا جائیگا۔ یعنی بارہ سهام میں سے تین شوہر کو چھ بیٹی کو اور دادا صاحب کو دئے اور کل گیارہ سهام میں ان وارثان ذوی الفروض کے حصے پورے ہو گئے اب ایک سهام جو باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہونے کے دادا کو مل گیا اس صورت میں دادا ذوی الفروض بھی ہوا عصبہ بھی رہا۔

(۳) جبکہ میت کے نہ بیٹی سے نہ بیٹا نہ پوتی سے نہ پوتا نہ پڑپوتی نہ پڑپوتی نہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ سب دادا صاحب کو مل جائے گا

مثال عمر کا انتقال ہوا اُسے دادا زوجہ والدہ تین وارث چھوڑے چوتھا حصہ زوجہ کو دیا گیا اور کل مال کا تھائی حصہ والدہ کو دیا گیا۔ جو کچھ باقی رہا وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے دادا کا حق سے یعنی کل ترکہ اول بارہ سهام پر تقسیم کر کے تین زوجہ کو دئے گئے چار والد کو دئے گئے اور باقی ماندہ پانچ سهام دادا نے پائے۔

اس صورت میں دادا صرف عصبہ سے اور حالت نمبر اول میں صرف ذوی الفروض تھا اور حالت نمبر دوم میں ذوی الفروض بھی تھا اور عصبہ بھی۔

ان تینوں حالتوں میں باپ اور دادا کا حصہ بالکل یکساں ہے ایک بہت خفیف فرق ہے

مثال

شوہر	بیٹی	دادا	دادا
۱	۲	۳	۴

اگر باپ موجود ہوتا اسکو بھی تین سهام ملتے مگر دادا محروم رہتا



جس سے بعض صورتوں میں والدہ کے حصہ کی مقدار گھٹ کر باپ کے حصے کی مقدار بڑھ جاتی ہے لیکن حصہ کا نام اور تعداد پھر بھی وہی رہتی ہے۔ اور دادا میں یہ زیادتی کمی نہیں ہوتی فرق۔ اگر میت نے صرف زوجہ اور والدین چھوڑے ہیں یا صرف شوہر اور والدین چھوڑے ہوں تو زوجہ اور شوہر کا حصہ دیدینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں سے ایک ثلث والدہ کو ملیگا اور باقی باپ کو اس صورت میں باپ کو باقی ماندہ ملا لیکن زیادہ ملا کیونکہ والدہ کا حصہ گھٹ گیا۔ اگر کل مال میں سے ثلث ملتا تو زیادہ ملتا اب شوہر کو دینے کے بعد باقی ماندہ میں سے ثلث والدہ کو ملا تو کم ملا لیکن باپ کا حصہ بڑھ گیا۔ اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو یہ کمی بیشی نہیں ہوتی بلکہ شش ثلث والدہ کو کل مال کا ثلث دیا جائیگا۔ یعنی اگر کوئی میت صرف شوہر اور والدہ اور دادا چھوڑے یا کوئی میت صرف زوجہ اور والدہ اور دادا چھوڑے تو یہ نہ ہوگا کہ زوجہ یا شوہر کا حصہ علیحدہ کر کے باقی مال میں سے ایک ثلث والدہ کو دین بلکہ کل مال میں سے ثلث دیا جائیگا۔ مثالوں سے فرق ظاہر ہو جائیگا کہ جبکہ باپے وہاں والدہ کو باقی ماندہ کا ثلث دلایا گیا ہے اور جس جگہ دادا ہمراہ سے وہاں کل مال کا ثلث والدہ کو دلایا گیا ہے۔

## مثال اول

زوجہ ۱ والدہ ۱ والد ۲ شوہر ۶

زوجہ ۱۲ والدہ ۱۲ دادا ۲ شوہر ۶ والدہ ۲

(۴) چونکہ حال دادا کا یہ ہے جسکو ابستہ ہی میں بخوبی ظاہر کر دیا گیا تھا کہ جب باپ موجود ہوتا ہے تو دادا بالکل محروم رہ جاتا ہے۔ واضح ہو کہ پڑدادا اور سکڑدادا کے بھی حصے ہیں اور یہی حال ہے جو دادا میں مذکور ہوا لیکن دادا کے سامنے پڑدادا محروم ہوتا ہے اور پڑدادا کے سامنے سکڑدادا

۱۵ مثال کے لئے دیکھو مسئلہ زوجہ ۱ دختر ۲ باپ ۲ دادا ۲ (دیکھیں ضمیمہ کا ۱)

فصل تیسری اخیانی بھائی کی میراث کا بیان

(۱) اگر صرف ایک بھائی ہو تو میت کے ترکہ چھٹا حصہ پادریگا

مثال قول

مستفله	دو احوالی بهائی	مثال ۲	دختر	دسر خیالی بهائی	جفا
نصف	چهار	نصف	نصف	نصف	نصف
۱۰	۲	۳	۱۱	۱۲	۱۳

۱۷ اس مثال میں قساع کے لیے دیکھیں منہ پر کاٹا ۲ نمبر۔ ناشر ۱۸ یا بیٹی دیکھیں ص ۱۷۰ ناشر

بھائی بہن بالکل محروم رہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اگر میت کا باپ دادا۔ پڑدادا زندہ ہو تب بھی ان خیالی بھائی بہن میراث کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

مثال اول	۱۔ درجہ اول	۲۔ درجہ اول	۳۔ درجہ اول	۴۔ درجہ اول	۵۔ درجہ اول	۶۔ درجہ اول	۷۔ درجہ اول	۸۔ درجہ اول	۹۔ درجہ اول	۱۰۔ درجہ اول
۱۔ درجہ اول	۲۔ درجہ اول	۳۔ درجہ اول	۴۔ درجہ اول	۵۔ درجہ اول	۶۔ درجہ اول	۷۔ درجہ اول	۸۔ درجہ اول	۹۔ درجہ اول	۱۰۔ درجہ اول	۱۱۔ درجہ اول
۱۲۔ درجہ اول	۱۳۔ درجہ اول	۱۴۔ درجہ اول	۱۵۔ درجہ اول	۱۶۔ درجہ اول	۱۷۔ درجہ اول	۱۸۔ درجہ اول	۱۹۔ درجہ اول	۲۰۔ درجہ اول	۲۱۔ درجہ اول	۲۲۔ درجہ اول

## فصل چوتھی شوہر کے حصوں اور میراث کا بیان

شوہر کی میراث کی دو حالتیں ہیں۔ ان کے سوا تیسری نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی ایسی صورت ہے جس میں شوہر محروم ہو جائے۔ میراث پانے کی دو حالتیں یہ ہیں۔

(۱) اگر زوجہ کا انتقال ہوا اور اُس نے کوئی بیٹا بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی نہیں چھوڑا تو شوہر کو زوجہ کے ترکہ کا نصف حصہ ملتا ہے

(۲) اگر زوجہ کے کوئی بیٹا یا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو شوہر کو کل مال میں سے ربع یعنی چوتھائی پھونچے گا۔

مثال	۱۔ درجہ اول	۲۔ درجہ اول	۳۔ درجہ اول	۴۔ درجہ اول	۵۔ درجہ اول	۶۔ درجہ اول	۷۔ درجہ اول	۸۔ درجہ اول	۹۔ درجہ اول	۱۰۔ درجہ اول
۱۱۔ درجہ اول	۱۲۔ درجہ اول	۱۳۔ درجہ اول	۱۴۔ درجہ اول	۱۵۔ درجہ اول	۱۶۔ درجہ اول	۱۷۔ درجہ اول	۱۸۔ درجہ اول	۱۹۔ درجہ اول	۲۰۔ درجہ اول	۲۱۔ درجہ اول
۲۲۔ درجہ اول	۲۳۔ درجہ اول	۲۴۔ درجہ اول	۲۵۔ درجہ اول	۲۶۔ درجہ اول	۲۷۔ درجہ اول	۲۸۔ درجہ اول	۲۹۔ درجہ اول	۳۰۔ درجہ اول	۳۱۔ درجہ اول	۳۲۔ درجہ اول

ضروری بات۔ یہ جو بیان ہوا کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو بلکہ جس وقت زوجہ کی اولاد موجود ہوگی شوہر کو چوتھا حصہ پھونچے گا خواہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو یا اس سے پہلے شوہر کی ہو یا دونوں شوہروں سے اولاد ہو

۱۔ البتہ اگر ان چار اسباب محرومی میں سے کوئی سبب پایا جاوے تو محروم ہو سکتا ہے لیکن یہاں آنے بحث نہیں مطلب یہ ہے کہ جب وہ اسباب محرومی نہ پائے جائیں تو شوہر کی کوئی حالت ایسی نہیں جہاں میراث نہ پاتا ہو ۲۔ ہر جگہ ہی ترکہ مراد ہے جو ہر چیز و تکلیف اور بعد ادا کے فرض و میت کے باقی رہا ہو ۳۔ یہاں تک کہ اگر عورت کے مرنے کے بعد شوہر ہی خیر کرے ربع سے ۱۲

مثال ۱۔ یغتمہ کا انتقال ہوا تو اُسکے موجودہ شوہر سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا موجود تھا اس صورت میں شوہر کو چوتھا حصہ ملیگا اور باقی بیٹا بیٹی کو یہ اولاد شوہر کی بھی اور زوجہ کی بھی۔ مثال ۲۔ سہمی۔ رشیدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا موجود تھا دوسرا نکاح کیا مگر اس شوہر کچھ اولاد نہ ہوئی تو شوہر کو چوتھا حصہ ملیگا کیونکہ مرنے والا ایک اولاد موجود ہے گو اس موجودہ شوہر سے نہیں بلکہ سابق شوہر سے ہے مثال ۳۔ سہمی زاہدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی موجود ہے دوسرے شوہر سے بھی ایک لڑکا لڑکی پیدا ہوئے تو اب زاہدہ کے انتقال پر موجودہ شوہر کو چوتھا حصہ میراث کا ملیگا۔ اسلئے کہ زاہدہ کے ہر قسم کی اولاد موجود ہے مثال ۴۔ عظمیٰ عظیم خان کی پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود ہیں زبیدہ سے نکاح کر لیا وہ اولاد مرگئی تو زبیدہ کے ترکہ میں سے عظیم خان شوہر کو نصف حصہ ملیگا حالانکہ اولاد موجود ہے اسلئے کہ یہ اولاد زبیدہ کے بطن سے نہیں اور جب زوجہ کے اولاد نہیں ہوتی تو شوہر کو نصف ملتا ہے لہذا یہاں بھی وہی نصف ملے گا۔

ان سب مثالوں سے واضح ہو گیا کہ اولاد ہونے نہ ہونے میں مرنے والی عورت کا اعتبار ہے اگر اُسکے بیٹا بیٹی ہوتا ہوتی پڑوتا پڑوتی کوئی ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملیگا اور اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہوگا تو شوہر کو نصف ترکہ مل جائے گا علیٰ ہذا القیاس جس جگہ کہتے ہیں کہ اگر اولاد ہو تو والدین کو چھٹا حصہ ملتا ہے اگر اولاد نہ ہو تو والدہ کو ایک ثلث ملتا ہے وہاں بھی میت کی اولاد کا اعتبار ہوتا ہے۔

دو شوہروں کا بیان۔ مسلمان عورت کے ایک وقت میں ایک سے زیادہ شوہر نہیں ہو سکتے لہذا جب مرے گی ایک ہی نکاح میں انتقال کرے گی وہی اُسکا وارث ہوگا۔ لیکن اگر بالفرض کسی طرح دو شوہر ثابت ہو جائیں تو جو کچھ حصہ ایک شوہر کا مقرر ہے اُسکو باہم نصفاً نصف تقسیم کر لیں یہ ہوگا کہ ہر ایک کو پوری میراث علیحدہ علیحدہ دی جائے مثلاً دو شخصوں نے ایک عورت کے انتقال کے بعد دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ گزار دیئے کہ یہ میری زوجہ تھی اور گواہوں نے کوئی تاریخ اور وقت بیان نہیں کیا یا دو شخصوں کے گواہوں نے ایک ہی وقت و تاریخ بیان کیا تو یہ دونوں شخص شوہر سمجھے جائیں گے اور جو کچھ

ایک شوہر کو حصہ دیا جاتا ہے اسکو باہم تقسیم کر لین اگر گواہوں نے مختلف تاریخیں بیان کیں تو جبکا نکاح پہلے ہوا ہے وہی شوہر سمجھا جائیگا اور مستحق میراث ہوگا جسکے گواہ پیچھے کی تاریخ بیان کرتے ہیں وہ محروم رہے گا۔

ذوی الفروض مرد و عورت صرف چار تھے اُن کا بیان ختم ہوا۔ اب عورتوں کے ذمی الفروض کا حال لکھا جاتا ہے اور شوہر زوجہ کے حالات کو متصل و قریب رکھنے کے لئے عورتوں میں سب سے پہلے زوجہ کا حال بیان کیا جاتا ہے کیونکہ شوہر زوجہ کے بعض حال بالکل یکساں ہیں اور بہت سی باتوں میں ان دونوں کا ایک حکم ہے ورنہ سب سے پہلے والدہ کا حال بیان کرنا مناسب تھا اور ذوی الفروض عورتوں میں وہ سب سے مقدم ہونے کی مستحق تھی۔

## فصل پانچویں زوجہ کی میراث کے حالات

جسطرح شوہر کبھی میراث سے محروم نہیں ہو سکتا زوجہ بھی محروم نہیں رہ سکتی اور جیسے شوہر کی میراث کی دو حالتیں تھیں زوجہ کے بھی دو حال ہیں صرف حصوں کے کم و بیش ہونیکارنی (۱) اگر شوہر کا انتقال ہوا اور اُسکے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑوتا پڑوتی سکڑوتا سکڑوتی موجود نہ ہو تو کل ترکہ میں سے زوجہ کو ربع (یعنی چوتھائی) دیا جاتا ہے۔

(۲) اگر شوہر کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی یا پڑوتا پڑوتی موجود ہو تو زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ترکہ میں سے ملتا ہے۔

شرح یہ جو عرض کیا گیا کہ اگر شوہر کے اولاد (یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ) موجود ہو تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ اولاد اسی زوجہ سے ہو جو موجود ہے اور آٹھویں حصہ کی مستحق ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ مرہو والے نے اولاد جموڑی ہو خواہ وہ اولاد اسی عورت کے بطن سے ہو یا کسی پہلی زوجہ کے پیٹ سے یا دونوں قسم کی ہو یعنی اس زوجہ سے بھی ہو اور پہلی بیویوں سے بھی۔

مثال اول مسعود کا انتقال ہوا اور اُسکے پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود ہیں بالفعل جو زوجہ

۱۵ یعنی تین تکفین قرض و میت کے بعد جو کچھ باقی رہے ۱۲

زندہ ہے اس سے کچھ بھی اولاد نہیں تو اس زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ترکہ میں سے ملیگا  
مثال دوم۔ زید کے انتقال کی وقت دو زوجہ موجود ہیں پہلی سے کچھ اولاد نہیں دوسری  
سے ایک لڑکی ایک لڑکا ہے اس صورت میں ہر دو زوجہ کو میراث کا آٹھواں حصہ دیا جائے  
باہم اُسکو تقسیم کر لیں۔

مثال سوم عزیز بیگ کے پہلی زوجہ سے ایک دختر اور دوسری زوجہ سے جو زندہ ہے دو  
پسر ہیں تو عزیز بیگ کے انتقال پر موجودہ زوجہ کو آٹھواں حصہ دیا جائے گا  
چار سے زیادہ زوجہ کوئی مسلمان ایک وقت میں نہیں رکھ سکتا لہذا کسی میت کے انتقال  
کے وقت چار سے زیادہ زوجہ وارث نہیں ہو سکتیں لیکن چار تک جقدر زوجہ موجود ہوں گی  
وہ سب چوتھے یا آٹھویں حصے میں شریک رہیں گی خواہ ایک زوجہ ہو یا دو تین چار یہ ہوں گے  
کہ ہر زوجہ کو علیحدہ آٹھواں یا چہارم دلا یا جائے۔

عدت۔ گزرنے سے پہلے شوہر زوجہ میں ایک قسم کا علاقہ باقی رہتا ہے اسوجہ سے عورت  
دوسرا نکاح نہیں کر سکتی اور اگر مرد کے پاس تین زوجہ موجود ہوں اور چوتھی عدت گزار رہی ہو  
تو جب تک اُسکی عدت نہ گزر جائے مرد کو پانچویں زوجہ سے نکاح حلال نہیں۔ غرض عدت  
میں عدت گویا اُسی شوہر کی زوجہ سمجھی جاتی ہے۔ لہذا اگر طلاق رجعی یا طلاق بائنہ دینے  
کے بعد عدت گزرنے سے پہلے شوہر نے انتقال کیا تو زوجہ کو میراث میں سے حسب قواعد مذکورہ  
بالا ضرور چوتھائی یا آٹھواں حصہ ملیگا خواہ یہ طلاق مرض الموت میں دی ہو یا اُس سے پہلے  
اور اگر عورت نے کچھ مال دیکر شوہر سے طلاق لی یعنی خلع کر لیا یا بلا معاوضہ شوہر سے طلاق بائنہ  
مانگ لی تو میراث کی مستحق نہ ہوگی خواہ عدت کے بعد شوہر نے انتقال کیا ہو یا عدت گزرنے سے  
پہلے شوہر نے اگر اپنی زوجہ کے مرض الموت میں اسکو طلاق بائنہ یا رجعی دیدی یا خلع منظور  
کر لیا تو شوہر میراث کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ اُس نے اپنے اختیار سے علاقہ زوجیت کو توڑا ہے  
(اسی قسم کا بیان اقرار مر فیض کے حال میں فصل سوم باب دوم میں گزر چکا ہے)

زوجہ میں بسا ازوجہ سابقہ زوجہ اول - دختر و پسر زوجہ سابقہ

زوجہ دختر زوجہ اول - دو پسر زوجہ سابقہ

شوہر اور زوجہ کے حصوں کو بڑھکر ناظرین معلوم کر لیں گے کہ خدائے تعالیٰ نے انکے حصوں میں اللہ کے مثل حظ الاقنشین کی رعایت رکھی ہے یعنی مرد کو دو چند عورت کو اکھرا یعنی میت کی اولاد نہ ہونے کی حالت میں زوجہ کو رُبع ملتا ہے اور شوہر کو اُس سے دو چندی کل ترکہ میں سے نصف۔ اور اگر میت کے اولاد ہو تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اور شوہر کو اس حالت میں دو چندی کل مال میں سے چوتھائی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ زوجہ کی اولاد موجود ہونے سے شوہر کا حصہ کم ہو جاتا ہے اور شوہر کی اولاد سے زوجہ کے حصے میں خلل آتا ہے۔ اب صرف اس بات پر دوبارہ غور کر لینا چاہئے۔ کہ جس اولاد کی وجہ سے زوجہ اور شوہر کا حصہ کم ہو جاتا ہے وہ یہ اولاد ہے۔

بیٹا۔ پوتا۔ بیٹی۔ پوتی۔ پوتے کا بیٹا یا بیٹی (یعنی پڑپوتا۔ پڑپوتی) پس اگر کسی میت کے بیٹے کی اولاد یعنی نواسا نواسی۔ یا نواسی کی اولاد ہو یا پوتی کی اولاد ہو اسکی وجہ سے زوجہ اور شوہر کے حصوں میں کمی نہ آوے گی

## فصل چھٹی۔ مال کی میراث اور حصوں کا بیان

والدہ کو چھٹے حصے سے کسی کم نہیں ملتا اور نہ کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کسی محروم ہوتی ہے اور اسکے تین حال ہیں۔

حالت اول۔ اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ملیگا۔ اگر میت کے دو بھائی بہن موجود ہوں تب بھی والدہ کو صرف چھٹا حصہ ملیگا یہ بھائی بہن خواہ کسی قسم کے ہوں حقیقی یا علاتی یا خیالی جب ایک سے زیادہ ہوں والدہ کو چھٹے حصہ سے زیادہ نہ مل سکیگا۔ خواہ صرف بھائی ہوں یا صرف بہنیں یا بھائی بہنیں دونوں ملے ہوئے ہوں (۲) اگر مرد کا انتقال ہو اسے اور اسکی زوجہ اور باپ دونوں موجود ہوں یا عورت کا انتقال ہو اسے اور اسکی شوہر اور باپ دونوں موجود ہوں

تو شوہر یا زوجہ کا حصہ شرعی مقرر شدہ نکال لینے کے بعد جو مال باقی رہے اس میں سے ایک تہائی والدہ کا حصہ ہے

(۳) اگر مذکورہ بالا وارثوں میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل مال سے تھائی ملیگا یعنی والدہ کو کل ترکہ میں سے تھائی ملنے کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں۔  
 میت کے بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی۔ کوئی نہ ہو۔  
 میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے موجود نہ ہوں۔  
 میت کا شوہر اور باپ دونوں اکٹھے زندہ نہ ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک زندہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس میت اگر مرد ہے تو اسکی زوجہ اور باپ دونوں اکٹھے زندہ نہ ہوں اگر صرف زوجہ ہو یا صرف باپ ہو تو مضائقہ نہیں  
 فرق۔ دادا کے حال میں بتلادیا گیا تھا کہ باپ جب شوہر یا زوجہ کے ساتھ ہوتا ہے تو میت کی والدہ کا حصہ کم کر دیتا ہے اور اگر بجائے باپ کے شوہر یا زوجہ کے ساتھ میت کا دادا ہو تو والدہ کا حصہ کم نہیں ہوتا۔  
 سوال میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہر جگہ باپ کی رعایت کی گئی کسی جگہ ماں کا حصہ کم کر کے باپ کا حصہ بڑھایا گیا اور کسی جگہ ذوالفروض کے بعد باقی ماندہ مال باپ کو دوا دیا گیا حالانکہ ماں جو کچھ محنت و مشقت بچے کی پیدائش و پرورش وغیرہ میں اٹھاتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ نیز عورت خود مال نہیں حاصل کرتی اسلئے زیادہ محتاج ہے۔ پس اگر ماں کا حصہ باپ سے زیادہ نہیں مقرر کیا گیا تو ہر جگہ برابر ہونا مناسب تھا۔  
 جواب والدہ کی تکلیف و محنت کا شریعت نے بخوبی لحاظ کیا اور زندگی میں صلہ رحمی اور سلوک کا حق بیٹے کے ذمہ بنایا ہے دو چند مقرر کر دیا بیٹے کے ذمہ پر لازم کیا کہ ماں کی خدمت اور صلہ رحمی اور سلوک باپ سے دو تین حصے زیادہ کیا کرے۔ گویا ماں کو ایک قسم کی ترجیح حاصل ہو گئی۔ کیونکہ میراث صرف اسی بیٹے سے ملتی ہے جو مالدار ہو اور ماں باپ کا ہم مذہب بھی ہو۔ اور خدمت ہر ایک بیٹے کے ذمہ پر لازم ہے ماں کی خدمت بھی دو چند ہونی اور میراث میں بھی ہر جگہ حصہ لیا ہے

۱۲۱۷ھ کے سالے مرعاج ۱۲۱۷ھ جبکہ شریعت نے اولاد کا سارا حرج (لفظ معوجہ) باپ کے ذمہ رکھا ہے ۱۲۱۷ھ



(۱) اگر صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ تو میت کے ترکہ میں سے اسکو نصف حصہ ملتا  
 (۲) اور اگر اور کوئی وارث بالکل نہ تو باقی نصف بھی اسکو مل جاتا ہے اسکا ذکر رد کے بیان  
 میں آدے گا)

(۲) اور اگر دو بیٹیاں ہوں یا دو سے زیادہ ہوں اور کوئی بیٹا نہ ہو تو ان بیٹیوں کو ترک  
مین سے دو ٹلٹ پھونچے گا اُس دو ٹلٹ کو باہم تقسیم کر لیں خواہ کتنی ہی بیٹیاں ہوں  
دو ٹلٹ میں شریک رہیں گی اور برابر تقسیم کر لیں گی۔  
مثال۔ زید کا انتقال ہوا۔ اُس نے زوجہ۔ باپ۔ دو بیٹیاں چھوڑی آٹھ سو ان حصہ وجہ کو  
دو تھائی بیٹیوں کو باقی باپ کو ملے گا۔ دو ٹلٹ کو دو نوں بیٹیوں باہم نصف نصف کر لیں  
اور اگر بجائے دو کے چار یا پانچ یا آٹھ دس بیٹیاں ہوں تب بھی دو ٹلٹ (یعنی چوبیس ٹلٹ  
میں سولہ) انکو ملیں گے اسیکو تقسیم کر لیں۔ اس طرح

۲۳ زوجه دختر دو تنم دختر باب  
آشون آشون

۲۴ کدوم دختر دختر دختر دختر دختر دختر  
آشون آشون

(۳) اگر بیٹیوں کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹی کا کوئی حصہ مقرر نہیں۔ بلکہ جس قدر بیٹے کو ملیگا اُس سے نصف ہر ایک بیٹی کو ملیگا۔ خواہ ایک بیٹی ہو یا دو چار ہوں۔ اس حالت میں بیٹیاں ذوی الفروض نہیں رہی بلکہ اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ بالغیر ہو گئی ہیں۔

شرح۔ اگر کسی عورت نے انتقال کیا اور اُسکے دو شوہروں سے اولاد موجود ہے تب بھی یہی حال ہے جو مذکور ہوا یعنی اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو ثلث ترکہ ان کو ملیگا اور اگر بیٹیاں بھی ساتھ ہو تو ہر ایک بیٹی کو بیٹے سے نصف ملیگا۔ خواہ یہ بیٹا پہلے

شوہر سے ہو یا دوسرے اور یہ بیٹیاں بھی خواہ اول شوہر کی ہوں یا ثانی کی۔ اس سے کچھ بحث نہ ہوگی۔ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ بوقت وفات میت کیا کیا اولاد موجود تھی علیٰ ہذا القیاس اگر مرد کا انتقال ہو تو اسکی بیٹیوں میں یہ تفصیل دینے نہیں کرینگے کہ ایک سے بہن یا دو سے اور اگر ان کے ساتھ بیٹا ہو تو یہ نہ پوچھینگے کہ وہ پہلی زوجہ سے ہے یا دوسری سے یہ نہوگا کہ ایک زوجہ کی اولاد نصف مال پر قبضہ کر لے اور دوسرے کی اولاد نصف لے لیں بلکہ جتنی اولاد کی تعداد ہوگی اسقدر حصے ملین گے لیکن مرد کو دہرا اور عورت کو اکرا دیا جائیگا پس اگر کسی کی ایک زوجہ سے صرف ایک لڑکی ہو اور دوسری سے پانچ بیٹے ہوں تو گیارہ حصے ہو کر ایک حصہ بیٹی کو پھونچے گا اور دو حصے پانچوں بیٹیوں کو

## فصل ٹھون پوتی کے حصوں کا بیان

عرف میں بیٹے کی دختر کو پوتی کہتے ہیں لیکن یہاں خاص وہی مراد نہیں بلکہ پوتے اور پرپتے کی بیٹی کو بھی پوتی کہتے ہیں اور اگر بیٹی کی بیٹی موجود نہ ہو تو پوتے کی بیٹی کو حصے ملتے ہیں اور اگر پوتے کی بیٹی بھی نہ ہو تو پڑپوتے کی بیٹی انھیں حصوں کی مستحق ہوگی۔ پوتی کی میراث کی حصہ صورت میں ہو سکتی ہیں لیکن پڑپوتی وغیرہ کے حال کو بھی اسی کے تحت میں داخل کر کے دس گیا حالتیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف ایک پوتی ہو تو اسکو ترکہ میں سے نصف ملیگا جیسے بیٹی کو ملتا تھا گویا اس صورت میں بیٹی کے قائم مقام ہو گئی (اگر پوتی نہ ہو تو پڑپوتی کا بھی حال ہوگا)

(۲) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو اور پوتیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو ان کو کل مال میں سے دو تھائی دیا جائیگا۔ اس صورت میں بھی یہ پوتیاں بیٹیوں کے قائم مقام ہیں اور جسطرح بیٹیاں دو تھلث کو باہم تقسیم کر لیتی تھیں اسی طرح یہ بھی کر لیں گی۔ خواہ وہ پوتیاں ہوں یا زیادہ ہوں (اگر پوتی کوئی نہ ہو تو پڑپوتیوں کا بھی حال ہوگا)

(۳) اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی پوتا ہو تو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد باقی رہے اسکو یہ پوتا پوتی باہم تقسیم کر لیں

(اس جگہ پڑ پوتی قائم مقام پوتی کے نہیں ہو سکتی کیونکہ پوتے کے سامنے وہ محروم رہتی ہے) (الف) اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو اور کوئی پوتا نہ بنی ایک یا کئی پوتیاں ہوں اور پڑ پوتا ہو تب بھی ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے اسکو یہ پوتیاں اور پڑ پوتا باہم تقسیم کر لیں مرد کو دہرا عورت کو اکھرا۔ (د اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی کوئی نہیں پڑ پوتے اور پڑ پوتیاں ہیں تب بھی ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ ترکہ کو باہم تقسیم کر لیں۔ لکن عکس مثل حظ الانثیین ۵۔

(ب) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑ پوتا موجود نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو صرف چھٹا حصہ ملیگا۔ خواہ ایک پوتی ہو یا دو چار ہوں۔

(ج) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑ پوتا سکر و تا موجود نہ ہو اور پوتی بھی موجود نہ ہو بلکہ صرف ایک بیٹی اور پڑ پوتی ہو تو پڑ پوتی کو چھٹا حصہ ملیگا۔ خواہ ایک ہو یا چند۔

(د) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑ پوتا نہ ہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ ہوں تو پوتی بالکل محروم رہے گی۔

(ب) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑ پوتا سکر و تا نہ ہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو پڑ پوتی بالکل محروم رہے گی۔

(۶) اگر میت کے بیٹا موجود ہے تو پوتیاں پڑ پوتیاں سکر و تیاں سب محروم رہیں گی

(۷) اگر میت کے پوتی موجود ہے تو پڑ پوتیاں سب محروم رہیں گی۔

شرح پوتیوں کا جو حال بیان ہوا اس میں یہ ضروری نہیں کہ سب پوتیاں ایک ہی کی اولاد ہوں یا سب پڑ پوتیاں ایک پوتے سے ہوں بلکہ اگر مختلف بیٹوں کی بیٹیاں ہوں تو انکے بھی وہی حصے ہیں۔ مثلاً ایک بیٹے کی صرف ایک بیٹی ہے اور دوسرے بیٹے کی پانچ ہیں تو اب اگر انکو دو ثلث ملیں تو باہم اس کے چھ حصے کر کے ہر ایک پوتی کو ایک ایک حصہ دیا جائیگا یہ نہیں ہوگا کہ جو بیٹی اپنے باپ کی تنہا ہے اسکو کچھ زیادہ حصہ دیدیں

۱۔ بذالہ آخرہ تفصیل لما فی السراجیۃ الا ان یكون بعد ان من اداسفل منهن غلام فیعصبن وترکت زیادة التفصیل

کو نا خراجۃ عن فہم عابۃ المسلمین۔ ۱۲ نوٹ: اس مسئلہ کی پوری تفصیل مع شرائط ضمیر میں اصلاح نمبر ۳ پر ملاحظہ کریں (ناشر)

اسی طرح پوتوں کے ساتھ ملکر عصبہ ہونے میں یہ ضرورت نہیں کہ وہ پوتی اور پوتے سب ایک شخص کی اولاد ہوں بلکہ اگر پوتیاں ایک بیٹے کی اولاد ہیں اور ان کے ساتھ جو پوتیاں وہ میت کے دو سر بیٹے کا بیٹا ہو تو بھی عصبہ ہو جائیں گے۔ نیز پوتیوں کے محروم ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ میت کا بیٹا جو موجود ہے وہ ان کا باپ ہو بلکہ اگر پوتیوں کا باپ مر گیا ہو اور دوسرا بیٹا موجود ہو ان لڑکیوں کا باپ نہیں چچا ہے تب بھی محروم رہیگی اب بھائی بہنوں کا حال شروع ہوتا ہے لہذا آئندہ آسانی اور سہولت کیلئے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بہن بھائی تین قسم کے ہو سکتے ہیں ایک علمی یعنی حقیقی بھائی بہن جو مان باپ نون میں شریک ہوتے ہیں اور سگے بھائی بہن کھلاتے ہیں۔ دوسرے علاقائی یعنی وہ بھائی بہن جو صرف باپ میں شریک ہوں مان علمدہ علمدہ ہو۔ انکو سوتیلے بھائی بہن کہتے ہیں تیسرے اخیانی یعنی وہ بھائی بہن جو صرف مان میں شریک ہوں باپ سب کا علمدہ ہو انکو بھی سوتیلے بھائی بہن کہا جاتا ہے۔ ان تین قسموں میں سے اخیانی بھائی کا ذکر تو اسی باب کے تیسری فصل میں گذر چکا ہے۔ علاقائی اور حقیقی بھائی ذوی الفردض میں داخل نہیں ان کے حالات آئندہ باب میں عصبہات میں مذکور ہوں گے یہاں صرف تینوں قسم کی بہنوں سے حصے اور میراث کا حال بیان کرنا منظور ہے۔ لیکن یہاں بھی ان تینوں قسم کے بھائی بہنوں کی نسبت یہ یاد کر لینا چاہئے کہ اگر میت کے باپ دادا وغیرہ یا بیٹا یا پوتا یا پوتا سکرٹا موجود ہو تو ہر قسم کے بھائی بہن میراث کے بالکل مستحق نہیں ہوتے چنانچہ ہر ایک کے مفصل میں یہ بات معلوم ہو جائے گی۔

## فصل نوین حقیقی ہمیشہ سگی بہن کے حالات

(۱) اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑ پوتا پوتی نہ ہو اور ایک ہمیشہ ہو تو اسکو میت کے کل ترکہ میں سے نصف مال ملیگا۔

(۲) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑ پوتی نہ ہو اور دو ہمیشہ ہوں یا زیادہ ہوں تو ان سب کو ترکہ میں سے دو ثلث یعنی دو تہائی مال بھونچے گا اسکو باہم برابر تقسیم کر لیں

(۳) اگر میت کے بیٹی پوتی یا پڑپوتی یا سکر پوتی موجود ہو (خواہ ایک ہو یا زیادہ) تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ میت کی ہمشیرہ کو مل جائے گا مثال - زید کا انتقال ہوا اور ایک بیٹی ایک زوجہ ایک ہمشیرہ چھوڑی تو کل مال میں سے نصف بیٹی کو ملیگا آٹھواں حصہ زوجہ کو باقی ہمشیرہ کو - اس طرح اگر بیٹی نہ تو پوتی یا پڑپوتی ہو جب بھی ہمشیرہ کو باقی ماندہ ملیگا۔

روایت حضرت ابو موسیٰ صحابی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کوفہ کے حاکم اعلیٰ تھے اور سلمان بن ربیعہ قاضی تھے ایک شخص نے ان دونوں حضرات سے مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اُسے ایک بیٹی ایک پوتی ایک بہن چھوڑی اسکا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ نصف ترکہ بیٹی کا حق ہے اور نصف پوتی کا ہمشیرہ محروم ہے۔ اور تم جا کر اس مسئلہ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی دریافت کرنا وہ بھی ہمارے موافق جواب دیں گے۔ سائل نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اپنا سوال اور ان صاحبوں کا جواب بیان کیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ وہ فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ ہماری موافقت کریں گے عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بھلا میں کیسے انکی موافقت کر سکتا ہوں۔ اگر اس مسئلہ میں انکی موافقت کروں تو گمراہ ہو جاؤں کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے خلاف سنا ہے میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا نصف بیٹی کو اور چھٹا حصہ پوتی کو دیا جائے اور باقی ہمشیرہ کو۔ سائل نے واپس ہو کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس مسئلہ سے ذکر کیا تو دونوں صاحبوں نے اسکو قبول فرمایا اور اپنے قول سے رجوع فرمایا اور فرمانے لگے کہ جب تک یہ متبحر عالم یہاں موجود ہے مجھے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔

سبحان اللہ کیا شان تھی صحابہؓ کی کہ ابو موسیٰؓ نے باوجود فضل و کمال اور حکومت و ریاست کے

انکے صحابی ہونے میں اختلاف ہے ۱۲ مسئلہ آپ بھی کوفہ کے حاکم رہ چکے تھے اس واقعہ سے بہت مدت پہلے حکومت میں علم ہو کر وہیں قیام کر لیا تھا ۱۳ اس سے معلوم ہوا کہ بیٹی کی موجودگی میں ہمشیرہ محروم نہیں ہوتی بلکہ حصہ ہوتی ہے جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ دیا جائے جیسا کہ ابھی ہمشیرہ حالت نمبر ۳ میں پہلے بیان کیا ہے اور ایک بیٹی کے ساتھ پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے چنانچہ فصل آٹھویں نمبر یک میں بیان ہوا تھا۔ ۱۴

خود مسئلہ بتلا کر دوسرے صحابی کے پاس تحقیق و توثیق کے لئے بھیج دیا اور جب وہاں سے  
خلاف امید لیکن بجا اور معقول مخالفت کی صدا آئی۔ تو کلمہ حق کو بدل و جان قبول فرما کر حجت  
کر نیوالے ہمعصر کے علم کی تعریف اور ان کی فضیلت کا اقرار فرمایا اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
علیہ وسلم کو پچھلے سے اُنکو نہیں پھونچی تھی سُنکر سر جھکا دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین  
ہمشیرہ کے یہ تین حالات جو بیان ہوئے۔ اس وقت ہیں کہ ان حقیقی بھنوں کے ساتھ کوئی  
بھائی حقیقی موجود نہ ہو۔ پس

(۴) اگر میت کے حقیقی بھائی (ایک دو یا زیادہ) موجود ہو تو بہن اُنکے ساتھ ملکر عصبہ  
ہو جائیگی اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اُسکو یہ بھائی بہن باہم تقسیم  
کر لیں۔ ہر ایک بھائی کو دُہرا بہن کو اکرا حصہ ملیگا۔

مثال نجیبہ نے انتقال کیا۔ ایک شوہر ایک والدہ ایک بیٹی ایک ہمشیرہ ایک بھائی چھوڑا  
مُل مال میں سے اول ذوی الفروض کا حق دیا گیا شوہر کو چوتھا والدہ کو چھٹا بیٹی کو نصف  
اب جو کچھ باقی رہا وہ بھائی بہن اس طرح تقسیم کر لیں کہ مرد کو دُہرا عورت کو اکرا۔

مثال ۲۱: شوہر - والدہ - دختر - ہمشیرہ - برادر  
چوٹا چٹا نصف ہاشمیرہ  
۱۲ ۱۶ ۲۸ ۵ ۵ ۱۰

مثال ۲۲: والدہ - دختر - دختر ہمشیرہ - ہمشیرہ - برادر  
۲ ۸ ۸ ۱ ۲ ۲

لیکن ہمشیرہ حقیقی عصبہ بن کر بھائی کے شریک اس وقت ہوگی کہ وہ بھائی حقیقی ہو اگر وہ  
بھائی صرف باپ میں شریک ہے تو یہ ہمشیرہ حقیقی اُس سے مقدم ہو کر بعد ذوی الفروض کے باقی  
ماندہ کو لے لیگی اور وہ محروم رہ جائیگا۔ چنانچہ علانی بھائی کے حال میں باپ عصبہ درجہ سوم  
نمبر ۲ میں یہ بات ذکر کی جائے گی۔

یہاں تک جو چار حالات ہمشیرہ حقیقی کے بیان ہوئے یہ اس وقت ہیں کہ میت کے بیٹا پوتا  
پڑپوتا سکر پوتا اور باپ دادا پڑدادا موجود نہ ہوں  
(۵) اگر میت کے باپ دادا پڑدادا یا بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ موجود ہو تو ہمشیروں کو کچھ

۷۷ جو حقیقی مثال کی صحیح شکل کے لیے دیکھیں ضمیمہ کا نمبر ۴ (ناشر)

حصہ نہ ملے گا بالکل محروم رہیگی۔

## فصل دسویں علاقائی بہن کے حصے

حقیقی بہن موجود نہ ہو تو علاقائی بہن اُسکے قائم مقام ہو جائے گی اور وہی حالات ہوں جو اُسکے بیان ہوئے لیکن حقیقی بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی بلکہ اُسکے سامنے محروم رہ جاوے گی۔ اور حقیقی بہن کے سامنے اس کے حالات بدل جاتے ہیں چنانچہ تفصیل کے حالات کی یہ

(۱) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑوتی اور حقیقی ہمیشہ نہ ہو اور علاقائی بہن صرف ایک ہو تو اسکو میت کے ترکہ میں سے نصف ملے گا۔ (مانند حقیقی ہمیشہ کے)

(۲) اگر میت کی کوئی بیٹی پوتی پڑوتی اور حقیقی ہمیشہ نہ ہو اور علاقائی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انکو کل ترکہ میں سے دوثلث یعنی دو تھائی ملیگا اسکو باہم تقسیم کر لیں۔ (گویا حقیقی بھنوں کے قائم مقام ہو گئیں)۔

(۳) اگر میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑوتی موجود ہے (خواہ ایک ہو یا زیادہ) مگر حقیقی ہمیشہ کوئی نہیں تو ذوی الفردض کے پورے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جاوے وہ علاقائی بہن کو مل جائیگا۔ اس صورت میں یہ بہن عصبہ بالغیر ہو گئی۔

مثال اسکی بالکل وہی ہے جو حقیقی بہن کی حالت نمبر ۱ میں گزری صرف ہمیشہ حقیقی کی جگہ ہمیشہ علاقائی لکھ دیا جائے کیونکہ ان تینوں حالتوں میں بوقت نہونے ہمیشہ حقیقی کے یہ علاقائی ہمیشہ اُسکے قائم مقام ہو گئی ہے۔

مثال اول زوجہ دختر ہمیشہ علاقائی مثال دوم زوجہ پوتی ہمیشہ و اگر میت کی بیٹی پوتی پڑوتی کوئی موجود نہیں لیکن ہمیشہ حقیقی موجود ہے تو علاقائی بہن کو صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اگر ایک ہوگی تو تنہا چھٹے حصے کی مالک ہو جائیگی اور اگر دو چار علاقائی بہن ہوں تو اس سدس یعنی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کر لیں۔

یہ چار حالتیں اسوقت تھیں کہ جب علاقائی بہن کے ساتھ کوئی علاقائی بھائی موجود نہ ہو چنانچہ یہ حالت یہ ہے کہ۔

(۵) اگر میت کے جملہ علاقائی بہنیں موجود ہیں ایسے ہی کوئی علاقائی بھائی موجود ہو۔  
(خواہ ایک ہو یا چند) تو یہ اپنے علاقائی بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جائیگی جو کچھ ذولی فرض سے باقی رہے اسکو یہ بھائی بھین تقسیم کر لیں مرد کو دہرا حصہ دیں عورتوں کو اکرا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ان کے ساتھ والا بھائی بھی انھیں کی مانند ہو یعنی جیسے یہ صرف باپ میں میت کیساتھ شریک تھے اسی طرح بھائی صرف باپ میں شریک ہو اگر خدا تعالیٰ اسے وہ میت کا حقیقی بھائی ہو گا تو علاقائی بہنیں محروم رہ جائیگی اور اگر خیالی ہو گا تو نہ عصبہ ہو گا نہ کسی کو اپنے ساتھ عصبہ بنائے گا بلکہ میت کی اولاد کے سامنے تو بالکل محروم رہ جائیگا۔

چار مثالیں جو حقیقی بہن کی حالت نمبر میں تفصیل لکھی گئی تھیں وہی یہاں کارآمد ہو سکتی ہیں صرف فرق یہ ہے کہ وہاں حقیقی ہمیشہ اور حقیقی بھائی لکھتے تھے یہاں علاقائی لکھتے

مثال اول شوہر والدہ دختر ہمیشہ برادر ۲ زوجہ والدہ دختر ہمیشہ برادر

۳ والدہ دختر دختر ہمیشہ برادر ۴ زوجہ دختر دختر ہمیشہ برادر

یہاں تک علاقائی بہن کی پانچ حالتیں ایسی بیان ہوئیں جن میں اسکو کچھ نہ کچھ ملتا تھا۔ اب اسکی محرومی کے حال سنو۔

(۶) میت کے حقیقی بھائی بھنوں کی موجودگی بھی علاقائی ہمیشہوں کو اکثر محروم کر دیتی ہے جسکی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہے تو علاقائی بہن (بلکہ علاقائی بھائی بھی) میراث سے محروم رہیں گے اور انکو کچھ حق نہیں بھونچے گا۔

اگر میت کی حقیقی بہن اور حقیقی بھائی موجود ہوں تو سب علاقائی محروم رہیں گے جبکہ میت کے کوئی حقیقی بھائی موجود ہو نہ علاقائی اور نہ کوئی بیٹی ہو لیکن ہمیشہ حقیقی دو یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو علاقائی بہنیں بالکل محروم رہیں گی (اس صورت میں اگر علاقائی بھائی اسکے ساتھ ہوتا تو عصبہ بنکر ضرور اسکو حصہ میں اپنے ساتھ شریک کر لیتا)

جس حالت میں میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی ہے نہ علاقائی اور ہمیشہ حقیقی بھی دو نہیں صرف ایک ہے۔



لیکن میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑوتی موجود ہے وہاں علاقائی بہن کا کچھ حق اور حصہ نہیں (اس صورت میں علاقائی بہن میت کی بیٹی وغیرہ کی وجہ سے محروم نہیں ہوتی بلکہ میت کی بیٹی و پوتی وغیرہ کی موجودگی میں چونکہ حقیقی بہن عصبہ بن گئی ہے اسلئے سب باقی ماندہ مال علاقائی سے مقدم ہو کر اُسے لے لیا۔

(۷) جب میت کے بیٹا پوتا پڑوتا وغیرہ موجود ہو یا باپ دادا۔ پڑدادا زندہ ہو تو علاقائی بہن بالکل محروم اور لاوارث رہتی ہے (یہ کچھ علاقائی بہن کی خصوصیت نہیں یہ غریب تو کم درجہ سے ان لوگوں کے سامنے تو حقیقی بھائی بہن بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ بیٹا پوتا اور باپ دادا وغیرہ کے سامنے ہر قسم کے بھائی بہن میراث سے محروم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی باب کی فصل ہشتم کے آخر میں تحریر ہوا۔

## فصل کیا رہیں۔ ان خیانی بہن کی میراث کا بیان

یہ بات چند مرتبہ بیان کر دی گئی ہے کہ ایسے بھائی بہن جو صرف والدہ میں میت کے شریک ہوں۔ اور باپ جدا جدا ہوں اس وقت میراث پاسکتے ہیں کہ میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑوتا پڑوتی موجود نہ ہو اور باپ دادا اور پڑدادا بھی موجود نہ ہو۔ پس سہلات کو لحاظ رکھنے کے بعد ایسی بھنوں کے مستحق میراث ہونیکے دو حال ہو سکتے ہیں۔

(۱) اگر صرف ایک ان خیانی بہن ہو بھائی کوئی نہ ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ پائیگی

(۲) اگر اس قسم کی دو بہنیں ہوں یا ایک بہن ایک بھائی یا اس سے زیادہ ہوں تو ان

سب کو ایک ٹکٹ یعنی میت کے کل ترکہ کا تھائی حصہ ملیگا۔ اس ایک تھائی میں سب

ان خیانی بھائی بہن باہم شریک رہیں گے بھائی بھنوں کی تعداد کسی قدر ہو اس یک

تھائی کے برابر برابر حصے کر کے سب کو حصہ مساوی تقسیم کر دیا جائے۔ (ان خیانی بھائی

بھنوں میں مرد و عورت کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا سب کو برابر حصہ ملتا ہے۔

یہ دو حالتیں ان خیانی بہن کو حصہ ملنے کی بھی تیسری حالت محرومی کی مشنہ۔

(۳) اگر میت کا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ ایک بھی موجود ہو تو ان خیانی بہن کو کچھ حق

نہیں پھونچتا بالکل محروم رہتی ہے نیز اگر میت کا باپ دادا وغیرہ زندہ ہو تو بھی اخیانی بہن وارث نہیں ہو سکتی۔

فصل سوم میں اخیانی بھائی کا حال مع مثالوں کے گزر چکا ہے بالکل وہی مثالیں اس جگہ کارآمد ہو سکتی ہیں کیونکہ اس قسم کے بھائی بھنوں کا حال بالکل یکساں ہوتا ہے اسلئے اگر ہم اخیانی بہن کے حال کو مستقل طور سے علیحدہ نہ لکھتے تب بھی کچھ نامناسب تھا لیکن عام فہم بنانے کی غرض سے سابق ذکر پر حوالہ نہیں کیا بلکہ مکرر بیان کر دیا ہے۔

اب گیارہ ذوی الفروض کے حال سے فراغت کرنے کے بعد دادی اور نانی کا طویل اور مشکل حال سب سے آخر میں بیان کیا جاتا ہے۔ ان کا حال ختم ہونے کے ساتھ ہی ذوی الفروض کا باب کامل اور تمام ہو جائیگا۔ ومن اللہ التوفیق۔

## فصل چارہ یوں جدہ یعنی دادی اور نانی کی میراث کا حال

عربی میں دادی اور نانی دونوں کو جدہ کہتے ہیں اسلئے شریعت میں ان دونوں کی میراث کا حال بالکل یکساں اور دونوں کا ایک ہی حصہ ہے اور کتب عربیہ میں ان کا حال ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے اور تعداد ذوی الفروض کی بارہ کمی سے لیکن ہندی زبان میں دادی اور نانی علیحدہ علیحدہ بولی جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے اگر ہم انکو جدا جدا فصلوں میں بیان کریں تو تعداد ذوی الفروض کی تیرہ ہو جائے۔ اور سب کتابوں سے مخالف نظر آئے۔ لہذا ہم ان کے حال کو ایک ہی فصل میں بیان کرتے ہیں لیکن سمجھانے کے لئے دادی اور نانی کا حال جدا جدا لکھتے ہیں۔

## دادیوں کے حصے کا بیان

دادی سے صرف باپ کی ماں مراد نہیں بلکہ دادا کی ماں اور دادی کی ماں (یعنی باپ کی نانی) وغیرہ کو بھی شرعاً دادی اور جدہ کہتے ہیں (اور یہ سب ذوی الفروض میں داخل ہیں) اسوجہ سے ایک شخص کے کئی کئی دادیاں ہو سکتی ہیں مثلاً ایک شخص کے

وہا کی مان یعنی پردادی بھی موجود ہو اور دادی کی مان بھی ہو وہا کی تانی بھی زندہ ہو۔  
اسی طرح کئی پشت تک سلسلہ چل سکتا ہے اور اگر ہم چار پیر می تک شمار کرنے لگیں تو ہر ایک  
شخص کی پندرہ دادیاں نکل سکتی ہیں۔ اور اگر اس سے زیادہ اوپر تک پشتوں میں شمار  
کریں تو تعداد بہت بڑھ جاوے لیکن ان سب دادیوں کی میراث پانے اور حصہ کی مستحق  
ہونے میں دو قاعدوں کا لحاظ ضروری ہے۔

قاعدہ اول۔ دادیاں دو قسم کی ہیں صحیحہ۔ اور فاسدہ۔ فاسدہ دادیاں ذوی الفروض  
میں داخل نہیں۔ بلکہ ذوی الارحام کے درجہ دوم میں داخل ہیں۔

چار پشت تک اگر غور کیا جائے تو ہر شخص کی پندرہ دادیوں میں سے دس دادیاں صحیحہ  
نکلے گی ہیں اور پانچ فاسدہ۔ فاسدہ دادیوں کا بیان ذوی الارحام میں آئیگا۔ دادیاں  
صحیحہ جو ذوی الفروض میں داخل ہیں چار پشت تک ذیل میں درج کی جاتی ہیں

پہلی پشت باپ کی مان (اس پشت میں صرف ایک ہی دادی ہو سکتی ہے)  
دوسری پشت دادا کی مان دادی کی مان۔

تیسری پشت پڑدادا کی مان پڑدادی کی مان۔ باپ کی نانی کی مان۔  
چوتھی پشت دادا کی دادی پڑدادا کی نانی پڑدادی کی نانی۔ باپ کی نانی کی نانی

ان دس دادیوں کو احقر نے نقشہ نمبر ۲ میں مفصل لکھ دیا ہے اور کئی کئی طرح سے رشتہ  
بتلا دیا ہے تاکہ سمجھنے میں ذرا بھی وقت نہ ہو۔

قاعدہ دوم۔ اگر قریب درہم کی دادی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو بالکل حصہ نہیں ملتا  
مثلاً اول پشت کی دادی موجود ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی دادیاں محروم رہیں گی  
اسی طرح اگر پہلی پشت کی دادی مر گئی تو دوسری پشت کی دادیاں حصہ پاوے گی لیکن اتنے  
نیچے والی یعنی تیسری اور چوتھی پشت والیاں محروم ہوں گی البتہ اگر پہلی اور دوسری پشت  
کی سب دادیاں مر گئی ہوں تو تیسری پشت والی دادیاں حصہ لیں گی۔ اور اگر اتفاق سے تینوں  
پشتوں کی دادیاں مر گئی ہوں تو چوتھی پشت کی جو دادیاں موجود ہوں ان کو حصہ ملے گا  
کیونکہ جب تک قریب درجہ والی ایک موجود ہوگی نیچے درجہ والی یعنی دور کی ہیٹھی کی

دادی کو حصہ نہ ملیگا۔

جب آپکو یہ دو قاعدے محفوظ ہو گئے کہ صرف صحیحہ دادی کو حصہ مقررہ ملتا ہے اور قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ والی محروم رہتی ہے تو اب دادی کا حصہ مقررہ سنو (۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے خواہ ایک دادی ہو یا دو تین ہوں بشرطیکہ سب ایک ہی درجہ (اور ایک ہی پشت) کی ہوں ورنہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ قریب کے سامنے بعید کو کچھ نہیں ملتا۔ اگر ایک ہی درجہ کی چند دایان ہوں تو وہ سب اسی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کر لیں۔

(۲) اگر میت کی کوئی نانی بھی اسی درجہ (اسی اسی پشت) کی موجود ہو جس درجہ کی دادی ہو تو وہ نانی بھی اس ایک دادی یا چند دایوں کے ساتھ شریک ہو جائیگی اور چھٹا حصہ نانی اور دایوں میں باہم تقسیم ہو جائیگا۔ لیکن اگر نانی صاحبہ دایوں سے نیچے درجہ کی ہوں تو ایسی نانی کو دایوں کے ساتھ شریک نہ کیا جائیگا۔ بلکہ نیچے درجے والی محروم رہیگی مثلاً دادی دوسری پشت کی ہے اور نانی تیسری یا چوتھی پشت کی ہے تو یہ دادی کے ساتھ شریک نہوگی، نقشہ نمبر دوم سے آپکو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ کونسی دادی اور نانی ایک درجہ کی ہیں اور کونسی میں فرق ہے یعنی اد پر نیچے درجہ کی ہیں۔

(۳) اگر میت کی مان یا میت کا باپ موجود ہو تو تمام دایان بالکل محروم رہتی ہیں۔

(۴) اگر میت کے دادا موجود ہو تو بھی دایان محروم رہتی ہیں۔ لیکن باپ کی مان اور باپ کی نانی اور باپ کی مان کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی یہ چار دایان دادا کے سامنے محروم نہیں رہتیں۔ انکے سوا سب دایان دادا کے سامنے محروم رہتی ہیں۔

(۵) اگر میت کی کوئی نانی قریب درجہ کی زندہ ہو۔ اور دادی بعید درجہ کی ہو تو دادی محروم رہے گی اور نانی حصہ پائے گی۔ مثلاً دادی تیسری پشت کی ہے اور نانی اول یا دوم

سے چونکہ ہم نے چار پشت تک حال لکھا ہے اسلئے چار دایان شمار کیں ورنہ اوپر تک اسی طرح سلسلہ چل سکتا ہے۔

کہ جو دایان بلا واسطہ دادا کے علاقہ رکھتی ہیں وہ سب وارث ہوں گی۔ مثلاً باپ کی نانی کی پڑ نانی وغیرہ وسقوط الاولیات بالجد اذا کان بعد الجد عن المیت بدرجۃ واحدۃ واما اذا بعد بد جتین فانه یرث موہ البوتیان ولم یفصلہ لدقۃ ۱۲

پشت کی ہے تو دادی محروم رہے گی نانی حصہ پائیگی کیونکہ وہ قریب سے (نانی اور دادی کا قریب و بعید ہونا ایک درجہ میں داخل ہونا نقشہ نمبر سے معلوم ہوگا)

## نانیوں کے حصے کا بیان

جس طرح دادی سے صرف باپ کی مان مراد نہ تھی نانی سے بھی صرف مان کی مان مراد نہیں بلکہ مان کی نانی اور نانی کی نانی بھی عزہ میں جگہ کہلاتی ہیں اور ذوی الفروض ارثون میں داخل ہیں اس لیے وہ سے ایک شخص کی چند نانیان ہو سکتی ہیں۔ مثلاً امیت کی مان کی مان بھی موجود ہو اور مان کی نانی بھی اسی طرح اگر ہم چار پشت یعنی چوتھی پڑمی تک شمار کریں تو ہر شخص کی چند نانیان ہو سکتی ہیں اور اگر اوپر تک زیادہ پڑمیوں کی نانیوں کا حساب لگادیں تو بڑھتی چلی جاویں۔ لیکن ہر ایک نانی کو بلا تکلف میراث نہیں مل سکتی بلکہ دو قاعدوں کی پاسبندی ضروری ہے۔

قاعدہ اول۔ دادیوں کی مانند نانیان بھی دو قسم کی ہیں ایک صحیحہ اور دوسری فاسدہ فاسدہ نانیان انکو کہتے ہیں جنکے رشتہ میں مرد کا واسطہ اور علاقہ آجائے۔ مثلاً مان کے باپ کی مان یا مان کے دادا کی مان (فاسدہ نانیوں کا کوئی حصہ شریعت میں مقرر نہیں اور یہ ذوی الفروض نہیں بلکہ ذوی الارحام ہیں اس لیے یہاں ان کا بیان نہیں ہوتا ذوی الارحام کے دوسرے درجے میں ان کا حال بیان ہوگا)

صحیحہ نانیان وہ ہیں جنکے رشتہ میں مرد کا علاقہ درمیان میں نہ ہو۔ مثلاً مان کی مان۔ نانی کی مان، انکو جگہ صحیحہ کہتے ہیں اور یہی نانیان ذوی الفروض میں داخل ہیں۔ کسی شخص کی چار پشت تک اگر خیال کریں تو صرف چار نانیان صحیحہ نکلتی ہیں یعنی ہر شخص کی چار پشت تک جو چند نانیان ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے گیارہ فاسدہ ہیں اور چار نانیان صحیحہ بھی چاروں نانیان ذوی الفروض ہیں جنکی میراث کا یہاں ذکر ہوا ہے تفصیل ان کی یہ ہے

پشت اول۔ مان کی مان (نانی)  
پشت دوم۔ نانی کی مان (یعنی والدہ کی نانی)

پشت سوم  
پشت چہارم  
ان نانیوں کو پہنے نقشہ نسب میں لکھ دیا ہے۔

تانی کی تانی (یعنی والدہ کی پر تانی)  
تانی کی پر تانی (یعنی والدہ کی سکر تانی)  
ان نانیوں کو پہنے نقشہ نسب میں لکھ دیا ہے۔

قاعدہ دوم۔ اگر قریب درجہ کی تانی موجود ہو تو بعید درجہ کی تانی کو میراث میں سے کچھ نہ ملیگا مثلاً اول پشت کی تانی موجود ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی نانیان باطل محروم رہیں گی اور اگر پہلی پشت کی تانی مرگئی ہو تو دوسری پشت کی تانی جو زندہ ہے وہ حصہ پائیگی لیکن تیسرے اور چوتھے درجے والی نانیان اگر زندہ ہوں گی تو محروم رہیں گی کیونکہ ان سے قریب پڑھی والی زندہ اور موجود ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر بالفرض و التقدیر کسی کی تمام پشتوں کی نانیان مرگئی ہوں مگر دسویں پشت کی تانی موجود ہو وہی وارث ہو جائیگی لیکن جب اس سے کوئی قریب درجہ والی موجود ہوگی تو نیچے کے درجہ والی یعنی دور کی پڑھی والی کو کچھ نہ ملیگا جب یہ دو قاعدے ذہن میں جم گئے کہ صرف صحیحہ نانی کو حصہ مقررہ ملتا ہے اور قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ کی نانیان محروم رہتی ہیں تو اب ان کے مقررہ شدہ حصے دیکھو (۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اور بلا شرکت غیر تانی اُس چھٹے حصے کی مالک ہوتی ہے جبکہ کوئی وادی میت کی اسی پشت کی موجود نہ ہو۔

(۲) اگر میت کی ایک یا زیادہ وادیاں بھی اسی درجہ کی موجود ہیں جس پڑھی کی تانی ہے تو چھٹا حصہ جو تانی کا حق ہے اسی میں وادی بھی شریک ہو جائیگی۔ اور تانی وادیاں اس حصہ کو باہم برابر تقسیم کر لیں لیکن شرط یہی ہے کہ وہ وادی بالکل اُسی درجہ کی ہو جس درجہ اور جس پشت کی تانی ہے کیونکہ اگر وادی نیچے کے درجہ کی ہے تو وہ اس قریب درجہ والی تانی کے ساتھ شریک نہیں ہوگی بلکہ محروم رہے گی مثلاً تانی دوسری پشت کی ہے اور وادی تیسری یا چوتھی پشت کی ہے تو وادی محروم رہے گی کیونکہ نانیوں وادیاں میں جو قریب ہوتی ہے وہ حصہ پاتی ہے اور جو بعید ہوتی ہے وہ محروم رہتی ہے

نقشہ نسب سے تم کو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ کونسی تانی وادیاں ایک درجہ کی ہیں اور کونسی میں باہم فرق ہے (دیکھیں ص ۱۲۵)

تشریح کہنے جو اوپر بیان کیا ہے کہ جب نانی کے ساتھ دادیان بھی اسی درجہ کی ہوں تو چھ حصہ کو باہم تقسیم کر لیں اسکا یہ مطلب سمجھنا کہ چھ حصے میں سے آدھا نانی کو دیدین اور آدھا دادیوں کو خواہ ایک دادی ہو یا دو چار۔ نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب قدر ایک نانی کو دیا جائے اسی قدر ہر ایک دادی کو دیا جائے۔ پس اگر کسی میت کا کل مال چھتیس روپیہ تھا تو نانی دادیوں کا حق چھٹا حصہ یعنی چھ روپیہ نکلے۔ اب اگر ایک نانی ہے اور اسی پشت کی دو دادیان ہیں تو ان چھ روپیہ میں سے دو روپیہ نانی کو اور دو روپیہ ہر ایک دادی کو مل جائیگا۔ یہ نہوگا کہ چھ میں سے تین روپیہ نانی کو دیدین اور باقی تین روپیہ دادیان تقسیم (۳) اگر میت کی مان زندہ ہو تو تمام نانیان محروم رہتی ہیں خواہ کسی پشت کی ہوں قریب ہوں یا بعید ہوں۔

فرق۔ دادیوں کے حال میں لکھا گیا ہے کہ باپ اور دادا کی موجودگی میں دادی محروم رہتی ہے۔ نانی میں یہ بات نہیں۔ باپ دادا وغیرہ کی موجودگی میں بھی نانی حصہ پاتی ہے۔ میت کے باپ دادا کا موجود ہونا اسکو مضر نہیں البتہ میت کی مان کے موجود ہونے سے کسی نانی کا کچھ حق نہیں رہتا جس طرح دادیان محروم ہو جاتی ہیں ایسے ہی نانی محروم ہو جاتی ہے۔

(۴) اگر میت کی ایک یا کئی دادیان قریب ہے کی موجود ہوں اور نانی اُن سے نیچے درجہ کی ہو تو نانی محروم رہے گی۔ مثلاً دادی اول پٹری کی زندہ ہے اور نانی دوسری پٹری کی ہے تو چھٹا حصہ دادی کو مل جائیگا نانی اُس میں شریک نہ ہوگی محروم رہیگی کیونکہ نانی و دادی شریک جب ہوتی ہیں کہ دونوں ایک ہی پشت کی ہوں۔

چونکہ کئی دفعہ بار بار بتلایا گیا ہے کہ نانیان اور دادیان اگر ایک درجہ کی ہوں تو چھ حصے میں شریک ہو جاتی ہیں اور اگر اوپر نیچے کے درجہ کی ہوں تو نیچے والی محروم رہتی ہیں لہذا ہم چار پشت تک صحیح دادیوں اور صحیح نانیوں کا نقشہ لکھتے ہیں فاسدہ کو یہاں نہیں لکھا کیونکہ وہ ذری الارحام میں ہیں چونکہ یہ کتاب بلحاظ ضرورت اور عام لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے اور چار پشت سے زیادہ نانی و

ودادی کسی میت کی عموماً موجود نہیں رہتی بلکہ اس زمانہ میں تو دو تین پشت کے وارث بھی شاذ و نادر موجود ہوتے ہیں لہذا چار پشت سے زیادہ سلسلہ بڑھا کر ذہن مسلمان کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

مگر لکھا جاتا ہے کہ چار پشت تک ہر شخص کی پندرہ دادیان اور پندرہ نانیاں ہو سکتی ہیں اب ان میں سے پانچ دادیان اور گیارہ نانیاں تو فاسد ہیں اور باقی جو دس دادیان اور چار نانیاں صحیحہ ہیں انکو نقشہ میں بہ ترتیب لکھا جاتا ہے۔ اس سے آپکو معلوم ہو جائیگا کہ دادیوں میں کونسی قریب درجہ یعنی نزدیک پشت کی ہے اور کونسی نیچے درجہ اور بعید پشت کی ہے علیٰ ہذا القیاس تانیوں میں کونسی قریب ہے اور کونسی بعید۔ اور نقشہ کا نمبر اور ترتیب دیکھنے سے باسانی سمجھ میں آجائیگا کہ کونسی نانی و دادی ایک درجہ اور ایک پشت کی ہیں جو باہم چٹے چٹے میں شریک ہوتی ہیں اور کونسی مختلف ہیں یعنی اوپر سے نیچے ہیں کہ اوپر والی مستحق اور نیچے والی محروم ہوتی ہے۔ صحیحہ دادیوں کی چونکہ تعداد زیادہ ہے اور بعض دفعہ فرق کرنا مشکل ہوتا ہے لہذا کئی کئی طرح سے ایک ایک رشتہ کو بتلادیا گیا ہوا اور اسکے بعد عونی میں بھی رشتہ لکھ دیا ہے تاکہ عالمان عربی صحیح و غلط میں تمیز کر لیں صحیحہ اور فاسدہ کے فرق کی وجہ سے دادیوں تانیوں کے حال کا سمجھنا سمجھانا بہت مشکل ہے احقر نے حتیٰ الوسع اس ذکر کو عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے اسلئے یہ بیان اس قدر طول ہو گیا کہ کسی ذوی الفروض کا حال اتنا دیر نہیں۔ پس امید ہے کہ ناظرین ہمارے اس طویل فضول اور تکرار عبارت کو معاف فرما دیں۔

اگرچہ حد سے زیادہ طول ہو گیا ہے اور ہمارا ارادہ تھا کہ اس ذکر کو چھوڑ دیں لیکن کتاب کے کامل کرنے کے لئے مختصر یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی نانی یا دادی ایسی ہو کہ وہ میت سے دہرے رشتہ اور قرابت رکھتی ہو اور اسی درجہ اور اسی پشت کی کوئی نانی دادی صرف اکہر رشتہ رکھتی ہو تو چھٹا حصہ ان دونوں میں برابر تقسیم ہو جائیگا یہ نہیں کہ دہرے رشتہ والی کو حصہ بھی دہرا لے۔

مثال۔ ہندہ ایک عورت ہے جو زید کی ماں کی نانی بھی ہے اور زید کے باپ کی دادی



بھی وہی ہندہ ہے اس طرح اس ہندہ کو زید کے ساتھ دہرا رشتہ اور قرابت حاصل ہے اور ایک دوسری عورت صالحہ ہے جو صرف زید کے باپ کی نانی ہے اور اس کو زید سے بس بھی ایک علاقہ ہے اب اگر زید کا انتقال ہو تو اُس کے مال میں سے چھ حصہ ہندہ اور صالحہ پر برابر تقسیم ہو جائیگا۔ کیونکہ زید کی یہ دونوں نانی اور دادی ایک درجہ کی ہیں یہ نہیں ہوگا کہ ہندہ اپنی دہری قرابت کا لحاظ کر کے دو چند حصہ طلب کرے۔ غرض داری اور نانی میں دو طرف کی رشتہ داری اور قرابت سے کچھ حصہ نہیں بڑھتا کیونکہ وہ ہر طرح سے جدہ ہی بنتی ہے کوئی نئی قرابت اور جدید علاقہ پیدا نہیں ہوتا۔ بخلاف دوسرے مواقع کے کہ وہاں دو طرف کی قرابت سے حصہ بھی دو طرح سے ملتا ہے مثلاً ایک شخص کسی عورت کا شوہر بھی ہے اور چچا زاد بھائی بھی ہے تو شوہر ہونے کی وجہ سے اپنا حصہ مقررہ بھی لے گا کیونکہ ذوی الفروض ہے۔ اور اگر کوئی عصبہ اس سے مقدم موجود نہ ہو تو ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ مال بھی بھی شوہر لے گا کیونکہ چچا زاد بھائی عصبہ ہے۔ الحمد للہ کہ بارہویں فصل میں جدہ کا مفصل ذکر ختم ہو کر بارہ ذوی الفروض کا حال کامل ہو گیا۔ اور یہ باب اختتام کو پہنچا۔

دیکھئے اس جگہ ہندہ کو زید سے دو طرح سے علاقہ ہے زید۔ لیکن زید کی میراث کے چھ حصے میں دونوں اور صالحہ کو صرف ایک طرف سے)

زید کی مان زید کا باپ زید کی دادی زید کی والدہ کی مان

زید کی مان کی نانی زید کی باپ کی دادی زید کی والدہ کی نانی

صالحہ ہندہ

بھتی دادی و نانی ۱۲

نقشہ نمبر ۱۲ مختلفہ فصلیں باب پہنام شکل برہادہ عدد بدلت صحیح ذوی الف و ف و ز و ادیان وہ فانیان کیا تا جہا رشتہ -

نہر بہ رشتہ	دو دیاں صحیح	ناتیاں صحیح
دہر بہ رشتہ اول	باپ کی مان یعنی وادی (ام الاب)	مان کی مان یعنی نانی (ام الام)
دہر بہ دوم	دادا کی مان یعنی پڑ وادی (ام اب الاب)	نانی کی مان یعنی پڑ نانی یعنی پڑ نانی کی مان (ام ام الام)
دہر بہ سوم	پڑ وادی کی مان یعنی وادی (ام اب اب الاب)	پڑ نانی کی مان یعنی مان کی مان (ام ام الام)
دہر بہ چہارم	دادا کی وادی یعنی باپ پڑ وادی کی مان یعنی وادی (ام اب اب الاب)	پڑ نانی کی مان یعنی مان کی مان (ام ام الام)

۱۲ دادا کے وادی کی مان ۱۳ دادا کی وادی کی مان ۱۴ دادا کی پڑ نانی یعنی باپ کی وادی کی مان ۱۵

## ذوی الفروض کے بیان کا ضمیمہ مفید سوال و جواب

اگر آپ ذوی الفروض کے حالات اور حصے محفوظ کرنا اور مسئلہ بتلانیکی مشق کرنا چاہتے ہیں تو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں کتاب یاد کئے وہ کتاب میں دیکھ کر آپ سے سوال کرے اور آپ غور کر کے جواب دیں اگر وہ کہے کہ جواب کتاب کے مطابق نہیں تو آپ دوبارہ اور سہ بارہ غور کریں بدرجہ مجبوری کتاب میں لکھا ہوا جواب سن لیجئے۔

اس طرح دو چار مرتبہ سوال و آل سے آخر تک جوابات دینے سے ذوی الفروض کے حالات یاد ہو جائیں گے۔

**سوال**۔ ایک شخص نے تین بیٹیاں ایک والد ایک دادی وارث چھوڑے ان کے حصے بتلاؤ۔

**جواب**۔ دو ثلث تین بیٹیوں کو ملیگا وہ اسکو باہم تقسیم کر لیں گی اور چھٹا حصہ بوجہ ذوی الفروض ہونے کے باپ کو ملے گا اور پھر باقی ماندہ چھٹا حصہ بوجہ عصبہ ہونے کے باپ کو ملے گا اور دادی محروم رہے گی دیکھو حاجب حرمان اور حجب حرمان کی بحث میں باپ اور دادی کا حال۔

**سوال**۔ میت نے باپ اور دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا

**جواب** چھٹا حصہ باپ کو اور باقی پانچ حصے اولاد کو یعنی دو دو ہر ایک بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو۔

**سوال**۔ والدہ نانی۔ دادا۔ زوجہ وارث ہیں مال کس طرح تقسیم ہوگا

**جواب**۔ چوتھا حصہ زوجہ کو ایک ثلث والدہ کو اور باقی دادا کو ملیگا۔ نانی بوجہ موجود والدہ کے محروم رہے گی۔ اس مسئلہ میں بارہ سهام بنا کر تقسیم کرنا ہوگا۔

**سوال**۔ اگر باپ دادا زوجہ دو پوتیاں وارث ہوں تو کس کس کو کس قدر حصہ ملیگا

**جواب**۔ چوبیس سهام کئے جائیں گے اور آٹھ ان حصہ زوجہ کو دو ثلث پوتیوں کو چھٹا حصہ باپ کو بوجہ ذوی الفروض ہونے کے اور باقی بوجہ عصبہ ہونے کے باپ کو دیا جائیگا

**سوال** - ایک عورت کا شوہر اور تانی اور ایک بھائی اخیانی اور ایک علاقائی بھائی موجود ہیں کس طرح مال تقسیم ہو۔

**جواب** نصف حصہ شوہر کو اور چھٹا چھٹا حصہ اخیانی بھائی کو اور تانی کو اور باقی تانی علاقائی بھائی کو۔

**سوال** - دو ہمیشہ حقیقی ایک بیٹی دو اخیانی بھائی بہن کی میراث کا حال بتلائے۔

**جواب** - بیٹی کو نصف اخیانی بھائی بہن کو ثلث باقی ہمیشہ کو ملیگا۔

**سوال** - ایک عورت ان وارثوں کو چھوڑ کر مری - تین بیٹے دو پوتیان - ایک والدہ ایک شوہر دو بھائی تقسیم ترکہ کا حساب بتلائے۔

**جواب** - چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا والدہ کو باقی سب بیٹوں کو ملیگا۔ بھائی محروم ہیں۔

**سوال** - بتلائے ان وارثوں کو کس طرح حصہ ملیگا - چار ہمیشہ - باپ - شوہر دو اخیانی بھائی

**جواب** - نصف شوہر کو اور نصف باپ کو ملے گا ہمیشہ گان اور اخیانی بھائی بوجہ موجودگی باپ کے محروم رہیں گے۔

**سوال** - اگر ایک کے دو پوتیان ایک والدہ ایک زوجہ ایک سکر پوتا رہے تو مال کس طرح تقسیم ہو۔

**جواب** - زوجہ کو آٹھواں والدہ کو چھٹا - باقی پوتیان اور سکر پوتا باہم تقسیم کر لیں مرد

کو شوہر عورت کو اکبر اسلئے کہ پوتیان اپنے سے بچے پڑ پوتے وغیرہ کیساتھ عصبہ بن جاتی ہیں

**سوال** - ایک شخص نے ایک حقیقی ہمیشہ ایک والدہ ایک زوجہ دو علاقائی بھائی بہن اور ایک

چچا وارث چھوڑا ان کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی۔

**جواب** - زوجہ کو چارم والدہ کو چھٹا حقیقی ہمیشہ کو نصف علاقائی بھائی بہن عصبہ بنوگی

وجہ سے باقی ماندہ کے مالک - چچا بوجہ بعید ہونے کے محروم رہیں گے۔

**سوال** - ایک شخص نے اپنے والدین اور ایک اخیانی ایک علاقائی بھائی چھوڑا

**جواب** - والدہ کو چھٹا اور باقی سب باپ کو - دونوں قسم کے بھائی بوجہ موجودگی باپ

سے محروم رہے لیکن مان کا حصہ پھر بھی ان بھائیوں نے بجائے تھائی کے چھٹا کر دیا

**سوال** - صرف والدین اور اخیانی بھائی بہن اور شوہر موجود ہیں تو کس طرح تقسیم ہو

عہ اس جواب میں تسامح کے لیے دیکھئے ضمیمہ کی اصلاح نمبر ۷ (ناشر) عہ دیکھیں ضمیمہ میں اصلاح علا (ناشر)

- جواب**۔ شوہر کو کل مال کا نصف اور والدہ کو چھٹا حصہ اور باقی باپ کو دین اور خیاں
- سوال**۔ بھائی بہن محروم داس صورت میں چھ سہام بنا کر تقسیم کریں گے
- سوال**۔ ایک بیٹی دو علاقے بہنیں ایک سکر پوتی رہی تو کیا صورت تقسیم کی ہوگی
- جواب**۔ بیٹی کو نصف سکر پوتی کو چھٹا باقی ماندہ علاقے کو
- سوال**۔ تین بیٹیاں ایک زوجہ ایک پوتا چھوڑا تو کس طرح تقسیم ہو۔
- جواب**۔ دو ثلث بیٹوں کو آٹھواں زوجہ کو باقی پوتے کو۔ بیٹیاں پوتے کے ساتھ
- عصبہ نہیں ہوتی۔**
- سوال**۔ دو پوتیاں ایک باپ ایک نانی ایک چچا ہا تو کس طرح تقسیم کریں
- جواب**۔ دو ثلث پوتیوں کو چھٹا نانی کو باقی باپ کو۔ چچا محروم۔
- سوال**۔ ایک پوتی ایک شوہر ایک والدہ دو پڑپوتوں پر کس طرح تقسیم کریں۔
- جواب**۔ شوہر کو چوتھا حصہ والدہ کو چھٹا باقی پڑپوتوں کو صوب قاعدہ دیدو۔
- سوال**۔ ایک ہمیشہ ایک دادی ایک علاقے بھائی کے حصے بتلاؤ۔
- جواب**۔ ہمیشہ نصف کی مستحق ہے دادی چھٹے کی باقی علاقے بھائی کا حق ہے
- سوال**۔ ایک پڑپوتی تین ہمیشہ ایک والدہ رہی تو کس طرح تقسیم ہوگا
- جواب**۔ پڑپوتی کو نصف والدہ کو چھٹا۔ باقی ہمیشہ کو ملیگا۔
- سوال**۔ دو زوجہ ایک حقیقی ہمیشہ دو علاقے ہمیشہ ایک بھتیجا ہا تو کیا صورت ہوگی
- جواب**۔ دو زوجہ کو چوتھا حقیقی ہمیشہ کو نصف علاقے ہمیشہ کو چھٹا باقی بھتیجے کو
- سوال**۔ بیٹی پوتی اور خیاں بھائی بہن اور علاقے بھائی بھن چھوڑے۔
- جواب**۔ نصف بیٹی کو۔ چھٹا پوتی کو۔ باقی علاقے بھائی بہن کو حسب قاعدہ۔ خیاں دین و دون محروم
- سوال**۔ ایک شوہر ایک خیاں بہن ایک والدہ دو حقیقی بھائیوں کا حال کہو۔
- جواب**۔ نصف شوہر کو چھٹا خیاں بہن کو چھٹا والدہ کو باقی بھائیوں کو۔
- سوال**۔ زوجہ۔ دادی دو علاقے بھنیں موجود ہیں ترکہ کس طرح تقسیم ہو
- جواب**۔ زوجہ کو ربع دادی کو چھٹا علاقے بھنوں کو دو ثلث ملیگا۔ اور اس صورت میں

عہ اس مسئلہ میں تسامح کی اصلاح کے لیے دیکھیں ضمیمہ کا نمبر (ناشر)

عمل ہوگا۔

**سوال**۔ شوہر۔ بیٹی۔ دادی۔ نانی بھتیجے کا پوتا وارث ہونگے تو کیسے تقسیم ہوگا۔

**جواب**۔ چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا حصہ باہم نانی و دادی تقسیم کر لیں باقی یعنی بارہواں حصہ بھتیجے کے پوتے کو دیا جائے۔

**سوال**۔ ایک شخص کے پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی دادی اور پڑ نانی کی ماں زندہ ہے اور چار بیٹیاں موجود ہیں تو ان میں اس شخص کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔

**جواب**۔ چھٹا ان دونوں دادیوں نانیوں کو دیا جائے وہ دونوں اس میں شریک ہوں گی کیونکہ دونوں ایک پشت کی ہیں اور دونوں بیٹیوں کو دو ٹکٹ دیا جائے پھر جو کچھ باقی رہے وہ بھی انہیں سب وارثوں کو حصہ سے تقسیم کر دیا جائے۔

**سوال**۔ دادا کی ماں۔ یعنی پڑدادی اور نانی کی ماں یعنی پڑنانی اور پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی نانی اور شوہر اور ایک بیٹی چھوڑے۔ اور ایک چچا۔ تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

**جواب**۔ ربع شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا دادیوں کو۔ باقی چچا کو ملیگا۔ پڑدادی کی ماں چونکہ تیسری پشت میں ہے لہذا پہلی دو کے سامنے محروم رہے گی کیونکہ دونوں دوسری پشت کے ہیں (ملاحظہ کرو نقشہ نمبر ۱) واللہ اعلم بالصواب

# پانچواں باب عصبات کا بیان

ذوی الفروض کا بیان بہت طویل ہو جائیگی وجہ سے ممکن ہے کہ آپ کو خیال رہا ہو کہ عصبہ کسکو کہتے ہیں لہذا آپ باب چہارم کے مقدمہ کو پھر ملاحظہ کر لیں جس سے عصبہ کی پوری تعریف معلوم ہونے کے ساتھ یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ دوم درجہ کے وارث ہیں اور ذوی الفروض کے بعد ان کا درجہ ہے اور جب تک ذوی الفروض کے حصے پورے نہ دئے جائیں عصبات کو کچھ نہیں مل سکتا بلکہ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہ جائے یا ذوی الفروض سے کوئی زندہ ہی نہ ہو تو عصبات وارث ہوتے ہیں جب تک عصبات پائے جاتے ہیں ذوی الارحام کو حق نہیں پہنچ سکتا ذوی الفروض کے بیان میں آپ نے پڑھا ہوگا (۱) جب میت کی بیٹی موجود ہوتی ہے تو اُنکی حقیقی بہنیں اور باپ کی شریک (جبکہ علانیٰ کہتے ہیں) عصبہ ہو جاتی ہیں مگر میت کی بیٹی ذوی الفروض ہی رہتی ہے اس صورت میں جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ ان ہمیشہ روں کو ملتا ہے (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل نهم و دهم) اس صورت میں بھنوں کو عصبہ مع الغیر کہتے ہیں

(۲) جب میت کی بیٹیوں کے ساتھ بیٹے اور پوتیوں کے ساتھ پوتے وغیرہ موجود ہوں تو یہ عورتیں بھی مردوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو فصل باب ۱) اس صورت میں ان بیٹیوں کا نام عصبہ بالغیر ہوتا ہے۔

(۳) میت کے حقیقی بھائیوں کے ساتھ حقیقی بہنیں اور علالتیوں کے ساتھ علالتی۔ جب ملتی ہیں تو عصبہ ہو جاتی ہیں اور عصبہ بالغیر کہلاتی ہیں ملاحظہ ہو فصل ۱۰ باب چہارم، مذکورہ بالا تین قسم کی عورتوں کے عصبہ ہو سکا حال چونکہ اُنکے حالات میں ذوی الفروض کے باب میں مفصل ذکر کیا ہے لہذا اب اُن کا مستقل ذکر نہیں کیا جائیگا بلکہ وہ عصبات بیان کئے

جائینگے جو خود مرد ہوں اور بلا احتیاج علت کسی عورت کے میت سے رشتہ اور قرابت رکھتے ہوں جنکو عصبہ بنفسہ کہتے ہیں اور فی الحقیقت عصبہ کامل بھی ہیں۔ البتہ ان مردوں کے ذکر حسب موقع عورتوں کا حال بھی یاد دلادیا جائیگا

پس بگوش ہوش سننا چاہئے کہ عصبوں کے چار درجے ہیں۔ جب اول درجے کے عصبہ موجود ہوتے ہیں تو دوم درجے کے عصبوں کو کچھ حق نہیں پہنچتا۔ علی ہذا القیاس درجہ دوم کی موجودگی میں درجہ سوم و چہارم محروم رہیں گے اور سوم کے سامنے صرف چہارم درجہ والے بے حق ہو جائیں گے۔ عصبات کے چار درجے ملاحظہ ہوں

درجہ اول میت کا جز یعنی اسکی نسل جیسے بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ سکر پوتا وغیرہ۔ جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا درجہ دوم کو کچھ نہ ملیگا۔

درجہ دوم میت کے اصل جیسے باپ۔ دادا۔ پڑدادا۔ سکر دادا۔ واسطیچ اور ترک سلسلہ حل سکتا ہے جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا درجہ سوم کو کچھ حق نہ پہنچے گا درجہ سوم۔ باپ کا جز یعنی باپ کی نسل۔ بھائی۔ بھتیجا۔ بھتیجے کا بیٹا۔ یعنی بھائی کا پوتا۔ بھتیجے کا پوتا۔ ان لوگوں کے سامنے درجہ چہارم کے عصبے بالکل محروم رہتے ہیں۔

درجہ چہارم۔ دادا کے جز یعنی دادا کی نسل اور پھر ان کی اولاد در اولاد جیسے چچا، چچا کا بیٹا۔ چچا کا پوتا۔ چچا کا پڑپوتا۔

یہ سب سے آخری درجہ ہے۔ اگر پہلے تین درجے کے عصبوں میں سے کوئی بھی موجود ہوگا تو انکو کچھ نہ ملے گا۔

یہ تو آپ خوب سمجھ گئے کہ جب تک اوپر کے درجوں میں سے کوئی وارث زندہ ہوتا ہے تو نیچے کے درجے کے عصبوں کو کچھ نہیں ملتا۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ پھر ہر ایک درجے کے وارثوں میں بھی باہم فرق ہے یعنی اول درجہ کے وارثوں میں جو سب سے زیادہ قریبے گا وہی حقدار ہوگا جو لوگ یہ نسبت اس کے بعید ہوں گے وہ محروم رہ جائیں گے اگرچہ وہ بھی اول ہی درجہ کے ہوں۔ مثلاً ایک شخص کے بیٹا بھی موجود ہے پوتا بھی تو بیٹا چونکہ سب سے قریب سب مال وہی لے لیگا۔ پوتے پڑپوتے محروم رہ جائیں گے باوجودیکہ پوتے پڑپوتے اور بیٹا



سب اول ہی درجے کے عصبے ہیں لیکن بیٹے کا نمبر سب سے اول درجہ بہت قریب ہے (البتہ اگر چند وارث بالکل برابر کے نمبر کے ہوں تو وہ باہم تقسیم کر لیں گے مثلاً میت کے چار بیٹے ہوں تو وہی تقسیم کر لیں گے یا صرف چار پوتے ہوں تو وہی برابر تقسیم کر لیں) پھر درجہ دوم میں بھی یہی حال ہے کہ جب قریب نمبر والا عصبہ موجود ہو گا تو بعید کو میراث نہ ملے گی مثلاً دادا موجود ہے تو پڑدادا محروم۔ یہی حال درجہ سوم میں ہے اور یہی چہارم میں۔ یہ مضمون نقشہ نمبر ۱۳ سے بخوبی آپ کے خیال میں آجائیگا۔ نیز ہم ہر ایک درجہ کے عصبوں کو علیحدہ علیحدہ نمبروں میں مفصل بیان کرتے ہیں

**فصل اول۔ درجہ اول کے عصبات (بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ سکر پوتا)**

**عصبہ درجہ اول نمبر اول بیٹا**

(۱) یہ سب سے مقدم اور سب سے بڑا عصبہ ہے یہ ہر گز کسی کی وجہ سے محروم نہیں ہو سکتا اسکی موجودگی میں عصبہ ہونیکلی وجہ سے کسی وارث کو کچھ حصہ بالکل نہیں مل سکتا (البتہ میت کی بیٹیاں بیٹے کے ساتھ عصبہ بالغیر ہو کر حصہ لیتی ہیں)۔ لیکن بیٹے کا کوئی حصہ مقرر نہیں۔ اسلئے ذوی الفروض میں داخل نہیں اور ہر جگہ کسی ایک ہی خاص مقدار کا مستحق نہیں بلکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ اسکو مل جائیگا۔ اگر اتفاق سے ذوی الفروض زیادہ ہوں گے تو اسکو کسی قدر حصہ کم ملیگا۔ اور اگر اسکی خوش قسمتی سے ذوی الفروض بہت کم ہوئے تو اسکو زیادہ حصہ ملیگا۔ اور اگر کوئی بھی ذوی الفروض نہ ہو تو کل مال کا مالک بیٹا ہو جائیگا۔

مثال اول بہت وارثوں کے موجود ہونے اور بیٹے کو کم حصہ ملنے کی مثال زیادہ ملنے کی

بیٹا	والدہ	والدہ	زوجہ
۱۳	۲۲	۲۲	۱۳

مثال دوم کم وارثوں کے موجود ہونے اور بیٹے کو کم حصہ ملنے کی

بیٹا	والدہ	والدہ	زوجہ
۱۳	۲۲	۲۲	۱۳

دس) اگر چند بیٹے ہوں تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اسکو سب بیٹے برابر تقسیم کر لیں۔

۱۲) بیٹے کے حصوں کی مقدار کا فرق دکھانے کیلئے بیان بھی چوبیسوں مہام کر کے تقسیم کیا ۱۲

مثال (۱) <sup>۲</sup>طوهر <sup>۱</sup>والله <sup>۳</sup>بیتا <sup>۴</sup>بیتا <sup>۵</sup>بیتا <sup>۶</sup>بیتا <sup>۷</sup>بیتا <sup>۸</sup>بیتا <sup>۹</sup>بیتا <sup>۱۰</sup>بیتا <sup>۱۱</sup>بیتا <sup>۱۲</sup>بیتا <sup>۱۳</sup>بیتا <sup>۱۴</sup>بیتا <sup>۱۵</sup>بیتا <sup>۱۶</sup>بیتا <sup>۱۷</sup>بیتا <sup>۱۸</sup>بیتا <sup>۱۹</sup>بیتا <sup>۲۰</sup>بیتا <sup>۲۱</sup>بیتا <sup>۲۲</sup>بیتا <sup>۲۳</sup>بیتا <sup>۲۴</sup>بیتا <sup>۲۵</sup>بیتا <sup>۲۶</sup>بیتا <sup>۲۷</sup>بیتا <sup>۲۸</sup>بیتا <sup>۲۹</sup>بیتا <sup>۳۰</sup>بیتا <sup>۳۱</sup>بیتا <sup>۳۲</sup>بیتا <sup>۳۳</sup>بیتا <sup>۳۴</sup>بیتا <sup>۳۵</sup>بیتا <sup>۳۶</sup>بیتا <sup>۳۷</sup>بیتا <sup>۳۸</sup>بیتا <sup>۳۹</sup>بیتا <sup>۴۰</sup>بیتا <sup>۴۱</sup>بیتا <sup>۴۲</sup>بیتا <sup>۴۳</sup>بیتا <sup>۴۴</sup>بیتا <sup>۴۵</sup>بیتا <sup>۴۶</sup>بیتا <sup>۴۷</sup>بیتا <sup>۴۸</sup>بیتا <sup>۴۹</sup>بیتا <sup>۵۰</sup>بیتا <sup>۵۱</sup>بیتا <sup>۵۲</sup>بیتا <sup>۵۳</sup>بیتا <sup>۵۴</sup>بیتا <sup>۵۵</sup>بیتا <sup>۵۶</sup>بیتا <sup>۵۷</sup>بیتا <sup>۵۸</sup>بیتا <sup>۵۹</sup>بیتا <sup>۶۰</sup>بیتا <sup>۶۱</sup>بیتا <sup>۶۲</sup>بیتا <sup>۶۳</sup>بیتا <sup>۶۴</sup>بیتا <sup>۶۵</sup>بیتا <sup>۶۶</sup>بیتا <sup>۶۷</sup>بیتا <sup>۶۸</sup>بیتا <sup>۶۹</sup>بیتا <sup>۷۰</sup>بیتا <sup>۷۱</sup>بیتا <sup>۷۲</sup>بیتا <sup>۷۳</sup>بیتا <sup>۷۴</sup>بیتا <sup>۷۵</sup>بیتا <sup>۷۶</sup>بیتا <sup>۷۷</sup>بیتا <sup>۷۸</sup>بیتا <sup>۷۹</sup>بیتا <sup>۸۰</sup>بیتا <sup>۸۱</sup>بیتا <sup>۸۲</sup>بیتا <sup>۸۳</sup>بیتا <sup>۸۴</sup>بیتا <sup>۸۵</sup>بیتا <sup>۸۶</sup>بیتا <sup>۸۷</sup>بیتا <sup>۸۸</sup>بیتا <sup>۸۹</sup>بیتا <sup>۹۰</sup>بیتا <sup>۹۱</sup>بیتا <sup>۹۲</sup>بیتا <sup>۹۳</sup>بیتا <sup>۹۴</sup>بیتا <sup>۹۵</sup>بیتا <sup>۹۶</sup>بیتا <sup>۹۷</sup>بیتا <sup>۹۸</sup>بیتا <sup>۹۹</sup>بیتا <sup>۱۰۰</sup>بیتا

(۳) اگر میت کے بیٹے اور سیٹیان دونوں موجود ہوں تو سیٹیان بھی بیٹوں کے ساتھ شریک ہو جائیں گی اور عصبہ بال غیر کملائیں گی۔ لیکن جب قدر حصہ ایک بیٹے کو ملے گا اس سے آدھا ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔

مثال ۴ والدہ - بیٹا - بیٹی

(۱۴) پوتا۔ پڑپوتا سکڑوتا۔ بھی اگرچہ درجہ اول کے عصبات میں داخل ہیں لیکن بیٹے کے سامنے یہ سب محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ بیٹا ان سے زیادہ قریب ہے۔

مثال - زید کے تین بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا زید کے سامنے ہی انتقال کر گیا۔ مگر اُس کے دو لڑکے موجود ہیں۔ اب زید کا انتقال ہوا تو دو بیٹے اور دو پوتے چھوڑے تو سب مال دونوں بیٹوں پر تقسیم ہو جائیگا۔ دونوں پوتے محروم رہ جائیں گے کیونکہ میت کے بیٹوں کا علاقہ قریب ہے اور پوتے بہ نسبت ان کے بعید ہیں اور بار بار آپ سُن چکے ہیں کہ ایک وجہ کے عصبون میں بھی جو قریب ہوتا ہے وہ مقدم سمجھا جاتا ہے

ایسی صورت میں داد کو مناسب ہے کہ اپنی زندگی میں کچھ مال و اسباب جائداد پوتون کو دیکر ان کا قبضہ کرا جائے ورنہ یہ غریب بالکل محروم رہینگے۔ البتہ اگر ان پوتون کے باپ مرحوم کی حاصل کردہ کوئی خاص جائداد اور مستقل مال ہو تو یہ پوتے اپنے باپ کے مال کے ضرور مالک ہوں گے اور اس مال میں سے کسی قدر بقدر حصہ مقررہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی سب کچھ انکو مل جائے گا۔

فرق نمبر ۳۰ میں یہ بیان ہوا ہے کہ میت کے چہرے پر ہونے والا باہم ترکہ کو برابر تقسیم کر لینا اُسکی نسبت یہ سمجھ لینا چاہئے کہ میت اگر عورت ہے تو اُسکے وہ بیٹے خواہ ایک شوہر سے ہوں یا مختلف شوہروں سے سب کو برابر حصہ ملے گا۔

مثلاً ایک شوہر سے پانچ بیٹے ہوئے اور دوسرے سے صرف دو بیٹے ہیں تو اس عورت کے مرنے پر اُس کے ترکہ کو سات حصہ کر کے ایک ایک حصہ سب بیٹوں کو

ویدینگے یہ ہوگا کہ کل مال کے دو حصے کر کے آدھا ایک شوہر کی اولاد پر تقسیم کر دین اور  
 آدھا دوسرے کی اولاد پر۔ اور اگر میت مرد ہے تو اُس کے سب بیٹوں کو برابر حصہ ملے گا  
 خواہ ایک زوجہ سے ہوں یا دو تین زوجہ سے مثلاً میت کے پانچ بیٹے ایک زوجہ سے ہیں  
 اور دوسری زوجہ سے صرف ایک بیٹا ہے تو کل ترکہ کے چھ حصے کر کے ایک ایک حصہ  
 سب کو مل جائیگا۔ یہ نہیں کہ جس قدر ایک زوجہ کے پانچ بیٹوں کو ملا ہے اُس قدر دوسری زوجہ  
 کے تھا ایک بیٹے کو پھوپھے بعض دفعہ ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا ہے کہ نادائق سمجھ جاتا ہے  
 کہ ایک زوجہ کی اولاد کو دوسری زوجہ کی اولاد کے برابر حصہ ملا ہے دوسری کی اولاد کم  
 ہو یا زیادہ ایسی صورت وہاں پیش آتی ہے جہاں ہر دو زوجہ کا مہر ادا نہ کیا گیا ہو اور باپ  
 کی تمام جائداد وغیرہ اولاد نے اپنی مان کے مہر میں حاصل کر لی ہو مثلاً زیدؑ اُسے راشدہ  
 اور زاہدہ دو زوجہ چھوڑیں جن کا مہر ادا نہیں کیا تھا اور سات بیٹے چھوڑے پانچ راشدہ  
 کے پیٹ سے اور دو زاہدہ کے بطن سے اُس کے بعد زاہدہ اور راشدہ یکے بعد دیگرے مر گئیں  
 اب جو کچھ زید کا ترکہ ہو گا وہ نصف راشدہ کے پانچوں بیٹوں پر تقسیم ہوگا اور نصف  
 زاہدہ کے دو بیٹوں کو مل جائیگا جسکی صورت یہ ہے۔

از بطن راشدہ ۵ بیٹا  
 از بطن زاہدہ ۲ بیٹا  
 ۵ ۲ ۲ ۲ ۲

نادائق سمجھتا ہے کہ باپ کے ترکہ میں سے دس سہام ایک زوجہ کی اولاد کو پھوپھے  
 اور دس دوسری کی۔ لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں بلکہ زید کی جائداد اُس کے بیٹوں تک نہیں  
 پھونچی کیونکہ دین مہر اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ اُس کے ادا کرنے کے بعد کچھ باقی نہ رہا جو کچھ مال و  
 جائداد تھی وہ آدھی ایک زوجہ کو مہر میں مل گئی اور آدھی دوسری کو اس لئے کہ مہر دونوں کا  
 برابر تھا۔ اب ہر زوجہ کے انتقال پر ان کی اولاد اپنی اپنی والدہ کی جائداد پر متصرف و  
 قابض ہو گئی یہ اولاد اپنے باپ کی میراث نہیں پارہی بلکہ اپنی والدہ کا مہر وصول  
 کر رہے ہیں کیونکہ جب والدہ مر گئی تو اولاد اُس کے مہر کی وارث ہو گئی اور اس کا مہر وصول  
 کر نی کا حق حاصل ہو گیا۔ جس زوجہ کی اولاد زیادہ تھی اُس کی اولاد نے جب مہر میں حاصل کی  
 ہوئی جائداد کو باہم تقسیم کی تو ہر ایک کو تھوڑا حصہ پھونچا اور جسکی اولاد کم تھی اُنکو مان

۱۲ مہر دونوں کا برابر ہو

کے مہرین سے زیادہ حصہ ملا البتہ اگر مہر ادا ہونیکے بعد کچھ مال باقی رہے تو وہ میت کی تمام اولاد پر بقاعدہ میراث برابر تقسیم ہوگا  
عصبہ درجہ اول نمبر ۲۔ پوتا۔

(۱) جب میت کے بیٹا نہ تو ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ پوتے کو ملیگا اور اگر کئی پوتے ہوں تو اس مال میں سب برابر کے شریک ہو جائیں گے (اگر ذوی الفروض کوئی موجود نہ ہو تو کل ترکہ پوتوں کو بٹائے گا۔

(۲) اگر میت کے ایک یا زیادہ پوتیاں بھی موجود ہوں تو پوتے کیساتھ عصبہ بن جائیگی اور عصبہ بالغہ کھلائیگی جس قدر ہر ایک پوتے کو ملیگا۔ اس سے آدھا ہر ایک پوتی حصہ پائیگی (۳) جب بیٹا نہ ہو تو پوتے کا حال بیٹے کے مانند ہو لیکن دو باتوں میں فرق ہے۔

فرق اول۔ میت کے بیٹے کی موجودگی میں بیٹیاں ذوی الفروض نہیں رہتی عصبہ بنتی ہیں اور جس قدر ایک بیٹے کو ملتا ہے اس سے آدھا بیٹی کو دیا جاتا ہے چنانچہ باب ہارم کی فصل میں اور بیٹے کے حال میں نمبر میں یہ بات گزر چکی ہے لیکن پوتے کے سامنے میت کی بیٹیاں عصبہ نہیں ہوتی بلکہ ذوی الفروض ہی رہتی ہیں یعنی اگر ایک بیٹی ہو تو نصف ملتا ہے اور ایک سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ملتا تھا ہی اب بھی ملتا رہیگا۔

فرق ۲۔ بیٹے کی موجودگی میں پوتیاں محروم رہتی ہیں۔ اور پوتے کے سامنے محروم نہیں ہوتیں بلکہ پوتے کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں اور جس قدر ایک پوتے کو ملتا ہے اس سے آدھا ہر ایک پوتی کو ملے گا۔

(۴) جیسے کہ بیٹے کی موجودگی میں میت کے پڑپوتے اور پڑپوتیاں محروم رہتی تھیں اسی طرح پوتے کے سامنے محروم رہتی ہیں۔

(۵) جب میت کے بیٹا موجود نہ ہوں تو پوتے بالکل محروم رہ جاتے ہیں خواہ وہ پوتے اسی زندہ بیٹے کی اولاد ہوں جس نے باپ کی میراث لی ہے یا کسی دوسرے بیٹے کی اولاد ہوں جو مر گیا ہے۔

عصبه درجه اول نمبر ستر بریطا کوتا

(۴)۔ اگر میت کی ایک یا زیادہ پوتیاں ہوں تو وہ پڑپوتے کے ساتھ ملکر عصبہ بن جائیگی جیسے کہ پوتے کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جاتی تھی اور ج طرح وہاں مرکوز دہرا عورت کو اکرا حصہ دیا جاتا تھا یہاں بھی دیا جائیگا۔ (یہ بات پوتیوں کے حال میں گزر چکی ہے۔

۳۔ اگر میت کی پڑپوتیاں بھی موجود ہوں تو پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائیگی اور وہی لفظ کرم مثل حظ الانثیین یعنی مرکوز عورت سے دو چند حصہ ملے گا۔

(۴۴) اگر میت کی پوتیاں بھی ہوں اور پٹیتیاں بھی تو یہ سب پڑ پوتے کے ساتھ عصہ ہو جائیگی اور (ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال) دو حصہ مردوں کو اور ایک حصہ عورتوں

کو ملے گا۔ پڑپوتا - پوتی - پوچ  
پچپوتا - پڑپوتی - بڑپوتی  
پڑپوتا - پوتی - پڑپوتی

فرق - قاعدہ نمبر دوم سے معلوم ہو گیا کہ پڑپوتے کے سامنے پڑپوتیان محروم نہیں ہوتیں بلکہ اُسکے ساتھ ملکر عصبہ ہو جاتی ہیں اور مرد کے آدھا حصہ پاتی ہیں۔ بس پوتے اور پڑپوتے میں بھی فرق ہے کہ پوتے کے سامنے پڑپوتیان محروم ہو جاتی ہیں اور پڑپوتے کے سامنے

محروم نہیں ہوتی۔

(۵) پڑپوتے کی موجودگی میں سکڑپوتے اور سکڑپوتیان محروم رہتی ہیں۔

(۶) جب میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہوتا ہے تو پڑپوتا بالکل محروم رہ جاتا ہے۔

عصبہ درجہ اول نمبر سکڑپوتا۔

نہایت بڑا ہوتا ہے

پوتے کے پوتے کو سکڑپوتا کہتے ہیں۔ یہ بھی درجہ اول کے عصبیات میں داخل ہے لیکن

چونکہ چوتھے نمبر پر سے لہذا جب میت کے بیٹا پوتا۔ پڑپوتا۔ کوئی نہیں ہوتا تب اسکو

میراث پہنچتی ہے اور ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہ جاتا ہے وہ ملتا ہے اور اگر میت کا

بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا کوئی بھی موجود ہو تو یہ بالکل محروم رہتا ہے کیونکہ وہ اس سے قریب ہیں

باقی حال سکے بالکل پڑپوتے کی مانند ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ پڑپوتے کے سامنے

سکڑپوتیان محروم رہتی ہیں اور سکڑپوتے کی وجہ سے محروم نہیں ہوتیں بلکہ اسکے ساتھ

ملکر سکڑپوتیان بھی عصبہ ہو جاتی ہیں بشرطیکہ بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ کوئی موجود نہ ہو کیونکہ ان

کی موجودگی میں سکڑپوتے اور سکڑپوتیان سب محروم رہتی ہیں۔

چونکہ سکڑپوتا بہت کم لوگوں کے موجود ہوتا ہے لہذا اسکے حال کو سمجھنے کی قدر مختصر کر کے

درجہ اول کے عصبیات کو ختم کر دیا۔ اگر سکڑپوتے کا بیٹا اور پھر اسکا بیٹا اور اسطرح دس

بیس پشت تک جتنے بیٹے پوتے نکلتے چلے جائیں سب درجہ اول ہی کے عصبیات میں

داخل ہونگے اور جب اُن سے مقدم کوئی موجود نہیں ہوگا تو میراث کے مستحق ہوں گے

لیکن سمجھنے حسب عادت چار پشت تک بیان کر کے چھوڑ دیا کیونکہ اس سے زیادہ فضول

ہے کوئی ہی خوش قسمت ہوگا جسکی موت کے وقت سکڑپوتا موجود ہو ورنہ آجکل تو وہ جو ۶

موتیں ہوتی ہیں کہ بیٹا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا پوتا۔ پڑپوتا تو بڑی چیز ہے

فصل ۴۔ درجہ دوم کے عصبیات (باپ۔ دادا۔ پڑدادا۔ سکڑدادا وغیرہ)

درجہ اول کے عصبیات کی موجودگی میں درجہ دوم کے وارثوں کو عصبہ ہونے کی وجہ سے

بالکل کچھ نہیں ملتا۔ ہاں چونکہ یہ لوگ ذوی الفروض میں بھی داخل ہیں اسلئے درجہ اول کی

موجودگی میں بھی انکو چھٹا حصہ مل جاتا ہے (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل اول) اس درجہ کے

عصبون کو بھی ہم چار پشت تک چار نمرہ دن میں بیان کرتے ہیں۔

### عصبہ درجہ دوم نمبر اول باب

باب کے حالات باب چہارم کی پہلی فصل میں مذکور ہو چکے ہیں مگر سہولت کے لئے یہاں بھی یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ باب محروم کبھی نہیں رہتا بلکہ

(۱) اگر درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو اور میت کی بیٹی۔ پوتی۔ پڑپوتی سکر پوتی بھی نہ تو باب کو وہ تمام ترکہ مل جاتا ہے جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہے اس حالت میں باب صرف عصبہ ہے ذوی الفروض میں سے نہیں

(ملاحظہ ہو باب چہارم کی فصل اول کی حالت سوم)

(۲) اگر میت کے عصبات درجہ اول میں سے کوئی موجود نہ ہو لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی وغیرہ موجود ہو تو میت کے باب کو چھٹا حصہ بھی ملیگا اور جو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے سے باقی رہے وہ بھی مل جائیگا۔ اس صورت میں باب عصبہ بھی ہو ذوی الفروض بھی (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل حالت نمبر ۲)

(۳) جب درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو باب عصبہ نہ رہیگا اور عصبہ ہونے کی وجہ سے اسکو کچھ نہ ملیگا بلکہ درجہ اول کے عصبات (بیٹا۔ پوتا۔ وغیرہ) اس کے حقدار ہوں گے۔ البتہ باب محروم اس حالت میں بھی نہیں رہ سکتا بلکہ اپنا چھٹا حصہ پائے گا اور اسوقت صرف ذوی الفروض ہوگا۔

(۴) باب کی موجودگی میں دادا پڑدادا۔ سکر دادا وغیرہ ہر قسم کے حصہ سے محروم رہتے ہیں نہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے کچھ پائے ہیں نہ عصبات ہونیکے لحاظ سے

دو باب فی الحقیقت کسی شخص کے نہیں ہو سکتے لیکن اگر کسی لڑکے پر ذوالادی دعویٰ کریں اور دونوں کا دعویٰ سب قاعدہ مشرقاً ثابت ہو جائے تو بوجہ ناواقفیت اور لاعلمی مجبوری کے دونوں کو باب کو سمجھا جاتا ہے ورنہ فی الواقع ایک جھوٹا ہوتا ہے

ایسی حالت میں جب بیٹا مر جائے تو جو حصہ ایک باب کے لئے مقرر تھا وہ دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر باب پہلے مر جائے تو یہ بیٹا ہر ایک باب سے پوری میراث

عصیدہ درجہ دوم نمبر ۱۰ داوا

(۱) جب درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو اور میت کے مٹی ہو تی یڑ پو تی

(۴) اگر میت کے عصبات درجہ اول میں سے کوئی موجود نہ ہو لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑ پوتی موجود ہو تو میت کے داد کو چھٹا حصہ بھی ملیگا اور جو کچھ ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقی رہے گا وہ بھی ملیگا (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل دوم نمبر ۱) اس صورت میں داد اعصبہ بھی ہوا اور ذوی الفروض بھی۔

(۳) اگر درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی ایک (ذرا سا بچہ) بھی موجود ہو تو دادا عصبہ نہ رہے گا۔ اور عصبہ ہونیکی وجہ سے اسکو کچھ بھی نہ ملیگا (بلکہ عصبہ درجہ اول بیٹا پوتا وغیرہ مستحق ہونگے)۔ البتہ دادا محروم پھر بھی نہوگا بلکہ ذوی الفردض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصہ اسکو پھونچے گا (بشرطیکہ باپ زندہ نہو)

دہم) باپ کی موجودگی میں دادا ہر قسم کے حصے سے محروم رہیگا نہ ذوی الفروض ہونا کا  
 آئیگا نہ عصبہ ہونے سے کچھ فائدہ ہوگا۔ اگرچہ باپ دادا و ذین درجہ دوم کے عصبیات  
 ہیں لیکن چونکہ باپ مقدم اور قریب ہے اور نمبر اول پر لکھا گیا ہے لہذا دادا سے  
 مقدم ہو کر میراث حاصل کرے گا۔

۱۵۱ واد کی موجودگی میں پڑ واد اسکر واد وغیرہ۔ ب محروم رہینگے۔

۱۵ اگر صرف درجہ دوم کے عصبات کو شمار کریں تو نمبر دوم ہے۔ اور اگر ابتداء سے عصبات کو شمار کریں تو چھٹے نمبر پر پہلے نمبر ۲ و ۶ ڈالے گئے اس طرح سب جگہ سمجھ لو۔



## عصبہ درجہ دوم نمبر یک پڑدادا

۴۸۸

۱) اگر باپ اور دادا موجود نہ ہوں تو پڑدادا کا بالکل وہی حال ہے جو دادا کا۔ ابھی عنقریب بہت مفصل مذکور ہوا۔ یعنی دادا کے حال میں جو اول و دوم و سوم چارم قاعدے لکھے گئے (۲) دادا کی موجودگی میں پڑدادا بالکل محرم رہتا ہے اور اس سے اگلی پشت کے جو دادا ہوں مثلاً سکر دادا لکڑ دادا

## عصبہ درجہ دوم نمبر یک سکر دادا

دادا کے دادا کو سکر دادا کہتے ہیں اسکے حال بالکل پڑدادا کے مانند ہیں لیکن یہ پڑدادا کی موجودگی میں محرم رہتا ہے چونکہ پڑدادا و سکر دادا بہت کم زندہ ہوتے ہیں لہذا بجملاً بیان کیا گیا۔ آپ کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ جب باپ نہ تو دادا کے قائم مقام ہوتے ہیں اور ان کی میراث کا حال بالکل وہی ہوتا ہے جو باپ کا ہوتا ہے اور دادا دونوں میں جو مقدم اور قریب تھا وہی باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اس سے پیچھے والے یعنی اوپر کی پشتوں کے دادا محرم رہتے ہیں لیکن باپ اور دادا دونوں میں فرق بھی ہیں جنکو سمجھنا نہایت مفید ہے۔

فرق اول۔ اگر میت کے صرف مان باپ اور زوجہ موجود ہوں تو زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں سے مان کو ثلث ملیگا۔ اور اگر باپ کی جگہ کوئی دادا پڑدادا وغیرہ ہو یعنی میت نے صرف مان اور دادا اور زوجہ ہوں تو مان کو کل ترکہ میں سے ثلث ملیگا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر کسی عورت نے انتقال کیا اور شوہر اور اپنے مان باپ چھوڑے اور کوئی وارث نہیں ہے تو شوہر کو نصف دینے کے بعد جو کچھ باقی رہا ہے اس میں سے ثلث مان کو چھوٹے گا اور اگر باپ کی جگہ دادا وغیرہ ہو یعنی میت نے صرف شوہر اور مان اور دادا یا پڑدادا چھوڑے ہوں تو مان کو کل ترکہ میں سے ثلث ملیگا۔ غرض مذکورہ بالا صورتوں میں باپ موجود ہو تو مان کو حصہ کم ملتا ہے اور اگر باپ نہ ہو اسکی جگہ کوئی دادا ہو تو مان کو زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ کل مال میں سے تنائی دیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو باب ۴)

دوم۔ باپ کی موجودگی میں دادی محرم ہوتی ہے

دادا کی موجودگی میں محرم نہیں ہوتی خواہ دادا ہو یا پڑدادا یا سکر دادا (ملاحظہ ہو باب ۴) دادا کا فسق باب چہارم۔

درجہ دوم عصبات کا بیان یہاں تک ختم کر دیا گیا۔ اس طرح پانچویں جمعی پشت تک لکڑداد اور بکڑداد تک اور پھر اس سے اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا۔ خواہ کتنی ہی دور کی پشت کا ہو درجہ سوم کے عصبات ہرگز وراثتوں کے فصل ۳ درجہ سوم کے عصبات (بھائی۔ بھتیجا۔ بھتیجے کا بیٹا۔ اُسکا پوتا)

اگر درجہ اول و دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو درجہ سوم کے عصبات وراثت ہوتے ہیں اور ان میں بھی جو مقدم اور قریب ہے اور زیادہ تعلق رکھنے والا ہے اُسکے سامنے بعید درجہ کا عصبہ اور کم تعلق رکھنے والا محروم ہو جائیگا۔ ہر ایک کا مفصل حال ملاحظہ کرو عصبہ درجہ سوم نمبر اول حقیقی بھائی۔

(۱) اگر درجہ اول و دوم کے عصبوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ذی الفروض کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے بھائی کو مل جاتا ہے اور کوئی بھی ذی الفروض نہ ہو تو کل مال بھائی کو مل جائیگا،

(۲) اگر حقیقی بھائی دو چار دس پانچ ہوں تو جو کچھ ترکہ اُنکو ملائے وہ سب اس میں شریک رہیں گے اور باہم تقسیم کریں گے۔

(۳) اگر میت کی ایک یا زیادہ حقیقی بہنیں بھی ہوں تو وہ بھی بھائی کے ساتھ شامل ہوکر عصبہ ہو جائیں گے اور وہی لَدَّہِ مِثْلِ حِظِّ الْأُنثٰیٰ کا قاعدہ جاری ہوگا (ملاحظہ کرو ذی الفروض کی فصل نہم و دہم)

(۴) درجہ اول و دوم کے عصبات کے سامنے درجہ سوم کے عصبات یعنی ہر قسم کے بھائی بہن محروم رہتے ہیں۔

۵۱ جب حقیقی بھائی موجود ہو تو علاقہ بھائی اور علاقہ بہنیں محروم رہیں گے

۵۲ باقی رہنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ذی الفروض موجود ہوں اور اُنکو حصہ دیا جائے اور کچھ مال باقی رہ جائے دوسرے یہ کہ کوئی ذی الفروض زندہ ہی نہ ہو تو کل مال باقی رہ جائے گا۔ فقولنا وان لم یکن من ذات الفروض الخ قصی مج لعا علم ضمنا ۱۲۸

## عصبہ درجہ سوم نسبت علّاتی بھائی

علّاتی بھائی اُسے کہتے ہیں جو صرف باب میں میت کا شریک ہو۔ ماں و دون کی جدا ہو  
چونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی اور دُہری قرابت ہے لہذا یہ اُس سے بچے رکھا گیا  
اور یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ۔

(۱) جب درجہ اول دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو اور تیسرے درجہ میں سے  
حقیقی بھائی بھی کوئی نہ ہو۔ تو علّاتی بھائی کو وہ تمام ترکہ ملتا ہے جو ذوی الفروض سے باقی بچا  
(۲) اگر علّاتی بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب اس میں مساوی درجہ کے شریک  
ہو کر برابر تقسیم کر لینگے۔

(۳) اگر میت کی علّاتی بہنیں بھی موجود ہوں تو وہ بھی علّاتی بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ بنیں گے  
اور ہر ایک بہن کو بھائی سے نصف حصہ ملیگا۔

(۴) اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہو تو علّاتی بھائی محروم رہیگا۔ کیونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ  
قوی ہے وہ اس سے مقدم ہے چنانچہ عنقریب بیان اُسکا گذرا

(۵) اگر میت کے حقیقی بھائی کوئی نہ ہو لیکن میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہے تو بھی  
علّاتی بھائی (اور بہنیں) محروم رہیں گی۔ جو کچھ ذوی الفروض کے بعد باقی رہے گا وہ حقیقی  
بہن کو عصبہ ہونیکے سبب سے ملیگا (ملاحظہ ہو حقیقی بہن کی میراث کا حال)  
حقیقی بہن اس صورت میں میت کی بیٹی کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہو گئی ہے اور قوی علّاتی  
اور قرابت رکھتی ہے لہذا علّاتی سے مقدم ہے۔

(۶) جب علّاتی بھائی موجود ہو تو حقیقی بھتیجا محروم رہتا ہے۔ کیونکہ بھائی قریب ہے اگرچہ  
علّاتی ہے اور بھتیجے کا درجہ بعید ہے۔

فائدہ۔ اخیانی بھائی کا اس باب میں کہیں ذکر نہیں آویگا کیونکہ وہ عصبات میں شامل نہیں  
ذوی الفروض میں داخل ہے اور اسکی اولاد بھی عصبہ نہیں بلکہ درجہ سوم کے ذوی الفروض  
میں شریک ہے۔

۱۷۔ باقی رہنے کی دو صورتیں گذشتہ حاشیہ میں ملاحظہ کرو ۱۲

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۱ حقیقی بھتیجا (یعنی حقیقی بھائی کا بیٹا)

(۱) جب میت کا حقیقی اور علاقائی بھائی کوئی نہ تو حقیقی بھائی کا بیٹا اس تمام مال کا مستحق ہوگا جو ذوی الفروض کے حصے لگا دینے کے بعد باقی رہا ہے۔

(۲) اگر دو چار حقیقی بھتیجے ہوں تو وہ سب اس مال میں شریک ہو کر حصہ مساوی تقسیم کر لیں گے

(۳) اگر میت کی حقیقی یا علاقائی بہنیں موجود ہوں تو بھتیجے کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہیں گی۔ (کیونکہ بہنیں صرف بھائی کے ساتھ یا میت کی بیٹی کی

وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں) (ملاحظہ ہو ذوی الفروض میں ہمیشہ رکن کا حال)

(۴) اگر میت کے کوئی حقیقی یا علاقائی بھائی موجود ہو (یا درجہ اول و دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو) تو بھتیجا بالکل محروم رہے گا۔ اور اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن دونوں موجود ہوں تب بھی محروم

(۵) بھتیجیان خواہ حقیقی بھائی کی بیٹیاں ہوں یا علاقائی کی یا خیالی کی عصبیات میں داخل نہیں اور نہ ذوی الفروض ہیں بلکہ درجہ سوم کے ذوی الارحام میں داخل ہیں وہ ان کے بھائی کے ساتھ

(۶) جب تک حقیقی بھتیجا موجود ہو علاقائی بھائی کے بیٹے کو بالکل میراث نہیں پہنچ سکتی۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۲ علاقائی بھتیجا (یعنی علاقائی بھائی کا بیٹا)

(۱) جب میت کے حقیقی بھائی اور بھتیجا اور علاقائی بھائی نہ تو علاقائی بھائی کے بیٹے کو وہ سب مال ملتا ہے جو ذوی الفروض سے باقی رہے اور اگر علاقائی بھائی کے دو چار بیٹے ہوں تو وہ سب اس

مال میں برابر کے شریک اور حصہ دار ہوں گے خواہ وہ سب بیٹی ایک علاقائی بھائی کے ہوں یا کئی علاقائی بھائیوں کے بیٹے ہوں

(۲) اگر میت کی حقیقی یا علاقائی بہنیں ہوں تو علاقائی بھتیجے کیساتھ عصبہ نہیں بن جائیگی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہیں گی (ملاحظہ ہو باب ۴ فصل ۹ و ۱۰)

(۳) اگر میت کی بیٹی بھی موجود ہو اور حقیقی بہن بھی تو علاقائی بھائی کا بیٹا محروم رہے گا۔

(۴) اگر درجہ اول یا درجہ دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو یا میت کا حقیقی یا علاقائی بھائی یا حقیقی بھتیجا موجود ہو تو علاقائی بھائی کا بیٹا محروم رہتا ہے

۱۵ خواہ وہ بھتیجے ایک بھائی کے لڑکے ہوں یا کئی بھائیوں کے بیٹے ہوں ۱۲ منہ

(۵) جب تک یہ علاقہ بھتیجا موجود ہوگا نہ حقیقی بھائی کے پوتوں کو کچھ ملیگا نہ علاقہ بھائی کے عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۱ حقیقی بھائی کا پوتا (یعنی بھتیجے کا بیٹا)

(۱۱) جب میت کا حقیقی بھائی بھتیجا اور علاقہ بھائی بھتیجا کوئی نہ تو تب حقیقی بھائی کا پوتا عصبہ ہونگی وجہ سے وہ سب مال میراث میں پاتا ہے جو ذوی الفروض کے حصے پورے مل جائیں گے بعد باقی رہے۔ اگر حقیقی بھائی کے چند پوتے ہوں تو سب اس میں برابر شریک رہیں گے خواہ ایک بھائی کے پوتے ہوں یا کئی بھائیوں کے۔

فائدہ میت کی بہنیں اس کی ساتھ ملکر عصبہ ہونگی بدستور ذوی الفروض بہنیں (۲) اگر میت کا کوئی حقیقی بھائی یا بھتیجا یا علاقہ بھائی یا اسکا بیٹا موجود ہو تو بھائی کا پوتا محروم رہتا ہے کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب اور مقدم ہیں۔

(۳) جب تک حقیقی بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے علاقہ بھائی کے پوتے کو کچھ نہیں مل سکتا اور نہ کسی بھائی کے پڑپوتے کو حق چھوٹ سکتا ہے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۱ علاقہ بھائی کا پوتا۔

(۱) اگر میت کے حقیقی بھائی اور اسکا بیٹا اور اسکا پوتا اور علاقہ بھائی اور بھتیجا موجود نہ ہوں تو علاقہ بھائی کے پوتے کو وہ تمام مال و ترکہ مل جائیگا جو ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد باقی رہ گیا ہے اگر علاقہ بھائی کے چند پوتے ہوں وہ اس میں برابر شریک رہیں گے اور برابر تقسیم کر لینگے خواہ ایک علاقہ بھائی کے پوتے ہوں یا مختلف علاقہ بھائیوں کے

(۲) اگر میت کی حقیقی بہن اور بیٹی موجود ہو تو علاقہ بھائی کا پوتا محروم رہ جائیگا جیسا کہ خود علاقہ بھائی اور ہر قسم کے بھتیجے میت کی بیٹی اور حقیقی ہم شیرہ کے اکٹھے ہونے کی وجہ سے محروم ہو جاتے تھے (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل ۹۔ اور عصبہ درجہ سوم نمبر ۲)

(۱) اگر میت کے حقیقی بھائی بھتیجا بھتیجے کا بیٹا یا علاقہ بھائی یا اسکا بیٹا موجود ہو تو یہ علاقہ بھائی کا پوتا محروم رہیگا کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب یا قوی علاقہ رکھنے والے ہیں۔

(۲) جب تک علاقہ بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے کسی قسم کے بھائی کی پڑپوتوں کو حق نہیں چھوٹ سکتا۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۴ حقیقی بھائی کا پڑ پوتا (یعنی بیٹے کا پوتا)  
 (۱) اسکے حالات بالکل حقیقی بھائی کے پوتے کے مانند ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ علاقہ  
 بھائی کے پوتے کے سامنے محروم ہے اور حقیقی بھائی کا پوتا محروم نہیں تھا۔  
 (۲) جب تک حقیقی بھائی کا پڑ پوتا موجود ہوتا ہے علاقہ بھائی کا پڑ پوتے کو کچھ میراث  
 اور حصہ نہیں مل سکتا۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۵ علاقہ بھائی کا پڑ پوتا  
 (۱) اسکے حالات بالکل علاقہ بھائی کے پوتے کے مانند ہیں فرق بس اتنا ہے کہ علاقہ  
 بھائی کا پوتا حقیقی بھائی کے پڑ پوتے سے مقدم تھا اور حقیقی بھائی کے پڑ پوتے کو محروم کر دیتا  
 تھا یہ خود ہی حقیقی بھائی کے پڑ پوتے کے سامنے محروم ہو جاتا ہے۔  
 (۲) جب تک حقیقی یا علاقہ بھائی کا پڑ پوتا موجود رہتا ہے کسی بھائی کے سکڑ پوتے کو  
 حصہ اور میراث نہیں مل سکتی نہ حقیقی بھائی کے سکڑ پوتے کو نہ علاقہ بھائی کے اور نہ ان کے  
 نیچے درجہ کے عصبات کو کیونکہ جو قریب ہوتا ہے وہ مستحق ہوتا ہے اور پڑ پوتا بہ نسبت  
 سکڑ پوتے وغیرہ کے بہت قریب ہے۔

یہ ان تک درجہ سوم کے عصبات کی چار پشت تک آٹھ عصبات ختم ہو گئے۔ اسی طرح  
 حقیقی اور علاقہ بھائیوں کے لکڑ پوتے اور سکڑ پوتے جہاں تک نکلتے چلے جائیں سب  
 درجہ سوم ہی کے عصبات میں داخل رہیں گے اور جب تک ان میں سے کوئی موجود ہو گا درجہ  
 چہارم کے عصبات کو ہرگز میراث نہ ملے گی  
 یاد دہانی۔ یہ بات پہلے عرض کر دی گئی تھی کہ کسی شخص کے موجود ہونیکا جب اعتبار ہے  
 کہ وہ شہر دارت سمجھا گیا ہو اور قتل و کفر و غلامی وغیرہ کی وجہ سے محروم الارث نہ سمجھا گیا ہو  
 پس اگر اوپر کے قریب درجہ میں کوئی کافر یا قاتل عصبہ موجود ہے تو نیچے والا عصبہ محروم نہ  
 رہے گا کیونکہ قریب درجہ والا جب شہر دارت سے محروم ہو گیا تو یوں سمجھو کہ وہ گویا  
 بالکل ہی موجودی نہیں۔

فصل ۴۔ درجہ چہارم کے عصبات دچا۔ چچا کا بیٹا۔ پوتا۔ پڑ پوتا باپ کا چچا اسکے بیٹے

پوتے دادا کا چچا اُسکے بیٹے پوتے وغیرہ)

جب درجہ اول و دوم و سوم کے عصبات میں سے کوئی ایک متنفس بھی موجود نہ ہو تب درجہ چہارم والے عصبات وارث ہوتے ہیں یہ ایسے بے ضرر وارث ہیں کہ ان کی وجہ سے کسی ذوی الفردض کے حصے کو خدا تعالیٰ نے کم نہیں کیا البتہ اگر ذوی الفردض کے پورے حصے دینے کے بعد کچھ باقی رہ جائے اور اول دوم سوم و درجہ کے عصبون میں سے کوئی موجود بھی نہ ہو تو ان درجہ چہارم کے عصبات میں سے جو شخص میت سے زیادہ قریب علاقہ رکھتا ہو گا وہ اس باقی ماندہ مال کو لے گا۔ اور اگر دو چار عصبات بالکل برابر رتبہ رکھتے ہوں یعنی میت سے سب کا علاقہ یکساں اور مساوی ہو تو اس مال میں وہ باہم شریک رہیں گے اور تقسیم کر لیں گے اب درجہ چہارم کے عصبات کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر اول حقیقی چچا (یعنی باپ کا حقیقی بھائی خواہ باپ بڑا ہو یا چھوٹا) جب کسی میت کے تین درجے کے عصبات میں کوئی موجود نہ ہو تو ذوی الفردض کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ چچا کو مل جائیگا۔ اگر دو چار چچا ہوں تو سب باقی ماندہ ترکہ میں شریک ہوں گے اور باہم تقسیم کر لیں گے۔

قل اگر چچا کے ساتھ چچا کی بہن یعنی میت کی بھوپنی بھی موجود ہو تو وہ عصبہ نہ ہوگی بلکہ محروم رہے گی کیونکہ وہ ذوی الارحام میں داخل ہے اور ذوی الارحام کو اس وقت ملتا ہے کہ کوئی عصبہ موجود نہ ہو یہاں چونکہ چچا عصبہ موجود ہے لہذا بھوپنی محروم ہوگی۔

قل چچا کی زوجہ (یعنی چچی) کو میراث نہیں ملتی کیونکہ اس سے نسبی علاقہ نہیں ہے البتہ اگر چچی

۱۵۔ اس وصف میں درجہ سوم والے بھی شریک ہیں ۱۲۔ عرف بن باپ کے چوٹے بھائی کو چچا کہتے ہیں بڑے بھائی کو بعض جگہ بڑے ابا اور بڑا باپ کہتے ہیں اور نواح سہارنپور میں تایا کہتے ہیں لیکن بیان چچا سے مراد باپ کا بھائی۔ بڑا چھوٹا ہونے کی وجہ سے عصبہ اور وارث ہونے میں کچھ فرق نہیں ہوتا اور دونوں کو عرفی میں عم کہتے ہیں ۱۲۔ ذوی الفردض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہے یا کوئی ذوی الفردض نہ ہو تو کل مال باقی رہے ۱۲۔ درجہ چہارم سے شمار کریں تو یہ نمبر دوم پر ہے اور اگر ابتداء سے عصبات مذکورہ کو شمار کریں تو یہ اٹھارہ نمبر پر ہے اسی لحاظ سے آئندہ بھی جا بجا نمبر لکھے گئے ہیں پھر بھی یہ بات حتمی لگتی ہے۔ ۱۲

کسی دوسرے رشتہ اور قرابت سے کبھی وارث ہو جائے تو حصہ پاسکتی ہے مثلاً ایک عورت میت کی چچی بھی ہے اور والدہ بھی ہے تو والدہ ہونیکے علاقہ سے میراث پائے گی اس بحث کو ہم دوسرے باب کی چوتھی فصل کے قاعدہ چہارم میں بخوبی لکھ دیا ہے

(۲) جب تک حقیقی چچا موجود نہ ہو تواسے علاقائی چچا کو مستند نہیں مل سکتی (عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۱) علاقائی چچا (یعنی باب کا علاقائی بھائی) (۱) اسکا حال بالکل حقیقی چچا کے مانند ہے فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے سامنے یہ محروم رہتا ہے

(۲) جب تک علاقائی چچا موجود نہ ہوتا ہے نہ حقیقی چچا کے بیٹے کو حصہ مل سکتا ہے نہ علاقائی بیٹے کو عصبہ درجہ چہارم نمبر حقیقی چچا کا بیٹا (۱) اگر درجہ اول و دوم و سوم کے وارثوں میں سے کوئی موجود نہ ہو اور حقیقی و علاقائی چچا بھی موجود نہ ہوں تو باب کے حقیقی بھائی کا بیٹا وارث ہوگا اور وہ تمام مال اسباب جو میت کے ذی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہا ہے اسکو بھونچے گا اگر چچا کے دو چار بیٹے ہوں تو وہ سب اس مال میں شریک ہونگے خواہ ایک حقیقی چچا کے بیٹے ہوں یا کئی حقیقی چچاؤں کے (۲) چچا کی بیٹیاں اپنے بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ نہیں ہوتی بلکہ محروم رہتی ہیں کیونکہ ذوی الارحام درجہ چہارم کی قسم دوم میں آئندہ ان کا بیان ہوگا۔

(۳) جب حقیقی چچا کا بیٹا موجود نہ ہو تواسے علاقائی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۱ علاقائی چچا کا بیٹا۔ (۱) اسکا حال حقیقی چچا کے بیٹے کی مانند ہے فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے بیٹے کے سامنے یہ علاقائی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے (۲) جو وقت علاقائی چچا کا بیٹا موجود نہ ہوتا ہے کسی چچا کے پوتوں کو میراث نہیں مل سکتی خواہ وہ حقیقی چچا کے پوتے ہوں یا علاقائی چچا کے پوتے

۱۱ درجہ چہارم سے شمار کریں تو یہ نمبر دوم پر ہے اور اگر ابتداء سے عصبیات مذکورہ کو شمار کریں تو یہ اٹھارہ نمبر پر ہے اسی لحاظ سے آئندہ بھی جا بجا دو نمبر لکھے گئے ہیں پہلے بیانات بتلا دی گئی ہے ۱۱ اگر ذی الفروض نہیں تو کل مال ۱۲

۱۲ چچا کا بیٹا یا عصبہ کے لئے علاقائی چچا کو درجہ چہارم سے کہ باب کا علاقائی بھائی ۱۱



## عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۱ حقیقی چچا کا پوتا

(۱) جبکہ عصبہات درجہ اول و دوم و سوم میں سے کوئی موجود نہ ہو اور میت کا نہ کوئی حقیقی چچا ہو نہ اسکا بیٹا۔ نہ علاقائی چچا ہو نہ اسکا بیٹا اس وقت حقیقی چچا کا پوتا اس مال کا وارث ہوگا جو ذوی الفروض کے حصے پورے لگا دینے کے بعد باقی رہے۔ اگر چچا کے پوتے ایک سے زیادہ ہوں تو وہ اس مال کو باہم برابر تقسیم کر لیں خواہ ایک باپ کی اولاد ہوں یا کئی باپوں کی مثال زید کا چچا زاید اور زاید کا بیٹا ناعم یہ دونوں مر گئے لیکن ناعم کے بیٹے زید کی وفات کے وقت موجود ہیں تو یہ سب عصبہ ہوں گے اور ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال کو باہم برابر تقسیم کر لینگے دو قم زید کا چچا عمر ہے اُسکے دو بیٹے ہیں ولید اور خالد۔ ولید کے بھی بیٹے ہیں اور خالد کے بھی اب اگر زید کا انتقال ہوا اور اُسکے سامنے عمر ولید خالد سب مر گئے ہوں تو زید کے چچا کے پوتے یعنی ولید و خالد کے سب بیٹے اُسکے وارث ہوں گے حالانکہ سب ایک باپ سے نہیں ہیں بلکہ کچھ خالد کی اولاد ہیں کچھ ولید کی

(۲) جب تک حقیقی چچا کا پوتا موجود ہوگا علاقائی چچا کے پوتے کو میراث نہیں ملے گی۔

## عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۲ علاقائی چچا کا پوتا

(۱) اسکا حال بالکل حقیقی چچا کے پوتے کی مانند ہے فرق یہ ہے کہ حقیقی چچا کے پوتے کے سامنے یہ محروم رہ جاتا ہے وہ اس سے مقدم ہے کیونکہ اُسکے دادا کو میت کے باپ سے علاقہ اور رشتہ مضبوط حاصل ہے

(۲) جب تک یہ علاقائی چچا کا پوتا موجود ہوگا کسی چچا کے پڑپوتے کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ پوتے کا درجہ قریب ہے پڑپوتا اس سے نیچے ہے لہذا پوتے کے سامنے محروم رہے گا۔

## عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۳ حقیقی چچا کا پڑپوتا

(۱) جب حقیقی و علاقائی چچا اور اُنکے بیٹے پوتے موجود نہ ہوں تو حقیقی چچا کا پڑپوتا وارث ہوتا ہے

(۲) جب ان لوگوں میں سے کوئی موجود ہو تو یہ محروم رہتا ہے

(۳) جب تک یہ موجود رہتا ہے علاقائی چچا کے پڑپوتے کو حق نہیں پھونچتا۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۳۴ علاقائی چچا کا پڑپوتا

(۱) اسکا حال بالکل حقیقی چچا کے پڑپوتے کی مانند ہے فرق اس قدر ہے کہ یہ اُسکے سامنے محروم  
(۲) جب تک چچا کے پڑپوتے موجود ہوں سکڑپوتوں کو کچھ نہیں مل سکتا خواہ حقیقی چچا کے ہوں  
یا علاقائی کے۔ اسی طرح دس بیس پشت بلکہ زیادہ تک بیٹے پوتے نکلتے چلے جاتے ہیں اور قریب  
سامنے بعید محروم رہتے ہیں۔ لیکن بننے حسب عادت چار پشت تک بیان کر کے چھوڑ دیا  
جب حقیقی اور علاقائی چچا بھی نہ ہوں اور اُنکے بیٹے پوتے بھی کسی درجہ میں نہ ہوں تو اب پڑپوتا کی  
اولاد کے عصبوں کے وارث ہونیکا وقت آتا ہے یعنی باپ کے حقیقی اور علاقائی چچا اور یہ  
اُن کی اولاد وارث ہوتی ہے یہ سب بھی جہاں تک نکلتے چلے جائینگے درجہ چہارم ہی میں شمار  
ہونگے۔ ان میں سے ہم بلا ضرورت چار پشت تک مجملًا ذکر کرتے ہیں۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۳۵ باپ کا حقیقی و علاقائی چچا  
(یعنی دادا کا حقیقی بھائی اور علاقائی بھائی)

(۱) جب مذکورہ سابقہ وارث جو ان سے مقدم اور قریب ہیں موجود نہ ہوں تو یہ وارث ہوتے  
ہیں۔ ان دونوں میں باہم یہ فرق ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کے سامنے علاقائی چچا محروم رہیگا۔  
(۲) جب ان سے پہلا کوئی وارث موجود ہوگا تو یہ محروم ہوں گے اور جب ان میں سے کوئی  
موجود ہوگا تو ان سے نیچے درجہ والے محروم ہوں گے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۳۶ میت کے حقیقی چچا کا بیٹا اور علاقائی چچا کا بیٹا

(۱) جب انسے اوپر والے موجود نہ ہوں تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں باہم یہ  
فرق ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا مقدم ہے اُسکے سامنے علاقائی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔  
(۲) اگر باپ کا حقیقی یا علاقائی چچا موجود ہوگا تو یہ محروم رہیں گے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۳۷ میت کے باپ کے حقیقی چچا کا پوتا اور علاقائی چچا کا پوتا  
جب اوپر والے موجود نہ ہوں تو یہ عصبہ ہو کر ذمی الفروض سے باقی ماندہ سب مال لینگے ان  
میں بھی باہم وہی پہلا فرق ہے کہ حقیقی کے سامنے علاقائی محروم ہے  
اسی طرح دور تک باپ کے چچا کے پڑپوتے اور سکڑپوتے اور اُن کے بیٹے اور پوتوں کا سلسلہ  
لیکن بننے اسلئے چھوڑ دیا کہ خواہ مخواہ وہ بن سامعین کا پریشان ہوگا۔

۱۴۹  
یہ سب جگہ ذکر کرنا ضرورت ہے چچا کے باپ کے چچا کا حال ۱۲

اگر باپ کے چچا اور ان کی اولاد کا بھی وجود نہ رہے تو دادا کے چچا ادا ان کی اولاد کو حق میراث پہنچاتا ہے اور دودھ تک سلسلہ چلا جاتا ہے اور جہاں تک نکلتے ہیں سب درجہ ہمارے ہی کے عصبات کہلاتے ہیں لیکن جو لوگ میت سے علاقہ قریب رکھتے ہیں وہ مقدم ہیں ان کے سامنے بعید علاقہ والے محروم ہوتے ہیں یعنی جو لوگ میت کی اول پشت میں شریک ہیں ان کے سامنے دوسری پٹری کے شریک محروم رہینگے۔ مثلاً جو لوگ دادا میں شریک ہیں وہ چچا ہیں اور ان کی اولاد۔ یہ چونکہ تریب ہیں لہذا ان سب کے سامنے باپ کے چچا اور ان کی اولاد محروم رہینگے کیونکہ وہ پردادا میں شریک ہیں اس طرح اگر کوئی دسویں بیسویں ہزارویں پشت میں بھی شریک ہو گا وہ عصبہ ہی کہلائیگا۔ لیکن اگر کوئی اس سے قریب کی پشت میں شریک موجود ہو گا تو بعید والا محروم ہوگا یہ بات جا بجا مکرر کہہ کر اس قدر وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے کہ معمولی سمجھ کے آدمی کو بھی شبہ نہ رہ سکے کہ جب تک اوپر کے درجہ والے موجود ہوں گے نیچے والے محروم رہینگے اور پھر ہر درجہ میں جو اول نمبر ہو اس کے سامنے دوم نمبر کا عصبہ محروم رہیگا اور اس طرح تیسرے کے سامنے چوتھا اور پانچواں وغیرہ چنانچہ ہر ایک عصبہ کے حال میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے لیکن چونکہ عصبہ کا بیان بوجہ بہت تفصیل اور تکرار عبارت کے بہت طویل ہو گیا ہے جس کا ذہن میں حاضر کرنا دشوار ہے لہذا ایک فہرست مختصر اور واضح چار پشت تک لکھی جاتی ہے جس سے بہت آسانی سے معلوم ہو جائیگا کہ کون مقدم ہے اور کس کے سامنے کون عصبہ محروم رہتا ہے اگر نقشے کے کسی نمبر کے سمجھنے میں دقت ہو تو اسی نمبر کے عصبہ کا حال مفصل بیان میں ملاحظہ کر لیجئے شاہکار ہوگا۔ وَاللّٰهُ وَلِي التَّوْفِیْقِ وَلَهُ الْحَمْدُ وَالنَّمَّة

### نقشہ نمبر فہرست تریب چار پشت درجہ ہر سلسلہ مع کیفیت مختصر

قام	نمبر	نام رشتہ عصبہ	حالت و کیفیت
اول	۱	میت کا بیٹا	یہ تمام عصبہ تو مقدم ہے خود کبھی محروم نہیں ہوتا ہے اسکے سامنے باقی سب نمبر تمام عصبہ محروم ہیں میت کی بیٹیاں اسکے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں۔
	۲	میت کا پوتا	بیچے کے نمبر اسکے سامنے محروم ہیں بھرتال کے سامنے یہ خود محروم رہتا ہے۔
	۳	میت کا پڑپوتا	نمبر اول و دوم کے سامنے خود محروم۔ بیچے کے نمبر اسکے سامنے سب محروم
	۴	میت کا سسر پوتا	بیچے والے اسکے سامنے محروم اوپر والوں کے سامنے خود محروم

درجہ	نمبر خاص	نمبر مسئلہ	نام رشتہ عصبہ کا	حالت و کیفیت وغیرہ
دوبہ اول	۱	۵	میت کا باپ	ادپردہ لون کے سامنے عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ پائیکا البتہ ذوی الفردض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصہ مقررہ ملیگا۔
	۲	۶	میت کا دادا	اپنے سے پہلے نمبر دن کے سامنے عصبہ کے حق سے محروم نیچے والے اسکے سامنے محروم
	۳	۷	میت کا پڑا دادا	"
	۴	۸	میت کا سکر دادا	"
دوبہ دوم	۱	۹	میت کا حقیقی بھائی	بہن موجود ہو تو اسکے ساتھ عصبہ ہو جائیگی
	۲	۱۰	میت کا علاقائی بھائی	اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہو تو یہ محروم ہے علاقائی بہن اسکے ساتھ عصبہ ہوگی۔
	۳	۱۱	حقیقی بھائی کا بیٹا	ادپردہ لون کے سامنے خود محروم نیچے والے اسکے ساتھ محروم
	۴	۱۲	علاقائی بھائی کا بیٹا	"
	۵	۱۳	حقیقی بھائی کا پوتا	"
	۶	۱۴	علاقائی بھائی کا پوتا	"
	۷	۱۵	حقیقی بھائی کا پڑوتا	"
	۸	۱۶	علاقائی بھائی کا پڑوتا	"
دوبہ تیسرا	۱	۱۷	حقیقی چچا یعنی باپ کا حقیقی بھائی	"
	۲	۱۸	باپ کا علاقائی بھائی	"
	۳	۱۹	حقیقی چچا کا بیٹا	"
	۴	۲۰	علاقائی چچا کا بیٹا	"
	۵	۲۱	حقیقی چچا کا پوتا	"
	۶	۲۲	علاقائی چچا کا پوتا	"

درجہ	نمبر	نمبر	نام رشتہ عصبہ کا	حالت و کیفیت
	۷	۲۳	حقیقی چچا کا پڑپوتا	ابہ والوں کے سامنے خود محروم بنجودا اسکے سامنے محروم
	۸	۲۴	علاقی چچا کا پڑپوتا	"
	۹	۲۵	باپ کا حقیقی چچا	"
	۱۰	۲۶	باپ کا علاقی چچا	"
	۱۱	۲۷	باپ کا حقیقی چچا کا بیٹا	"
	۱۲	۲۸	باپ کا علاقی چچا کا بیٹا	"
	۱۳	۲۹	باپ کے حقیقی چچا کا پوتا	"
	۱۴	۳۰	باپ کے علاقی چچا کا پوتا	"
	۱۵	۳۱	باپ کے حقیقی چچا کا پڑپوتا	"
	۱۶	۳۲	باپ کے علاقی چچا کا پڑپوتا	"

اس نقشہ میں ایک نمبر تو خاص ہر ایک درجہ کا ڈال گیا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ درجہ کس  
 اپنے درجہ میں کس نمبر پر ہے مثلاً اگر شروع سے شمار کریں تو حقیقی بھائی کا پوتا نمبر ۱۳ پر ہے لیکن غلط  
 سوچ کے لحاظ سے دیکھیں تو پانچویں نمبر پر ہے لیکن اس نمبر سے ناواقف لوگوں کو زیادہ فائدہ نہوگا  
 عام فہم نمبر و سہرا ہو یعنی نمبر سلسلہ دار اسی نمبر کے لحاظ سے یہ پختہ اور قطعی قاعدہ سمجھ لو کہ اس نقشہ  
 حقد و عصبہات لکھنے میں ان میں سے جب تک پہلے نمبر والا موجود ہو گا پہلے نمبر والی کو کچھ حق نہیں  
 پہنچے گا مثلاً جب نمبر ۴ والا موجود ہو تو نمبر ۵ و ۶ تک سب محروم ہیں سب طرح جب نمبر ۱۱ موجود تو وہ ۱۲ تک  
 سب محروم ہیں یہ بتا سلسلہ دار کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا بلکہ اگر نمبر کا بھی خیال کریں تو سب سے بھنا کافی ہے کہ  
 کہ اس فہرست میں جو پہلے لکھا گیا ہو اسکے سامنے اس سے پہلے سب محروم ہو گئے ہوں گے کہ ان عصبہات مندرجہ نقشہ کے  
 علا کوئی جدید عصبہ کے سلسلہ کا نکل دے مثلاً نمبر ۱ کے بعد علاقی بھائی کے پوتا کا پوتا موجود ہو اور وار ہو جا اور  
 کو حصہ ملے وی لیکن حقد و عصبہات لکھنے گئے ہیں اور عموماً چار پشت تک کے ہیں ان میں ممکن نہیں کہ اوپر  
 موجود ہو اور نیچے والوں کو حصہ ملے مثلاً یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ نمبر دس کی موجودگی میں نمبر ۱۱ و ۱۲  
 کو کچھ ملے یا یہ یقینی قاعدہ یاد رکھو کہ اس نقشہ میں کہے ہوئے عصبہات میں سے جب تک ویر والا موجود

یہ سب محروم ہیں جو اس سے پہلے لکھے گئے ہیں

# چٹا باب ذوی الارحام کا بیان

یہ بحث نہایت دشوار اور عام لوگوں پر اسکا سمجھنا مشکل ہے اور ضرورت بھی کم پڑتی ہے اسلئے کہ اسے بیان ہوا ہے کہ کوئی نہ کوئی عصبہ ہر میت کا ضرور موجود ہوتا ہے پہلی دوسری سوین مہیویا پشت کا شریک اگر موجود بھی نہ ہو تو ایسا کون شخص ہے جسکے پاس ساٹھ سو دسواہر کی پشت میں بھی کوئی شریک ہی نہ ہو دیکھو جتنے سیدہین سب آخر علی رضی اللہ عنہ پر جا کر مل جاتے ہیں آپ کی اولاد میں اس طرح حنفی صدیقی شیخ میں سب سلسلہ نسب ابو بکر رضی اللہ عنہ پر جا کر پھونکتا ہے علی ہذا القیاس فاروقیون کا عمر رضی اللہ عنہ پر لیکن چونکہ یہ معلوم ہونا دشوار ہوتا ہے کہ کون شخص کس پشت میں ہے اسلئے خیال کیا جاتا ہے کہ عصبہ کوئی موجود ہی نہیں ایسی صورت میں ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔ ان وجوہ سے مناسب تو یہی تھا کہ ذوی الارحام کے بیان کو ہم بالکل چھوڑ دیتے لیکن چونکہ وارثوں کی اقسام میں بندہ نے ان کا ذکر کر دیا تھا اور فرض میں یہ ایک مستقل بحث ہے اسلئے اسکا ذکر بالکل چھوڑنا گوارا نہ ہوا۔ پھر باوجود امداد اختصار کے یہ بیان بہت طویل ہو گیا

باب چہارم کے مقدمہ میں وارثوں کی اقسام میں فقیر نے بتلایا تھا کہ ذوی الارحام وہ وارث ہیں کہ جب ذوی الفروض بھی موجود نہ ہوں اور عصبہ بھی کوئی نہ ہو تو انکو میراث پہونچے کیونکہ اگر عصبہ جو ہے تو ذوی الفروض سے بچا ہوا وہ لیکھا اور اگر عصبہ کوئی نہیں تو ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہیگا وہ دوبارہ حصہ رسد انھیں پر تقسیم کر دیا جائیگا۔ (ملاحظہ کرو باب ہفتم فصل سوم)

ہاں جب ذوی الفروض و عصبہ کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کے وارث ہونیکا نسب آتا ہے۔ مگر ذوی الارحام کی ذوی الفروض سے مہربان ہیں کہ ان کی موجودگی میں بھی ذوی الارحام کو حصہ پہونچ سکتا ہے وہ زوجہ اور شوہر ہیں۔ یعنی اگر کسی میت کے صرف زوجہ باقی رہے اور اسکے سوا کوئی ذوی الفروض اور عصبہ موجود نہ ہو تو اسکی وجہ سے ذوی الارحام محروم نہ ہوں گے بلکہ اسکو جو حصہ دیکر باقی مال ذوی الارحام کو دیا جائیگا

۱۵ نفیم عوام کے لئے تعریف میں تسلی کیا گیا نیز اسلئے کہ مغائرت خود معلوم ہو رہی ہے

علیٰ ہذا القیاس اگر صرف شوہر موجود ہو تو وہ ذوی الارحام کے حصّہ میں خلل نذازنوگا بلکہ نصف اپنا حق لیکر باقی ذوی الارحام کے لئے چوڑ دیگا

غرض عصبیات تو سب ایسے ہیں کہ ذوی الارحام اُنکے سامنے حصّہ اور میراث نہیں پاسکتے اور منجملہ بارگہ ذوی الفروض کے دست ذوی الفروض ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی موجود ہوگا تو ذوی الارحام کا کچھ حق نہ ہوگا۔ اور ذوی ایسے ہیں کہ ان کی موجودگی میں بھی ذوی الارحام میراث پاسکتے ہیں۔

قاعدہ اوّل۔ عصبیات کی طرح ذوی الارحام کے بھی چار درجے ہیں اور جب تک اوّل درجے والے موجود ہوتے ہیں دوم درجہ والوں کو میراث نہیں ملتی اسی طرح دوم درجہ کی موجودگی میں سوم درجے والے محروم رہتے ہیں اور سوم درجے والوں کے سامنے درجہ چہارم کو کچھ حصّہ نہیں ملتا بلکہ جب تینوں درجوں کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ تو تب چوتھے درجے والوں کو ترکہ پھونچتا ہے وہ چار درجے یہ ہیں جنکو ہم تیسرے قاعدے کے بعد علیحدہ علیحدہ فصلوں میں بیان کرینگے درجہ اوّل خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبیات میں داخل نہیں

درجہ دوم۔ میت کے اصول جو ذوی الفروض اور عصبیات میں جیسے نانا یا دادی کا باپ وغیرہ درجہ سوم۔ میت کے مان باپ کی اولاد جو ذوی الفروض اور عصبیات میں جیسے بھانجا بھانجی بھتیجی درجہ چہارم دادا اور دادی اور نانی کی اولاد جیسے پھوپھی۔ خالہ۔ ماموں۔ اخیانی بچا وغیرہ قاعدہ دوم۔ عصبیات میں یہ قاعدہ تھا کہ ایک درجہ کے وارثوں میں جو سب قریب ہوتا تھا وہ مستحق ہوتا تھا اور جو اُس سے بعید ہوتے وہ سب محروم رہتے۔ یہاں ذوی الارحام میں یہ قاعدہ بھی جاری ہے اور ایک اور قاعدہ بھی ملحوظ رہتا ہے جو اب بیان ہوتا ہے۔

قاعدہ سوم جو ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت ضرور وارث ہوتا ایسے ذوی الارحام اُس شخص کی اولاد پر مقدم رہیں گے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا تو اسکو میراث نہ ملتی۔

مثال عبدالرحیم کا انتقال ہوا۔ اُس نے ایک بیٹی پوتی کی بیٹی چوٹی اور ایک نواسی کے بیٹا بیٹی چوٹی ابداسکا ترکہ پوتی کی بیٹی کو پھونچے گا اور نواسی کے بیٹا بیٹی محروم رہینگے۔ اسلئے کہ اگر عبدالرحیم

لے جیسے نواسہ نواسی وغیرہ ۱۲۰۰ھ بمطابق ۱۸۰۰ھ بمطابق ۱۲۰۰ھ

کے انتقال کی وقت پوتھی زندہ ہوتی اور نواسی بھی تو پوتی کو میراث ملتی نواسی محروم رہتی اسی طے سے پوتی کی اولاد کے سامنے نواسی کی اولاد محروم رہی۔

## فصل اول ذوی الارحام کا پہلا درجہ

ذوی الارحام نمبر اول نواسہ نواسی  
ذوی الارحام میں یہ سب سے مقدم اور اول نمبر کے وارث ہیں ان کے سامنے اور کوئی ذوی الارحام وارث نہیں ہو سکتا جب ذوی الفروض اور عصبائین سے کوئی موجود نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لیگا اور اگر دو چار ہوں تو باہم برابر تقسیم کر لیں مرد کو دہرا اور عورت کو اکھرا حصہ ملیگا جیسا کہ عصبائین میں حال ہوتا تھا۔  
تنبیہ۔ یہ جو کہا گیا کہ جب ذوی الفروض نہ ہوں تو ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے اس سے وہی دس ذوی الفروض مراد ہیں کیونکہ زوجہ اور شوہر کی موجودگی میں تو ذوی الارحام کو حصہ ملجاتا ہی جیسا کہ بیان عنقریب مفصل گذر چکا ہے۔ اسی طرح ذوی الارحام کی تمام بحث میں جس جگہ یہ بتلایا جاوے گا کہ جب عصبہ اور ذوی الفروض نہ ہوں تو فلان شخص کو میراث ملے گی وہاں بھی صرف دس ذوی الفروض سمجھنا چاہئے کیونکہ گیارہویں اور بارہویں ذوی الفروض یعنی زوجہ اور شوہر کی وجہ سے ذوی الارحام کی میراث میں نقصان نہیں آتا۔

ذوی الارحام نمبر دوم پوتی کی اولاد یعنی بیٹے کے نواسہ نواسی

(۱) یہ سب نمبر اول کے سامنے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ میت سے قریب یہ بعید ہیں۔ اگر نمبر اول نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر کئی مرد یا کئی عورتیں ہوں تو باہم برابر تقسیم کر لیں اور اگر مرد و عورت دونوں ملے ہوں تو مرد کو دہرا اور عورت کو اکھرا حصہ ملیگا۔

(۳) ان کے سامنے ذوی الارحام نمبر سوم محروم رہینگے کیونکہ پشت اور علاقہ کے اعتبار سے اگر یہ یہ نمبر سوم کے برابر اور مساوی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ پوتی کی اولاد ہیں اسلئے نواسہ نواسی کی اولاد ان کے سامنے محروم رہے گی جب طے پوتی کے سامنے نواسا نواسی محروم رہتے ہیں کیونکہ پوتی



ذوی الفروض ہے اور نواسی ذوی الارحام

ذوی الارحام نمبر سوم میت کے نواسہ اور نواسی کی اولاد دبیٹا۔ بیٹی)

(۱) یہ نمبر اول کے سامنے محروم رہتے ہیں اسلئے کہ وہ اسنے زیادہ قریبے اور نمبر دوم کے سامنے بھی محروم رہتے (حالانکہ نمبر دوم اسنے قریب نہیں بلکہ برابر کا رشتہ ہے) اسلئے کہ ہر وارث کی اولاد میں یعنی پوتی کی اور یہ نمبر سوم نواسی نواسہ کی اولاد میں جو وارث نہیں ہوتے یعنی پوتی کے سامنے محروم رہا کرتے ہیں اسلئے انکی اولاد بھی پوتی کی اولاد کے سامنے محروم رہی (۲) اگر ان میں سے کوئی تنہا ہو تو تمام مال کا مالک ہو جائیگا۔ اور اگر کئی آدمی ہوں تو باہم شریک ہو جائیں گے

(۳) شریک ہونیکے صورت میں اگر سب اولاد نواسیوں کی ہے (خواہ ایک نواسی کی اولاد ہو یا کئی نواسیوں کی اولاد ہو) تو باہم تقسیم کرنے میں بلا تکلف مرد کو دہرا حصہ ملیگا اور عورت کو اکہرا۔ اس طرح اگر سب موجودہ لوگ نواسوں کی اولاد میں (خواہ ایک نواسے کی اولاد ہوں یا کئی نواسوں کی) تو بھی باہم تقسیم کرنے میں بسہولت لَدَّكَ حَرْ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کا لحاظ رہیگا یعنی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔

(۴) اگر کچھ اولاد نواسوں کی ہو اور کچھ نواسیوں کی تو دونوں طرف کے مرد و عورت کو کچھ لحاظ نہوگا بلکہ مل مال متروکہ کے تین حصے کر کے دو حصے نواسے کی اولاد کو دئے جائیں گے وہ باہم لَدَّكَ حَرْ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ تقسیم کر لینگے اور ایک حصہ نواسی کی تمام اولاد کو دیا جائے گا اس تقاضی میں نواسی کی سب اولاد باہم شریک رہے گی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ ملیگا۔

شرح یہاں یہ نہیں کیا گیا کہ سب موجودہ اور زندہ وارثوں کو دیکھ کر مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ دیدیں بلکہ ان اصل ذوی الارحام کا لحاظ کیا ہے جنکی یہ اولاد ہیں۔ نواسہ سب سے پہلا اور سب سے اوپر کا ذوی الارحام ہے وہ چونکہ مرد ہے لہذا اسکی اولاد کو دو تقاضی دیدینگے دیکھو اسکو باہم لَدَّكَ حَرْ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ تقسیم کر لینگے۔) اور نواسی چونکہ سب سے اوپر کی ذوی الارحام عورت ہے اسکی سب اولاد کو ایک تقاضی ملیگا (پھر وہ اسکو باہم حسب قاعدہ تقسیم کر لیں گے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا) لیکن یہ بات صرف اسوقت ہے جبکہ نواسہ کی اولاد بھی

موجود ہو اور نواسی کی بھی۔ ورنہ اگر صرف نواسے کی اولاد وارث ہے یا صرف نواسی کی اولاد ہے تو ان میں بلا تکلف خود موجودہ وارثوں کو دیکھ کر مرد کو دہرا دیدیگے عورت کو اکہرا چنانچہ اسی قاعدہ نمبر ۳ میں چند سطر پہلے گزر چکا ہے۔

ذوی الارحام نمبر چہارم پوتے کے نواسہ نواسی

(۱) یہ نمبر ۳ کے سامنے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ ان سے ایک پشت مقدم اور قریب ہیں  
(۲) جب نمبر سوم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہ ہو تو یہ سب مال کے مستحق ہوتے ہیں پس اگر ایک ہی شخص ہے تو وہی مالک ہو جائیگا اور اگر کئی آدمی ہوں تو شریک رہیں گے  
(۳) مرد کو دہرا حصہ ملیگا عورت کو اکہرا یعنی خود موجودہ وارثوں کے مرد عورت ہونیکے لحاظ سے حصہ دیا جائے گا۔

(۴) نمبر پنجم کے ذوی الارحام ان کے سامنے محروم رہتے ہیں۔

ذوی الارحام نمبر پنجم الف میت کی پوتی کے پوتا پوتی نمبر پنجم میت کی پوتی نواسی

(۱) جب نمبر چہارم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔  
(۲) اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہے تو کل مال اُسی کو ملیگا۔ اگر چند آدمی ہیں تو شریک رہیں گے سب مرد ہیں تو برابر ورنہ للذکر مثل حظ الانثیین۔

(۳) چند آدمی اگر صرف نمبر الف کی طرف کے ہیں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیکر تقسیم کیا جائے۔ اسی طرح اگر نمبر ب کی طرف کے لوگ موجود ہیں الف کی طرف کا کوئی بھی نہیں تب بھی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جائے۔

(۴) اگر نمبر الف کی طرف کے وارث بھی موجود ہیں اور نمبر ب کی طرف کے بھی ہیں یعنی دونوں طرف کے وارث ملے ہوئے موجود ہیں تو کل مال میں سے نمبر الف والوں کو دو تہائی دیا جائے گا اور نمبر ب والوں کو ایک تہائی اور نمبر الف والے اپنے دو تہائی کو باہم للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کر لینگے اور نمبر ب والے اپنے ایک تہائی کو اسی قاعدہ سے باہم بانٹ لینگے۔ الف والوں کو دو چند حصہ ملنے کی وجہ ذوی الارحام نمبر سوم کے بیان میں چوتھے قاعدہ کی شرح میں گزر چکی ہے کہ جب دونوں قسم کے وارث موجود ہوں تو اوپر والے اصل وارث ذوی الارحام

یعنی نمبر الف  
والے مذکر کی اولاد  
والے مؤنث کی اولاد

کا اعتبار ہوتا ہے۔ یہاں چونکہ الف نمبرہ والے پوتی کے بیٹے کی اولاد ہیں اسلئے انکو دہرا ملیگا اور ب نمبرہ چونکہ پوتی کی بیٹی کی اولاد ہیں انکو اکرا پھونچے گا۔

(۶) یہ وارث یعنی پوتی کے پوتا پوتی وغیرہ نواسہ نواسی کے پوتا پوتی وغیرہ سے مقدم ذکر آتے ہیں ہوگا اسلئے کہ انکے سب سے اوپر کے درجے میں وارث نواسہ نواسی ہیں اور اس نمبرہ کے دارثون میں سب سے اوپر والی وارث پوتی ہے چونکہ پوتی کے سامنے نواسہ نواسی محروم رہا کرتے ہیں اسلئے انکے نیچے کے درجوں کی اولاد میں بھی یہی قاعدہ جاری رہا

ذوی الارحام نمبر ۶۔ الف نواسہ کے پوتا پوتی۔ نواسہ کے نواسا نواسی

ذوی الارحام نمبر ۶۔ ب نواسی کے پوتا پوتی۔ نواسی کے نواسا نواسی

(۱) جب نمبر پنجم تک کوئی وارث موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال کا وہی وارث ہو جائیگا۔

(۳) اگر الف والوں میں صرف نمبر اول موجود ہیں تو باہم تقسیم کر لیں مرد کو دہرا عورت کو

اکرا۔ اسی طرح اگر الف نمبر دوم موجود ہیں الف نمبر اول کا کوئی نہیں تب بھی عورت کو اکرا مرد کو دہرا حصہ دیا جائیگا۔

(۴) اگر ب والوں میں صرف نمبر اول کے چند آدمی موجود ہیں تو باہم تقسیم کر لیں مرد کو

دہرا عورت کو اکرا۔ اسی طرح اگر ب نمبر دوم موجود ہیں ب نمبر اول کوئی نہیں تب بھی مرد کو دہرا عورت کو اکرا دیا جائے گا

(۵) اگر الف کی طرف کے بھی بعض وارث موجود ہیں اور ب کی طرف کے بعض لوگ زندہ ہیں

تو پھر یہاں وہی صورت آجائیگی کہ اصل کا اعتبار ہوگا پس الف کی طرف کے جو وارث موجود ہیں انکو دہرا حصہ ملیگا کیونکہ وہ نواسے کی اولاد ہیں جو مرد تھا۔ اور ب کی طرف کے جو وارث

موجود ہوں ان سب کو کل مال میں سے ایک تہائی ملیگا۔ اب الف والے اپنے دو تہائی کو لیکر اور ب والے اپنے ایک تہائی کو لیکر باہم حسب قاعدہ تقسیم کر لینگے یعنی مرد کو دہرا عورت کو اکرا حصہ

مثال نمبر نواسے کا پوتا نواسے کا پوتا نواسہ کی پوتی نمبر ۶ (۲۵) نمبر ۶ نواسی کا پوتا۔ نواسی کی پوتی

اس تمام بیان میں نمبر ۶ سے ۱۲ ذوی الارحام کے درجہ اول کا نمبر ۱ ہے جکا ذکر ہو رہا ہے۔ ۱۲

بیان نمبر الف اور نمبر ب کی طرف کے وارث ملے ہوئے ہیں اگر خود ان سب کے مرد و عورت عورت ہو نیکیا اعتبار کرتے تو آٹھ سهام کر کے ایک ایک حصہ دونوں عورتوں کو دیدیتے اور دو حصے تین مردوں کو لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ کل مال میں سے دو تھائی نو اسے کی اولاد کو دیا (یعنی ۴۵ میں سے ۳۰ سهام) اور ایک تھائی نو اسی کی اولاد کو دیا۔ (یعنی ۴۵ میں سے ۱۵) پھر والدین کو جو دو تھائی ملا تھا اس میں سے مرد کو ڈھرا عورت کو اکرا دیا (یعنی مردوں کو ۱۲ عورتوں کو ۶) اور والدین کو جو ایک تھائی دیا گیا تھا اس میں سے مرد کو دو چہ حصہ دیا (یعنی مرد کو ۱۰ عورت کو ۵) یہاں تک ذوی الارحام کے پہلے درجہ میں نو اسہ نو اسیوں کے پوتا پوتی اور ان کے نو اسہ نو اسی اور پوتے اور پوتیوں کے نو اسوں اور پوتیوں تک بیان ہو چکا۔ اسی طرح دور تک سلسلہ چل سکتا ہے یعنی نو اسہ نو اسی کے پوتا پوتی کی اولاد اور پھر ان کی اولاد اور اس طرح پوتا پوتیوں کے نو اسے نو اسیوں کی اولاد در اولاد۔ مگر چونکہ اس قدر دور کے ذوی الارحام عموماً کسی کے موجود نہیں ہوتے اس لئے ہم اس سے زیادہ تفصیل لکھ کر ذہن ناظرین کو پریشان نہیں کرتے (اس قدر بھی شاید بہت سے حضرات نہیں سمجھ سکیں گے) اور درجہ اول کے ذوی الارحام کا ایک مفید شجرہ لکھ کر اس درجہ کے بیان کو ختم کرتے ہیں۔

شجرہ۔ ملاحظہ کرئیے بھی آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ پشت اول میں کوئی ذوی الارحام نہیں دوسری پشت میں نو اسہ نو اسی ہیں جو سب سے بڑے نمبر کے ذوی الارحام ہیں اور چھ نمبر اول میں انکو بیان کیا ہے۔ تیسری پشت میں ذوی الارحام پوتی کی اولاد ہیں اور چار ذوی الارحام نو اسہ نو اسی کی اولاد ہیں اور چوتھی پشت میں چھ ذوی الارحام بیٹے کی اولاد میں ہیں اور آٹھ بیٹی کی اولاد میں ہیں۔

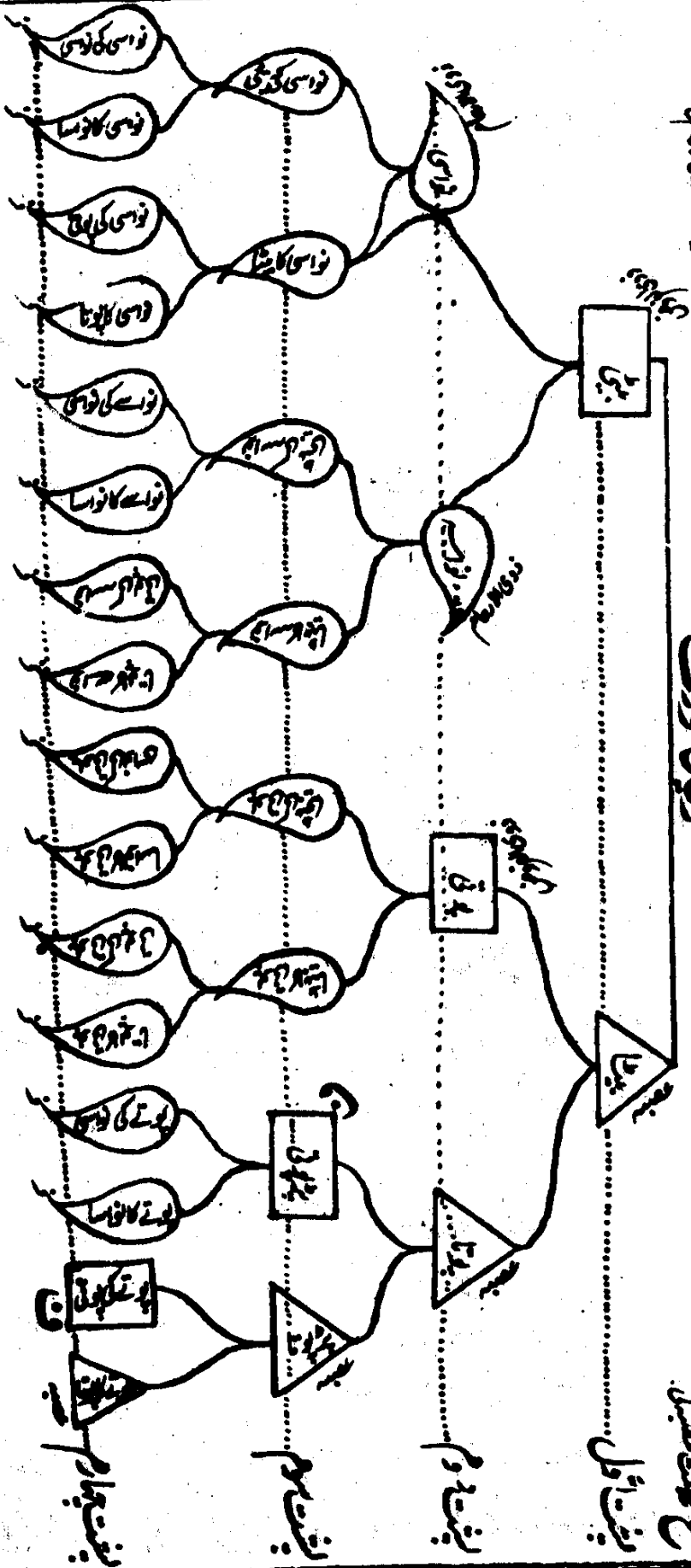
## فصل ۲ ذوی الارحام کا دوسرا درجہ

نانا۔ نانی فاسدہ۔ دادا فاسدہ۔ دادی فاسدہ۔

جب پہلے اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی نہ ہو) تو درجہ دوم کے ذوی الارحام تک میراث پہنچے گی۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ہم نے ذوی الفروض میں بیان کیا تھا کہ ایسا دادا جس کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اثر نہ کرے وہ ذوی الفروض میں سے ہی جیسا باپ

باب۔ دادا کا باپ اسکا باپ

زیلعورت

[illegible]

قاصدہ کا قائل ہے کہ باوجود سراسر طوطا و سبب مصیبت ہیں۔ قاصدہ کا سوسا ہنسا کہ کہہ ہو۔ "قاصدہ سب دیکھو الارحام میں ہیں قاصدہ کا قائل ہے کہ باوجود سراسر طوطا و سبب مصیبت ہیں۔ قاصدہ کا سوسا ہنسا کہ کہہ ہو۔ "قاصدہ سب دیکھو الارحام میں ہیں



عظمت  
ذو القدر وفضل کی ہے

اسی طرح اوپر تک۔ اور جسکے رشتہ میں عورت کا واسطہ آجائے وہ ذوی الارحام میں داخل ہی جیسے باپ کی مان کا باپ (یعنی دادی کا باپ) یا دادی کا نانا و دادا وغیرہ (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل دوم دادا کا حال) اب یہاں حسب وعدہ انھیں دادوں کا بیان آگیا جنہیں عورت کا واسطہ ہے اور ان کو جد فاسد کہتے ہیں اور ذوی الارحام میں داخل ہیں۔

دادی و نانی کے بیان میں ہم نے کہا تھا کہ نانیاں دادیاں دو قسم کی ہیں۔ صحیحہ اور فاسدہ صحیحہ کو ذوی الفروض میں بخوبی سمجھا دیا تھا اور فاسدہ کو ذوی الارحام میں ذکر کرنا وعدہ کیا تھا وہ بھی اب وفا کیا جاتا ہے۔

پہلے لیے ذوی الارحام جنکے ذکر کا وعدہ ہو چکا ہے تین ہوئے۔ دادا فاسدہ۔ دادی فاسدہ نانی فاسدہ۔ لیکن اس درجہ کے ذوی الارحام صرف تین ہی نہیں بلکہ اسی درجہ کا ایک اور بھی ذوی الارحام ہے جسکا ذکر اب تک نہیں ہوا یعنی نانا لہذا درجہ دوم میں چار قسم کے ذوی الارحام ہوئے۔ دادا فاسدہ۔ دادی فاسدہ۔ نانی فاسدہ۔ تمام نانا۔

اب ہم انکا ذکر نمبر وار کرتے ہیں کیونکہ النین بھی جو میت سے قریب علاقہ رکھتا ہے وہ مقدم ہوتا ہے اس کے سامنے دود والے محروم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نمبر اول کے سامنے نمبر دوم کے ذوی الارحام محروم رہیں گے اسی طرح نمبر سوم سے نمبر دوم والے مقدم ہیں۔ جب تک اوپر کا وارث ذوی الارحام موجود ہوگا نیچے والوں کو کچھ نہ ملیگا۔

درجہ دوم میں چار نمبروں کے ذوی الارحام ذکر کئے جاتے ہیں۔

ذوی الارحام علی مان کا باپ یعنی نانا

(۱) جب درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہ ہو اور ذوی الفروض وغیرہ

بھی نہ ہوں تو تمام ترکہ کا وارث نانا ہوگا۔ نہ اسکا کوئی شریک ہے نہ ہمسر اور اس درجہ

اسے چونکہ نانا کوئی عصبہ یا ذوی الفروض نہیں اور نہ اسکی دو قسمیں ہیں۔ لہذا اب تک اس کا ذکر نہیں آیا تھا اور نہ اسکی

دو قسمیں ہوئیں کیونکہ نامناسب جد فاسد میں صحیح کوئی نہیں۔ ۱۲

۱۳ اہل علم معاف فرمادیں احقر نے آسانی کے لئے بابا جعفر کے لئے بھی ذوی الارحام کا لفظ لکھ دیا ہے تاکہ عموم

کو ذی رحم اور ذوی الارحام میں فرق مشکل نہ پڑے ۱۴

و دم میں نہ کوئی اس سے مقدم ہے نہ برابر۔

(۲) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو (یا عصبہ ذوی الفروض

میں سے کوئی موجود ہو) تو نانا محروم رہے گا

یا وراثت۔ اول مرتبہ جب ہم نے بیان کیا کہ ذوی الارحام کو میراث جب مل سکتی ہے کہ ذوی

اور عصبہات میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ وہاں یہ بھی بتلادیا تھا کہ اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا

ہو تو وہاں ذوی الارحام کو باقی مال مل سکتا ہے پس ذوی الارحام کی میراث کو روکنے والے زوجہ

اور شوہر نہیں ان کے سوا جو دوسرے ذوی الفروض اور عصبہ ہیں وہ ذوی الارحام کے لئے خارج

ہیں۔ اس بات کا ہر جگہ خیال رکھنا چاہئے بار بار ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) نمبر دوم والے ذوی الارحام جو اب مذکور ہوئے نانا کے سامنے محروم رہتے ہیں۔

ذوی الارحام علیہ باپ کا نانا (یعنی دادی کا باپ) مان کا دادا۔ مان کا نانا۔ مان کی دادی

یہ چار آدمی نمبر دوم کے ذوی الارحام ہیں۔ تین مرد۔ اور ایک عورت۔

(۱) جب نمبر اول کا ذوی الارحام یعنی نانا موجود نہ ہو تو انکو ترکہ ملتا ہے۔ اگر ان میں سے صرف

ایک شخص موجود ہو (خواہ مرد ہو یا عورت) تو کل مال اُسی کو ملیگا۔ اگر دو تین چار یا زیادہ موجود

ہوں تو باہم تقسیم کر لیں۔ اگر مرد ہی مرد ہوں تو باہم برابر تقسیم کر لیں۔ اور اگر عورت (یعنی مان

کی دادی) بھی ہو تو اسکو مردوں سے نصف حصہ ملیگا۔ یعنی مرد کو دہرا عورت کو اکھرا

(۲) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہو تو یہ نمبر دوم کے چاروں

ذوی الارحام محروم رہ جائیں گے

(۳) اگر نانا موجود ہو تب بھی یہ چاروں میراث نہ پائیں گے۔

ذوی الارحام علیہ گیارہ شخص بہ تفصیل مندرجہ ذیل

باپ کی طرف کے ذوی الارحام۔ پڑدادی کا باپ یعنی دادا کا نانا۔ دادی کا دادا یعنی باپ کا

نانا کا باپ۔ دادی کا نانا یعنی باپ کی نانی کا باپ۔ دادی کی دادی یعنی باپ کے نانا کی مان

مان کی طرف کے ذوی الارحام۔ مان کا بیڑا دادا۔ مان کی دادی کا باپ۔ نانی کا دادا

۱۔ ذوی الارحام میں ہر جگہ یہ شرط ہے کہ عصبہ اور ذوی الفروض موجود نہ ہوں صرف یاد دہانی کیلئے کسی جگہ لکھ دیا گیا

نانا کا نانا۔ مان کی پڑدادی یعنی نانا کی دادی۔ مان کی دادی کی مان یعنی نانا کی نانی  
 نانی کی دادی۔ یعنی مان کے نانا کی مان  
 تیسرے نمبر پر یہ گیارہ ذوی الارحام ہیں۔ اگر نمبر اول و دوم میں سے کوئی موجود نہ ہو تو انکو  
 تمام مال ملجاتا ہے  
 (۱) اگر ان گیارہ میں سے صرف کوئی ایک مرد یا ایک عورت موجود ہو تو تمام مال اسکو  
 ملجائیگا۔

(۲) اور اگر پورے گیارہ ذوی الارحام یا دو چار رتس یا پنج موجود ہوں بعض مان کی  
 طرف سے بعض باپ کی طرف کے تو کل ترکہ کو باہم تقسیم کر لیں (کیونکہ یہ سب لوگ ایک جہ اور  
 ایک پشت کے ہیں کوئی آگے پیچھے نہیں اوپر نیچے نہیں) باہم تقسیم تو کریں لیکن جو ذوی الارحام  
 باپ کی طرف کے ہوں ان سب کو کل مال میں سے دوثلث دیدیا جائے۔ اور مان کی طرف کے  
 جب قدر وراثت موجود ہوں انکو ایک تھائی دیدیا جائے۔ پھر یہ دونوں طرف کے آدمی اپنے اپنے  
 مال کو حسب قاعدہ تقسیم کر لیں یعنی مذکورہ بالا گیارہ ذوی الارحام میں سے پہلے چار شخص جو  
 باپ کی طرف کے ہیں ان میں سے خواہ ایک موجود ہو یا دو تین یا چاروں زندہ ہوں انکو کل  
 مال میں سے دو تھائی دیدیا جائے گا اگر مرد ہی مرد زندہ ہوں تو باہم اسکو برابر تقسیم کر لیں اور  
 اگر عورت بھی زندہ ہو تو اسکو مردوں سے نصف حصہ دیدیا جائے اور پچھلے سات آدمی جو مان کی  
 طرف کے ہیں انکو ایک تھائی کل مال میں سے دیدیا جائے خواہ وہ ساتوں موجود ہوں یا کم ہوں  
 اگر ایک ہی شخص ہے تو کل مال کو وہی رکھ لے گا اور اگر دو چار ہیں تو باہم تقسیم کر لیں عورت کو  
 اکہرامر کو دو چند ملیگا۔ یہاں ان اصل رشتہ داروں کا لحاظ کیا ہے جنکے علاقے سے ان موجود  
 وارثوں کو میراث پہنچنی ہے یعنی کالیسے تین حصہ کر کے دوثلث باپ والوں کی طرف دیدیے  
 اور ایک ثلث مان والوں کو دیدیا گیا۔

(۳) اگر صرف باپ کی طرف کے چار ذوی الارحام میں سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی اور مان  
 کی طرف کا کوئی بالکل نہ ہو تو خود موجودہ آدمیوں کا اعتبار کر کے مرد کو دہر عورت کو اکہرا  
 دیدیا جائے گا۔



(۴) اسی طرح اگر صرف مان کی طرف کے سات ذوی الارحام میں سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی اور باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہ ہو تو خود موجودہ لوگوں کا لحاظ کر کے مرد کو دُہرا حصہ دیا جائے گا عورت کو اکرا

(۵) جب تک ان مذکورہ بالا ذوی الارحام نمبر ۳ میں سے کوئی شخص بھی موجود ہوگا ذوی الارحام نمبر ۴ کو ہر گز میراث نہ پہونچے گی جبکا اب بیان ہوتا ہے۔

ذوی الارحام پہلے سات دادا فاسد چار دادیاں فاسدہ

آٹھ نانا۔ سات نانیان فاسدہ

چھبیس<sup>۲۶</sup> آدمی درجہ چہارم کے ذوی الارحام ہیں اور سب چوتھی پشت کے وارث ہیں اسلئے سب ایک درجہ میں شمار ہوئے (تفصیل ان کی نقشہ نمبر ۶ سے معلوم ہوگی)

(۱) جب نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی موجود نہ ہو تو انکو میراث ملتی ہے۔

(۲) اگر ان چھبیس میں سے صرف ایک شخص ہو تو کل مال وہی لیگا خواہ مرد ہو یا عورت

(۳) اگر دو چار یا زیادہ یا سب موجود ہوں تو مال انہیں تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر مان کی طرف کا کوئی ذوی الارحام موجود نہیں صرف باپ کی طرف کے موجود ہیں

یعنی فاسد دادا اور فاسدہ دادیاں۔ تو مرد کو دُہرا عورت کو اکرا حصہ ملیگا۔

(۵) اسی طرح اگر صرف مان کی طرف کے وارث ہیں یعنی چوتھی پشت کے نانا اور اسی پشت

کی فاسدہ نانیان تو بھی مرد کو دُہرا اور عورت کو اکرا حصہ ملے گا

(۶) اور اگر کچھ وارث باپ کی طرف کے موجود ہیں اور بعض مان کی طرف کے بھی ہیں تو باپ کی

طرف والوں کو کل مال میں سے دو تہائی ملیگا اور مان کی طرف والوں کو ایک تہائی و پد یا

جائے گا پھر دونوں جانب کے لوگ اپنا مال کو حسب قاعدہ تقسیم کر لینگے جیسا کہ ابی نمبر سوم کے

ذکر میں بیان ہوا

درجہ دوم کے ذوی الارحام کو پہنے چار پشت تک بیان کیا ہے۔ اول پشت یعنی اول نمبر میں

صرف ایک ذوی الارحام تھا (یعنی نانا) دوسری پشت یعنی نمبر دوم میں چار تھے۔

تیسرے نمبر اور تیسری پشت میں گیارہ تھے چوتھے درجہ میں چوتھی پشت کے چھبیس مرد و عورت

ذوی الارحام تھے۔ اب اگر پانچویں اور چھٹی اور ساتویں پشت کا حال لکھیں تو ہر پشت میں مقدار و تعداد بڑھتی چلی جائے اور ساتویں پشت پر قریب وہ چند کے ہو جائے چونکہ ان کی ضرورت بہت کم پڑتی ہے شاذ تا در ایسا ہوتا ہے کہ چوتھی پشت کے ذوی الارحام کسی کے زندہ ہونے اسلئے چاہے ہی پشت پر ختم کر دیا۔ انہیں اول نمبر کے سامنے دوم محروم رہتا ہے اور دوم کے سامنے سوم و علیٰ ہذا القیاس۔ چنانچہ ہر جگہ ہم نے صاف صاف بیان کر دیا ہے۔

نقشہ۔ اب ہم ایک فہرست و نقشہ لکھتے ہیں جس سے اس درجہ دوم کے وارثوں کی ترتیب خوب واضح ہو جائے گی اور یہ معلوم ہو جائیگا کہ فلاں پشت میں کتنے نانا ہو سکتے ہیں اور کس قدر فاسد و ادیان اور کتنی فاسد و ادیان ہو سکتی ہیں جو ذوی الارحام میں داخل ہیں۔

فرائض کی اکثر بلکہ کل کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ فاسد و ادیان اور ادیان ذوی الارحام ہیں اور صحیحہ و ادیان و ادیان ذوی الفروض ہیں۔ اس طرح دادے اور نائے دو قسم کے ہیں اور پھر صحیح و فاسد کے پہچاننے کے قاعدے لکھے ہیں جو ہم طالب علموں کی سمجھ میں بنسٹا آتے ہیں عام فاداف مسلمان بیچارے کیا سمجھیں اسلئے ہم نے یہ جگہ انہیں رکھا جو ادیان و ادیان اور دادے ذوی الفروض تھے انکو چار پشت تک ذوی الفروض میں بیان کر دیا اور ان میں سے جو ذوی الارحام ہیں انکو نام بنام اس ذوی الارحام کی بحث میں بیان کر دیا۔ اب اگر دیکھنے والا کچھ سمجھ رہا ہو گا تو انشاء اللہ شبہ نہ رہے گا جب کبھی کسی دور کی نانی وادی نانا واداکا حصہ اور حال دیکھنا منظور ہو اسکے رشتے کو دیکھ لو اور پھر ذوی الفروض اور ذوی الارحام کے نقشے بلکہ نمبر کو دیکھ لو کہ اس رشتہ کا نام کس جگہ لکھا ہے۔ اگر ذوی الفروض کے نقشے میں لکھا ہے تو ذوی الفروض سمجھو اور اگر ذوی الارحام کے نقشے میں ہے تو ذوی الارحام سمجھو اور پھر دیکھ لو کہ اس پشت میں اور کتنے آدمی وارث زندہ ہیں۔ اگر اور بھی کوئی اسی پشت کا وارث زندہ ہے تو وہ بھی اسکے ساتھ شریک ہو جائیگا۔ اور یہ بھی غور کر لو کہ جسکا حال تکو دیکھنا منظور ہے اس قریب درجہ اور پشت کا تو کوئی وارث موجود نہیں اگر اس سے پہلی پڑھی کا کوئی اور ایسا ہی وارث موجود ہے تو وہ قریب والا میراث پائیگا دور والا محروم رہے گا۔ ذوی الفروض داد و ادیان و ادیان میں بھی یہی حال ہے اور ذوی الارحام میں بھی

# نقشہ نمبر ۱۰۰ مشتمل بر ذوی الارحام درجہ دوم تا چہار پشت

یعنی نانا اور دادا فاسد اور فاسد دادیوں اور فاسد تانیوں کی ہر ایک پشت کی مفصل فہرست

تفصیل پشت نمبر	باپ کی طرف کے ذوی الارحام	مان کی طرف کے ذوی الارحام	کیفیت
پشت اول پہلا نمبر	پہلی پشت میں باپ کی طرف سے کوئی ذوی الارحام نہیں	مان کا باپ یعنی نانا (ابلام)	درجہ دوم میں یہ سب مقدم اور اول نمبر کا ذوی الارحام ہے۔
دوسری پشت یعنی نمبر دوم	باپ کا نانا یعنی دادی کا باپ	مان کا دادا۔ مان کا نانا مان کی دادی	نمبر اول کے سامنے محرم رہیں گے اور نمبر سوم کی وجہ سے محرم ہوگا
تیسری پشت یعنی نمبر سوم	پڑ دادی کا باپ دادی کا دادا۔ دادی کا نانا دادی کی دادی	مان کا پڑ دادا۔ مان کی دادی کا باپ نانی کا دادا۔ نانی کا نانا۔ مان کی پڑ دادی مان کی دادی کی مان۔ نانی کی دادی	نمبر اول و دوم میں سو کوئی نہ تو یہ وارث ہوتے ہیں نمبر ایک کے سامنے محرم ہیں۔
چوتھی پشت یعنی نمبر چہارم	پڑ دادا کا نانا۔ پڑ دادی کا دادا پڑ دادی کا نانا۔ دادی کا پڑ دادا دادی کا باپ کا نانا۔ باپ کی نانی کا دادا باپ کی نانی کا نانا۔ پڑ دادا کی دادی۔ دادی کی پڑ دادی۔ دادی کے باپ کی نانی باپ کی نانی کی دادی	نانا کا پڑ دادا۔ نانی کی دادی کا باپ۔ مان کی دادی کا دادا۔ یعنی نانا کی مان کا دادا مان کی دادی کا نانا۔ مان کے نانا کا دادا مان کے نانا کا نانا۔ مان کی نانی کا دادا۔ مان کی نانی کا نانا نانا کی پڑ دادی۔ نانی کی دادی کی مان کی دادی دادی۔ مان کی دادی کی نانی۔ مان کے نانا کی دادی مان کے نانا کی نانی۔ مان کی نانا کی دادی	نمبر اول و دوم میں سو کے سامنے محرم ہوتے ہیں۔ باپ و نانی چوتھی و غیر پشتوں کا اگر کوئی ذوی الارحام ہو تو ان کی وجہ سے محرم رہے گا

قاعدہ (۱) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہو تو یہ سب محرم رہتی ہیں۔ (۲) ان میں جب اوپر والے نمبر کا کوئی شخص موجود ہو تو نیچے کے سب نمبروں والے محرم رہتے ہیں۔ (۳) جب کسی نمبر میں کوئی ایک شخص موجود ہو تو کل مان ہی مانگا۔ (۴) اگر دو چار ہوں اور سب مان کے طرف کے ہوں یا سب باپ کی طرف کے ہوں تو مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیکر تقسیم کیا جائے گا۔ (۵) اگر دو چار ہوں اور بعض مان کی طرف کے ہوں اور بعض باپ کی طرف کے ہوں تو باپ کی طرف والے محرم ہیں اور عورتوں کو دہرا اور مان کی طرف والے مرد و عورت کو اکہرا حصہ دیکر تقسیم کیا جائے۔ تفصیل پچھانے والی ہے یہ نقشہ متعلقہ صفحہ ۱۶۷ پر ہے۔

## فصل ۳ ذوی الارحام کا تیسرا درجہ

بہنوں کی اولاد۔ بھائیوں کی وہ اولاد جو عصبہ نہیں  
جب درجہ اول و دوم کے ذوی الارحام موجود نہ ہوں (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی کوئی  
نہو) تو درجہ سوم کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔ ان میں بھی جو میت سے قریب علاقہ  
رکھتا ہے وہ بعید سے مقدم ہے یعنی جن چار نمبروں کا ہم ذکر کرتے ہیں ان میں اول نمبر کے سلسلے  
دوم نمبر والے محروم رہینگے اور دوم نمبر کی موجودگی میں سوم نمبر والے محروم ہونگے و علی ہذا  
القیاس جیسا کہ درجہ دوم کے چار نمبروں میں عنقریب بھی ترتیب مذکور ہو چکی ہے۔

ذوی الارحام علی۔ دس شخص مندرجہ ذیل  
حقیقی بہن کا بیٹا۔ بیٹی۔ علائی بہن کا بیٹا۔ بیٹی۔ اخیانی بہن کا بیٹا۔ بیٹی۔ حقیقی بھائی کی بیٹی  
علائی بھائی کی بیٹی۔ اخیانی بھائی کا بیٹا۔ بیٹی۔

درجہ سوم میں یہ دس آدمی نمبر اول کے ذوی الارحام ہیں یہ سب مساوی اور برابر ہیں ان  
میں کوئی مقدم اور زیادہ مستحق نہیں۔

(۱) جب درجہ اول و دوم کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہو تو انکو میراث ملتی ہے۔  
(۲) اگر ان دس میں سے صرف ایک ہی شخص موجود ہو تو بلا تکلف اسکو کل مال مل جائیگا۔  
(۳) اگر چند آدمی ہیں لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہیں جب بھی بلا تکلف مرد کو  
وہرا عورت کو اکرا مل جائیگا۔ مثلاً دس بیٹیاں بھائی یعنی سگی بہن کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں  
موجود ہیں تو مرد کو وہرا عورت کو اکرا حصہ مل جائیگا۔

(۴) لیکن اگر چند آدمی موجود ہوں اور کئی رشتہ داروں کی اولاد ہوں تو ان میں باہم تقسیم ہوگا  
حساب مشکل ہے غور سے سمجھو اور اگر سمجھ میں نہ آوے تو چھوڑ دو  
حساب۔ جب یہ دس آدمی یا ان میں سے دو چار موجود ہوں یا ایک ہی کے نام کی عورتوں

۵۔ اگر ذوی الارحام کو اول سے شمار کریں تو یہ کیا روحان نمبر ہے اور اگر خاص تیسرے درجہ کے ذوی الارحام  
کو دیکھنا چاہیں تو یہ اول نمبر ہے اسلئے نمبر ایک لکھا اور نیچے نمبر تیار رکھا۔ اسی طرح دوسری جگہ سمجھ لو۔

مثلاً تین بھانجے چار بھانجیاں پانچ بھتیجیاں تو ایسے وقت میں دو باتون کا لحاظ ضروری ہوگا  
 اوّل یہ کہ جو شخص عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہیگا اور جو شخص عصبہ کی اولاد نہیں بلکہ ذوی  
 الارحام کی اولاد ہے وہ عصبہ کی اولاد کے سامنے میراث سے محروم رہیگا۔ دوسرے یہ کہ جب  
 کئی آدمی مساوی درجہ کے مستحق ہوں تو خود موجود لوگوں کے مرد و عورت ہونیکا اعتبار نہیں کرتے  
 بلکہ انکی اصلوں کو دیکھتے ہیں کہ اگر وہ موجود ہوتے تو کس حساب سے حصّہ پاتے مثلاً بیٹیجیاں بھائی  
 کی اولاد ہیں اور بھانجیاں بہن کی اولاد ہیں تو بھائی کی موجودگی میں بہن کو جو حصّہ ملا کرتا تھا اسی  
 حصّہ کو لا کر بہن کی اولاد پر تقسیم کر دینگے اور لفظ حصّہ مثل حظ الأنثیین کا قاعدہ جاری کرینگے  
 اور بھائی کو جو حصّہ اوپر کے درجہ میں بوقت زندگی ملتا اسکو لا کر بھائی کی اولاد پر تقسیم کر دینگے  
 لیکن اولاد کی تعداد کے مطابق اس حصّہ کو بڑھادینگے مثلاً بہن کو ایک حصّہ ملتا ہے اولاد اسکی  
 اولاد ہے پانچ عدد تو سبکو ایک حصّہ دیدینگے اور اس طرح پانچ حصّے بہن کی اولاد کو ملیں گے اور بھائی  
 کو چونکہ دو حصّے ملتے ہیں لہذا اسکی تمام اولاد کو دو حصّے دیدے اور چونکہ تعداد اسکی اولاد  
 کی چار تھی لہذا گو یا بھائی کو بجائے دو کے آٹھ حصّے ملے کیونکہ اسکی اولاد کی تعداد کیونکہ اربع  
 تھیں اُسکے حصّے کو بڑھادیا تھا اور ہمیشہ کو بچائے ایک حصّہ کے پانچ حاصل ہوئے کیونکہ اسکی اولاد  
 پانچ ہیں اب ہم ایک مثال اور سوال و جواب لکھ کر سمجھانا چاہتے ہیں شاید کہ ان سے کسی کی سمجھ  
 میں اصل مقصود بخوبی آجائے۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اُسکے کوئی وارث عصبون اور ذوی الفروض میں سے موجود نہ تھا  
 تین بھتیجیاں دو بھانجے اور دو بھانجیاں کل سات وارث چھوڑے۔ اب اگر موجودہ مرد و عورت  
 کا لحاظ کریں اور انکی اصلوں کا اعتبار نہ کریں تو کل مال کے نو حصّے کر کے دو دو فی کس دونوں  
 مردوں کو دیدیں اور ایک ایک فی آدمی پانچ عورتوں کو دیدیں لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ انکی اصلوں  
 کو دیکھا جیتھو انکی اصل ہے بھائی اور بھانجیاں بھائی کی اصل ہے ہمیشہ اور بھائی بہن میں جو مال تقسیم ہوتا

۱۵۔ سوال۔ آپ نے بتلادیا کہ جو ذوی الارحام عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہیگا۔ لیکن اگر کوئی شخص ذوی الفروض کی اولاد  
 ہو اور دو سر ذوی الارحام کی اولاد ہو تو یہ ذوی الفروض کی اولاد اس سے مقدم رہیگی یا نہیں۔ جواب۔ اس درجہ سوم  
 میں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ذوی الارحام کی اولاد اور ذوی الفروض کی اولاد ایک برابر آجائیں اور مقابل ہو جائیں ۱۲

تو دو حصے بھائی کو ملتا ہے اور ایک حصہ بہن کو لہذا کل مال کو دو تیسس روپیہ تھا تین حصے کر کے ایک حصہ بہن کو دیا اور دو حصے بھائی کو پھر حسب بیان مذکور سابق بہن کی اولاد کی تعداد چونکہ چار تھی لہذا (حسب قاعدہ مذکورہ سابقہ) اسکو اکہرے چار حصے دئے اور بھائی کی اولاد چونکہ تین تھی لہذا بھائی کی طرف تین حصے دہرے دہرے رکھ دئے کیونکہ بھائی کو دہرا حصہ ملا تھا پس کل مال میں سے (جبکی مقدار تیسس روپیہ تھی) دہرے دہرے تین حصے یعنی اکہرے چار حصے بھائی کی اولاد کو دئے (چھ حصے میں اٹھارہ روپیہ ہوئے یعنی فی حصہ تین روپیہ) اور ہمشیرہ کی اولاد کو چار حصے دئے (یعنی سٹھ روپیہ) پس باقی چار حصوں کو ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کر دیا دونوں بھائیوں کو چار چار روپیہ اور دونوں بھائیوں کو دو دو روپیہ اور وہ جو چھ حصے یعنی اٹھارہ روپیہ بھائی کی اولاد کو دئے گئے تھے انکو اُسکی تینوں بیٹیوں پر تقسیم کر دیا بیٹی چھ روپیہ۔ صورت اُسکی یہ ہے۔

بھائی کی اولاد کو چھ حصے یعنی اٹھارہ روپیہ دئے لہذا کل مال انتہ تقسیم خبر دس (بہن کی اولاد کو چار حصے یعنی سٹھ

بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی
دو حصے	دو حصے	دو حصے	دو حصے	دو حصے	دو حصے	دو حصے
۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷

غرض بھائی کو جو حصہ پہنچتا تھا اُسکو اُسکی اولاد کی تعداد کی موافق بڑا لیا اور پھر انہیں پر تقسیم کر دیا اسی طرح ہمشیرہ کو جو حصہ ملتا اُسکی اولاد کی تعداد کی موافق بڑا کر انہیں پر تقسیم کر دیا یعنی کل مال کے دس حصے ہو کر چھ بھائی کی طرف پہنچے اور اولاد پر تقسیم ہوئے اور چار حصہ ہمشیرہ کی طرف پہنچے اور اولاد پر تقسیم ہوئے۔

سوال۔ اگر صورت مذکورہ بالا میں ایک بھتیجا بھی موجود ہو تا تو پھر حصہ کس طرح تقسیم ہوتا۔

جواب۔ بھتیجا چونکہ عصہ ہے لہذا اگر وہ موجود ہو تا تو کل مال اُسکو پہنچ جاتا اور بھتیجیاں اور بھانجے وغیرہ ذوی الارحام سب محروم رہ جاتے۔

سوال۔ اگر کسی شخص نے تین بھانجے دو بھانجیاں اور چار بھتیجیاں چھوڑی اور بعد تجمیز و



حقیقی بہن کی اولاد کو پانچ حصے پہونچے  
 حقیقی بھائی  
 دو حصے  
 پانچ پائی

اخیا فی بھائی کی اولاد کو ایک حصہ پہونچا  
 اخیا فی بھتیجا - بھتیجا - بھتیجا - بھتیجا  
 ایک ایک ایک ایک  
 چار چار چار چار

اے بہر و دم و اسے یہ موت ہے  
درجہ سوم کے ذوی الارحام نمبر ۱۲ بارہ قسم کے رشتہ دار  
حقیقی بھتیجے کی دختر۔ علاقائی بھتیجے کی دختر۔ اخیانی بھتیجے کی اولاد۔ حقیقی بھتیجی کی اولاد علاقائی  
بھتیجی کی اولاد۔ اخیانی بھتیجی کی اولاد۔ حقیقی بھانجیوں کی اولاد۔ علاقائی بھانجیوں کی اولاد۔  
اخیانی بھانجیوں کی اولاد۔ حقیقی بھانجیوں کی اولاد۔ علاقائی بھانجیوں کی اولاد۔ اخیانی بھانجیوں کی اولاد۔  
جب تک نمبر اول کے لوگوں میں سے کوئی بھی موجود ہو گا ان میں سے کسی کو میراث نہ پہونچے گی جب  
انہیں سے کوئی نہ ہو تو انکو نمبر اول والوں کے قاعدہ کے مطابق میراث پہونچے گی۔ یعنی  
(۱) اگر ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا تکلف وہ کل مال کا مالک ہو جائیگا۔  
(۲) اگر چند آدمی ہیں لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہیں تو لکھ کر مثل خط الاولین  
کے قاعدہ کی بموجب تقسیم کر لیں

۱۳) اگر چند آدمی ہیں اور مختلف رشتہ داروں کی اولاد ہیں تو عصبہ کی اولاد مقدم ہوگی ان لوگوں پر جو عصبہ کی اولاد نہیں ہیں یعنی حقیقی اور علاقائی بھتیجیوں کی بیٹیوں کے سلسلے اور سب محرم

۱۴) اگر عصبہ کی اولاد کوئی نہ ہو تو ترکہ اور میراث سب موجودہ وارثوں میں تقسیم ہوگا لیکن موجود لوگوں کے مذکور و مونسٹ ہونیکا اعتبار نہ ہوگا بلکہ انکی اصلوں کو دیکھ کر جو اصل کو پہنچتا اسی کو

۱۷ چونکہ اولاد و عدد میں توازن کو نظر نہ کر دینا کر لیا دینا چند سو کر دینا ہو گئے ۱۲ ۱۵ اسکو ٹرا کر رائج کر دئے ۱۲ ۱۷ یعنی اسی درجہ جو ہم



نیچے لاکر اسکی اولاد پر تقسیم کر دینے جیسا کہ نمبر اول میں بیان ہوا  
(۵) جب تک یہ موجود ہوں گے نمبر سوم کے ذوی الارحام محروم رہیں گے۔

ذوی الارحام ۱۱۔ بھانجا۔ بھانجی۔ اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہوں)

(۱) یہ لوگ نمبر دوم کی اولاد ہیں۔ نمبر دوم میں سے جب تک کوئی ایک محروم رہے

(۲) جب تک ان میں سے ایک شخص بھی موجود ہوگا نمبر چہارم محروم رہیں

ذوی الارحام ۱۲۔ بھانجا۔ بھانجی۔ اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہوں)

(۱) جب نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) جب تک نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی بھی موجود ہوتا ہے یہ محروم رہتے ہیں۔

باقی حال ان کا مانند نمبر اول و دوم کے ہے

تیسرے درجہ کے ذوی الارحام چار پشت تک بیان ہو گئے۔ آگے اسطرح اولاد در اولاد

کا سلسلہ چل سکتا ہے اور یہی قاعدہ ہے۔ یہ خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ قریب والوں کی

موجودگی میں بعید نمبر کے محروم رہیں گے۔ مثلاً نمبر اول کے سامنے نمبر دوم محروم دوم کے سامنے

سوم و علیٰ ہذا القیاس۔

(چونکہ انکے حال کی ضرورت نہیں پڑتی اور بیان مشکل ہے اسلئے صرف نمبر اول کو مفصل بیان

کرنے باقی تفصیل کو مفید عام نہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔

## ذوی الارحام کا سب سے آخری چوتھا درجہ

درجہ چہارم میں میت کی پھوپھیاں۔ خالہ۔ ماموں۔ انخیانی چچا۔ اور پھر ان سب کی اولاد اور حقیقی

اور علانی چچاؤں کی دختریں اولاد۔ اور پھر میت کے باپ کی اور ماں کی پھوپھیاں۔ خالائیں

ماموں اور انکے انخیانی چچا داخل ہیں۔ چونکہ ان کی تعداد بہت ہے اور بیان مشکل ہے اسلئے

ہم انکو تین قسم کر کے علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ یعنی درجہ چہارم کی تین قسمیں ہو گئیں

یہ بھی ممکن تھا کہ ہم انکو تین درجوں میں علیحدہ بیان کر کے ذوی الارحام کے چھ درجے کر دیتے لیکن

چونکہ اکثر کتابوں میں ذوی الارحام کو چار ہی درجوں میں تقسیم کیا ہوا ہے اسلئے ہم نے انکے خلاف

۱۷ اسکا درجہ نمبر سوم چکا ذکر اب آتا ہے ۱۷

کرنا پسند نہ کیا اور چوتھے درجہ کی تین قسمیں کر کے سمجھا دیا والامر بید السراکریم  
درجہ چہارم کی پہلی قسم - مامون - خالہ - اخیانی چچا - اس درجہ کے دو نمبر ہیں - الف و ب  
پہلی قسم نمبر الف - باپ کی طرف کے حقیقی پھوپھی - علاقائی پھوپھی - اخیانی پھوپھی - اخیانی چچا  
پہلی قسم نمبر ب - ماں کی طرف کے حقیقی مامون - علاقائی مامون - اخیانی مامون - حقیقی خالہ - علاقائی خالہ  
اخیانی خالہ - درجہ چہارم کی اس پہلی قسم میں دس رشتوں کے وارث ہیں یعنی نمبر الف میں باپ  
کی طرف کے چار اور نمبر ب میں والدہ کی طرف کے چھ کل دس طرح کے وارث ہوئے -

اب انکے قاعدے گوش ہوش ہی سنو

(۱) جب درجہ سوم کے کسی نمبر کا کوئی ذوی الارحام موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں کیونکہ  
یہ سب درجہ چہارم میں داخل ہیں اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ جب تک قریب درجہ کے  
وارث موجود ہوتے ہیں بعید وارث یعنی نیچے کے درجے کے محروم رہتے ہیں  
(۲) اگر ان دس میں سے صرف ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا نزاع کل مال سیکو جائیگا  
نہ تقسیم کا جبکہ انہ شرکت کا قصبہ -

(۳) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے دس بچے وارث ہوں اور کوئی نہ تو کل مال ان میں  
بلا تعلق برابر تقسیم ہو جائیگا - مثلاً دو چار حقیقی پھوپھیاں ہوں تو جتنی پھوپھیاں ہونگی  
میت کے ترکہ کے بقدر حصہ کر کے سب کو برابر تقسیم کر دیا جائیگا - کیونکہ پھوپھیاں حقیقی  
سب ایک ہی نمبر کی ہیں یعنی اول نمبر پر بننے لکے ہیں اور رشتہ میں نام بھی سب کا ایک ہی اگر دس  
بھی ہوں گی تو دسوں کو حقیقی پھوپھی کہیں گے - یا مثلاً علاقائی مامون کئی نفر ہوں اور کوئی نہ تو  
سب مال ان میں برابر تقسیم ہو جائیگا - کیونکہ سب کا نام رشتہ میں ایک ہی ہے (یعنی علاقائی مامون)  
اور نمبر میں داخل ہیں - اسی طرح اور وارثوں کو سمجھ لو - مثلاً دو چار دس بچے حقیقی خالہ ہوں  
اور کوئی نہ تو ان میں برابر تقسیم ہو گا یا پانچ سات اخیانی چچا ہوں اور کوئی نہ تو ان میں  
(یہاں تک ذرا آسان تھا اب مشکل بیان آ رہا ہے ہوشیار ہو جاؤ)

۵ - ایک نام کے وارثوں سے بھی یہی مطلب ہے کہ رشتہ سب کا بالکل ایک ہی ہو اور رشتہ میں سب کا نام ایک لیا جائے  
اگرچہ انکے نام جدا جدا ہوں مثلاً کوئی عبد اللہ ہے کوئی حبیب بن کوئی خدا بخش مگر رشتہ میں سب علاقائی مامون ہوں ۱۷

(۴) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے وارث نہیں بلکہ مختلف نمبروں کے ہیں لیکن سب نمبر الف کی طرف کے ہیں یعنی ماں کی طرف کا کوئی نہیں سب باپ ہی کی طرف کے رشتہ دار ہیں (مثلاً حقیقی پھوپھی زندہ ہے اور علاقائی بھی یا علاقائی پھوپھی زندہ ہے اور علاقائی چچا) تو ان میں نمبر اول کے سامنے نمبر دوم محروم رہیگا اور نمبر دوم کے سامنے نمبر سوم محروم رہیگا۔ لیکن نمبر سوم کے سامنے نمبر چہارم محروم نہ ہوگا بلکہ سوم و چہارم باہم شریک بنیں اور برابر حصہ و میراث پاویں۔ مرد و عورت ہونی کا ان میں کچھ خیال نہ ہوگا۔ غرض جب باپ کی طرف کے چار وارثوں میں سے ایک دو تین چار نام کے وارث موجود ہوں اور ماں کی طرف کا کوئی بھی نہ ہو تو حقیقی پھوپھی کے سامنے باقی تینوں وارث محروم ہیں یعنی علاقائی پھوپھی اور اخیانی چچا اور اخیانی پھوپھی بھی۔ اور علاقائی پھوپھی کے سامنے دو وارث یعنی اخیانی چچا اور اخیانی پھوپھی محروم رہتے ہیں اور اخیانی چچا کی وجہ سے اخیانی پھوپھی محروم نہیں رہتی (اسلئے بننے کا تھا کہ نمبر تین کے سامنے نمبر چار محروم نہیں ہوتا) بلکہ جب اخیانی چچا محروم نہ ہو اور اخیانی پھوپھی بھی موجود ہو تو جو کچھ مال ہوگا اسکو باہم بالکل برابر تقسیم کریں گے جتنا مرد کو ملیگا۔ اسقدر عورت کو ملیگا کیونکہ اخیانی وارثوں میں مرد و عورت کا فرق خدا تعالیٰ نے نہیں کیا

مسئلہ

مسئلہ

مثالین حقیقی پھوپھی حقیقی پھوپھی حقیقی پھوپھی اخیانی پھوپھی۔ اخیانی پھوپھی۔ اخیانی پھوپھی اخیانی

مسئلہ

مسئلہ

حقیقی مامون حقیقی مامون حقیقی مامون حقیقی مامون علاقائی خالہ علاقائی خالہ علاقائی خالہ علاقائی خالہ

ان مثالوں میں چونکہ ایک ہی نام کے کئی کئی وارث تھے اسلئے سب کو برابر حصہ دیکر ترکہ تقسیم ہوا

حقیقی پھوپھی علاقائی پھوپھی۔ اخیانی چچا علاقائی پھوپھی اخیانی چچا۔ اخیانی پھوپھی۔ ان دو مثالوں میں

حقیقی پھوپھی کے سامنے خیانی چچا اور علاقائی پھوپھی محروم رہی۔ اور علاقائی پھوپھی نے اخیانی چچا و پھوپھی کو محروم کیا

اخانی چچا۔ اخیانی پھوپھی۔ اخیانی پھوپھی۔ اس مثال میں اخیانی چچا نے پھوپھی کو محروم نہیں

کیا بلکہ مرد و عورت کو برابر حصہ پہنچا ہے

(۵) جیسے باپ کی طرف کے وارثوں میں مفصل بیان ہوا اسی طرح اگر ماں کی طرف کے ذوی الارحام کئی ناموں اور کئی نمبروں کے رشتہ دار ہیں لیکن جس قدر بھی ہیں سب نمبر کی طرف کے یعنی ہر ماں ہی کی طرف کے ہیں باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہیں (مثلاً حقیقی خالہ بھی زندہ ہو اور علاقائی مامون۔ یا علاقائی مامون ہو اور اخیانی خالہ) تو ان میں نمبر اول دوم کے سامنے نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶ محروم رہینگے۔ یعنی حقیقی مامون و خالہ کے سامنے باقی چار وارث محروم رہینگے اسی طرح نمبر ۷ و ۸ میں سہاگر کوئی بھی موجود ہو گا تو نمبر ۹ و ۱۰ میراث کے مستحق نہ ہوں گے یعنی جب حقیقی مامون یا حقیقی خالہ کوئی بھی موجود ہو گا تو علاقائی خالہ مامون اور اخیانی خالہ و مامون محروم رہینگے لیکن حقیقی مامون کی وجہ سے حقیقی خالہ محروم نہیں ہوگی بلکہ شریک رہینگے مرد کو دوسرا عورت کو اکرا۔ علی ہذا القیاس علاقائی مامون و خالہ باہم ایک دوسرے کو محروم نہ کریں گے بلکہ شریک رہینگے البتہ جب ان میں سے کوئی بھی موجود ہو گا تو اخیانی مامون و خالہ میراث نہیں پاویں گی۔ انکو میراث جب ہی مل سکتی ہے کہ پہلے چار وارث یعنی حقیقی اور علاقائی مامون اور خالہ کوئی نہ ہو۔ جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو اخیانی کو میراث پہنچتی ہے اور ان میں مرد و عورت حصہ لینے میں یکساں رہتے ہیں کیونکہ اخیانی ہیں۔

شاید چند مثالوں کے ملاحظہ سے آپ کو اس بیان کے سمجھنے میں کچھ سہولت ہو جائے

اول حقیقی مامون علاقائی خالہ۔ اخیانی مامون دوم حقیقی خالہ علاقائی مامون۔ اخیانی مامون سوم حقیقی مامون چہارم علاقائی مامون۔ اخیانی مامون۔ خالہ پنجم علاقائی خالہ۔ اخیانی مامون۔ خالہ ششم علاقائی خالہ علاقائی مامون دیکھئے پہلی مثال میں حقیقی مامون نے سب کو محروم کر دیا۔ اور دوسری میں حقیقی خالہ نے لیکن تیسری مثال میں جب حقیقی مامون کے ساتھ حقیقی خالہ بھی موجود تھی تو وہ اسکو محروم نہ کر سکا بلکہ دوسرا شریک ہو گئے۔

پہارم علاقائی مامون۔ اخیانی مامون۔ خالہ پنجم علاقائی خالہ۔ اخیانی مامون۔ خالہ ششم علاقائی خالہ علاقائی مامون دیکھئے چوتھی مثال میں علاقائی مامون نے اخیانی مامون کو محروم کر دیا اور پانچویں میں علاقائی خالہ نے اخیانی مامون کے حصہ کو روک دیا لیکن چھٹی مثال میں جب علاقائی خالہ مامون جمع ہوئے تو ایک نے دوسرے کو محروم کیا بلکہ باہم شریک ہو گئے مرد کو دوسرا عورت کو اکرا ہفتم اخیانی مامون اخیانی خالہ

اس مثال پر غور کرو کہ حقیقی و علاقائی مامون و خالہ میں سے جو کوئی موجود ہو تا تھا وہ غریب خیالی خالہ و مامون کو محروم کر ڈالتا تھا چنانچہ پہلی مثالوں سے واضح ہو رہا ہے لیکن جب ان میں سے کوئی نہ ہو اور خیالی مامون و خالہ جمع ہوئے تو ایک نے دوسرے کو نقصان نہیں پہونچایا بلکہ شریک ہوئے اور شریک بھی برابر کے حصہ دار۔ خالہ کو مامون سے کچھ کم نہیں پہونچا کیونکہ خیالی مامون میں مرد و عورت کو برابر ملتا ہے۔ یہاں تک وہ صورتیں بیان ہوئیں کہ صرف ایک طرف کے ذوی الارحام موجود ہوں یعنی صرف باپ کی طرف کے مندرجہ قسم اول نمبر الف ہوں یا صرف ماں کی طرف کے مندرجہ قسم اول نمبر ب ہوں۔ اب وہ صورت ملاحظہ کرو کہ بعض وارث باپ کی طرف کے ہوں اور بعض ماں کی طرف کے یعنی نمبر الف کی طرف کے چار وارثوں میں سے بھی کوئی موجود ہو اور نمبر ب کی طرف کے چھ وارثوں میں سے بھی کوئی نہ ہو (۶) جب کچھ وارث نمبر الف یعنی باپ کی طرف کے ہوں اور کچھ نمبر ب یعنی والدہ کی طرف کے تو اس صورت میں کل موجودہ ترکہ کے تین حصے کر کے دو حصے باپ کی طرف والوں کو دیدین تاکہ وہ اسکو باہم تقسیم کر لیں اور ایک حصہ ماں کی طرف والوں کو دیدین تاکہ وہ بھی تقسیم کر لیں۔ تقسیم کرنے کی یہ صورت ہے

دیکھو  
یہ صورت

باپ کی طرف کے ذوی الارحام کو جو دو ثلث دے گئے ہیں اگر ان میں صرف ایک ہی شخص موجود ہے تو پورے دو ثلث وہی لے لے گا اور اگر ایک نام کے دو چار آدمی ہیں تو برابر تقسیم کر لیں (مثلاً تین بھوپھیاں ہوں) لیکن حقیقی بھوپھی کے سامنے علاقائی بھوپھی محروم رہی اور علاقائی کے سامنے خیالی چچا و بھوپھی محروم رہینگے۔ لیکن خیالی چچا کی وجہ سے خیالی بھوپھی محروم نہوگی۔ اب گویا انکا حال بالکل وہی ہو گیا جو قاعدہ نمبر ۴ میں مذکور ہوا ہے فرق اس قدر ہے کہ وہاں والدہ کی طرف کے وارثوں میں کوئی نہ تھا کل مال باپ کی طرف والوں کو دیا گیا تھا اور یہاں ایک حصہ والدہ والوں کو دیدیا گیا ہے اور دو حصہ باپ والوں کے لئے رہے ہیں لیکن اور باتیں سب وہی ہیں حقیقی کے سامنے علاقائی اور علاقائی کے سامنے خیالی بطرح وہاں محروم تھے وہی سب باتیں یہاں ہیں والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو تین ثلث میں سے ایک ثلث دیا گیا ہے اگر ان میں صرف ایک ہی آدمی موجود ہے تو اس پورے ثلث کو وہی لے لے گا اور اگر ایک نام کے کئی آدمی ہیں تو مال کو برابر تقسیم کر لیں (مثلاً دو چار حقیقی مامون ہوں یا دو چار حقیقی خالہ ہوں) لیکن جب حقیقی مامون یا حقیقی

خالہ کوئی بھی موجود ہوگا تو علاقائی مامون خالہ اور اخیانی مامون اور خالہ چارون آدمی محروم ہینگے لیکن حقیقی مامون کی وجہ سے حقیقی خالہ محروم نہیں ہینگے بلکہ دونوں شریک ہینگے مامون کو دہرا اور خالہ کو اکرا۔ اس طرح علاقائی مامون خالہ ایک دوسرے کو محروم نہ کریں گے بلکہ ایک ثلث مال جو ملا ہے اس میں شریک ہینگے خالہ کو اکرا مامون کو دہرا۔ مگر بان ان علاقوں میں سے جب کوئی ایک بھی موجود ہوگا اخیانی مامون کو محروم کر دیا جائے گا اور جب ان چاروں میں سے کوئی بھی نہ ہو یعنی نہ حقیقی مامون ہو نہ خالہ تو اخیانی مامون اور خالہ وارث ہوں گے اور ایک کی وجہ سے دوسرے کے حصے میں خلل آدیا جائے گا بلکہ اگر اخیانی خالہ اور مامون دونوں موجود ہوں تو مال کو برابر تقسیم کر لیں۔ اب گویا انکا حال بالکل وہی ہو جائیگا جو قبل ازین قاعدہ نمبر میں بیان ہوا تھا۔ متعارف ہے کہ باپ کی طرف سے وارثوں میں وہاں کوئی نہ تھا اکل ترکہ والدہ کی طرف کے لوگوں میں تقسیم ہوتا تھا یہاں دو ثلث باپ والوں کو دینے کے بعد جو ایک ثلث والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو دیا گیا ہے وہ اسی قاعدہ سے تقسیم ہو رہا ہے اب چند مثالیں سمجھ لو۔

**مثال اول حقیقی بیوی علاقائی بیوی اخیانی چچا علاقائی مامون علاقائی خالہ اخیانی مامون خالہ محروم محروم محروم**  
 اس مثال میں کل مال کے نو حصے کر کے دو تھائی یعنی چھ سهام تو باپ کی طرف دے اور ایک تھائی یعنی تین سهام والدہ کی طرف دے۔ باپ کی طرف حقیقی بیوی نے علاقائی اور اخیانی کو محروم کر دیا اکل دو ثلث مال خود لیا۔ اور والدہ کی طرف چونکہ خالہ بھی علاقائی تھی اور مامون بھی علاقائی تھا اسلئے وہ دونوں ایک ثلث میں شریک ہوئے اکرا عورت کو دیا گیا اور مرد کو دہرا۔ مگر بان ان کی وجہ سے اخیانی مامون و خالہ محروم رہ گئے۔

مسئلہ

**مثال ۲ علاقائی بیوی حقیقی مامون علاقائی مامون مثال ۳ حقیقی بیوی اخیانی بیوی اخیانی مامون اخیانی خالہ**  
 دوسری مثال میں حسب عدہ کل مال کے تین ثلث کر کے دو ثلث باپ کی طرف دے یعنی چھ میں چار اور ایک ثلث والدہ کی طرف دیا یعنی چھ میں سے دو۔ والدہ کی طرف کا وارث چونکہ حقیقی مامون تھا اسلئے اسنے وہ ایک ثلث خود پایا اور علاقائی مامون اسکی وجہ سے محروم ہو گیا۔ اور باپ کی طرف جو دو ثلث دے گئے تھے وہاں چونکہ ایک ہی نام کے دو وارث تھے یعنی علاقائی بیوی بیویان اسلئے وہ مال ان میں

برابر تقسیم ہو گیا۔ تیسری مثال میں بھی دو ثلث یعنی ۹ میں سے ۶ باپ کی طرف دیا اسکو حقیقی  
بھوپنی نے لے لیا اور خیانی بھوپنی اسکی وجہ سے محروم ہوئی اور ایک ثلث یعنی ۹ میں سے ۳ مانگی طرف  
کے وارثوں کو دیا گیا وہ انہیں باہم برابر تقسیم ہو گیا کیونکہ وہ سب خیانی تھے نہ مرد و عورت کا حصہ نہ یا  
کم ہوا نہ کسی کی وجہ سے کوئی محروم رہا۔ باوجودیکہ باپ کی طرف حقیقی بھوپنی موجود تھی مگر خیانی مانگی  
د خالہ کو محروم نہ کیا کیونکہ مان کی طرف والے ذوی الارحام باپ کی طرف والوں کو محروم نہیں کر  
کر سکے اور نہ باپ کی طرف والے مان والوں کو محروم کرتے ہیں

۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰

غرض یہ ہے کہ جب باپ کی طرف کے ذوی الارحام بھی موجود ہوں اور مان کی طرف کے بھی تو ان میں  
سے ایک دوسرے کو محروم نہیں کر سکتا خواہ باپ کی طرف کتنے ہی وارث ہوں مانگی طرف والوں کو کچھ  
علاقہ نہوگا اسطرح مان کی طرف خواہ کوئی سا وارث ہو اور ان کی خواہ کتنی ہی مقدار ہو باپ والوں سے  
کچھ بحث نہوگی بلکہ باپ کی طرف والے اپنے دو ثلث لیکر علیحدہ ہو جائیں گے اور اسی قاعدہ سے  
تقسیم کریں گے۔ جو ہم نے عنقریب بیان کیا۔ اور مان کی طرف والے اپنا ایک ثلث لیکر باہم تقسیم کر کے  
ہمیں درجہ چہارم کو تین قسم کر کے بیان کیا ہے۔ یہاں تک پہلی قسم کا بیان ختم ہو گیا۔ جب تک ان  
لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ ہوگا درجہ چہارم کی قسم دوم دسوم کو کچھ حق نہیں بھونے گا۔ اب  
قسم دوم کا بیان سنو۔

درجہ چہارم کی دوسری قسم۔ چچاؤں اور پھوپھوں کی اولاد۔ ماموں اور خالوں کی اولاد یہ تفصیل ذیل  
قسم دوم نمبر الف باپ کی طرف کے حقیقی چچا کی بیٹیوں۔ حقیقی پھوپھی کے بیٹا بیٹی۔ علاقہ چچا کی بیٹیاں۔ علاقہ  
پھوپھی کے بیٹا بیٹیاں۔ خیانی چچا کے بیٹا بیٹی۔ خیانی پھوپھی کے بیٹا بیٹی۔  
قسم دوم نمبر ب ان کی طرف کے حقیقی ماموں کے بیٹا بیٹی۔ حقیقی خالہ کے بیٹا بیٹی۔ علاقہ ماموں کے بیٹا بیٹی  
علاقہ خالہ کے بیٹا بیٹی۔ خیانی ماموں کے بیٹا بیٹی۔ خیانی خالہ کے بیٹا بیٹی۔

جب ان سے پہلی قسم کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو مسد بہ ذیل قواعد کی موافق انہیں میراث تقسیم ہوگی  
(۱) اگر مان کی طرف والے وارثوں میں سے کوئی نہیں صرف باپ کی طرف والے ہیں تو کل ترکہ انکو  
مل جائیگا اور اگر مان کی طرف یعنی نمبر ب کا بھی موجود ہیں تو دو ثلث باپ کی طرف والوں کو دیا جائیگا  
اور ایک ثلث مان کی طرف والوں کو۔

(۲) باپ کی طرف والون کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا دوثلث دیا گیا ہو وہ اسکو باہم تقسیم کر لیں لیکن انہیں سب کو حصہ نہ ملے گا بلکہ۔

(۳) جب حقیقی چچا کی ایک بیٹی یا کئی بیٹیاں موجود ہوں گی تو باپ کی طرف باقی پانچون وارث محروم رہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ حقیقی پھوپھی کے بیٹے بھی محروم رہ جائیں گے۔ البتہ ماں کی طرف والونسے کچھ بخت نہ ہوگی نہ اس طرف والا انکو نہ محروم کر سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

(۴) جب حقیقی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہ ہو تو حقیقی پھوپھی کی اولاد کو حصہ پہنچتا ہے اگر ایک آدمی ہے تو کل پر قبضہ کرے اور دو چار بہن تو باہم تقسیم کر لیں مرد کو دہرا حصہ ملیگا عورت کو اکرا دیا جائیگا (۵) جب تک حقیقی پھوپھی کا کوئی بیٹا یا بیٹی موجود ہوگا علاقائیوں اور اخیا فیون کو ہرگز حصہ نہ ملیگا بلکہ علاقائی چچا کی بیٹیاں بھی محروم رہیں گی اور علاقائی پھوپھی کی تمام اولاد بھی اور اخیا فی چچا اور اخیا فی پھوپھی کی اولاد بھی محروم رہے گی۔ غرض حقیقی پھوپھی کی اولاد کے سامنے جو نمبر ہر گز ہونے ہیں باقی چار دن وارث محروم رہیں گے یعنی نمبر ۵ و ۶۔

(۶) جب حقیقی چچا کی بیٹیاں بھی نہ ہوں اور حقیقی پھوپھی کی اولاد بھی بالکل نہ ہو اسوقت علاقائی چچا کی بیٹیوں پر میراث پہنچے گی۔ اگر ایک ہی موجود ہو تو کل مال کی مستحق ہے اور اگر دو چار ہوں تو باہم تقسیم کر لیں۔

(۷) جب تک علاقائی چچا کی کوئی بیٹی بھی موجود ہوگی علاقائی پھوپھی کی اولاد کو کچھ حصہ ہرگز نہ ملیگا اور اخیا فی چچا اور پھوپھی کی اولاد بھی علاقائی چچا کی بیٹی کے سامنے محروم رہے گی غرض علاقائی چچا کی دختر مندرجہ نمبر کے سامنے باقی تین قسم کے لوگ محروم رہیں گے یعنی نمبر ۵ و ۶۔

(۸) جب علاقائی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہ ہو تو علاقائی پھوپھی کی اولاد کو میراث پہنچے گی اگر اسکی اولاد میں ایک ہی شخص ہو تو کل مال پر قبضہ کرے اور اگر دو چار ہوں تو باہم تقسیم کر لیں مرد کو دہرا عورت کو اکرا دیا جائے

(۹) جب تک حقیقی اور علاقائی چچا اور پھوپھیوں کی اولاد میراث سے کوئی بھی موجود ہوگا اخیا فی چچا اور پھوپھی کی اولاد کو کچھ حصہ نہ ملیگا۔ اور علاقائی پھوپھی کی اولاد مندرجہ نمبر کی وجہ سے اخیا فیون کی اولاد یعنی نمبر ۵ و ۶ محروم رہیں گے



(۱۰) جب علاقائی بھوپنی کی اولاد میں سے بھی کوئی موجود نہ ہو تو چاروں قسم کے اختیائی مستحق ہونگے یعنی اختیائی چچا کے بیٹا بیٹی اور اختیائی بھوپنی کے بیٹا بیٹی کو میراث ملے گی۔ انہیں کوئی شخص دوسرے کو محروم نہیں کرتا۔ اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لے اور اگر دو چار موجود ہوں تو باہم تقسیم کر لیں۔ اختیائی بھوپنیوں اور اختیائی چچا کی اولاد کو برابر حصہ ملیگا نہ مرد عورت کا فرق ہوگا اور نہ کوئی ایک دوسرے کو محروم کرے گا یعنی جس طرح نمبر اول نے دوم کو محروم کر دیا اور دوم نے سوم کو اور سوم نے چہارم کو یہاں ایسا نہ ہوگا نمبر ۶ کو محروم نہ کرے گا بلکہ شریک رہیں گے۔

یہاں تک باپ کی طرف ذوی الارحام کا بیان ہوا۔ یعنی اگر مان کی طرف سے کوئی موجود نہ ہو تو وہ کل مال کو لیکر مطابق قواعد مذکورہ بالا تقسیم کر لیں اور اگر مان کی طرف سے ذوی الارحام میں سے بھی کوئی موجود ہے تو ایک ثلث مان کی طرف والوں کو دیکر دو ثلث کو باپ کی طرف والوں کو اے قواعد مذکورہ کے بموجب تقسیم کر لیں۔ غرض خواہ انکو کل مال پہنچے یا دو ثلث پہنچے تقسیم کرنے کے قاعدے وہی ہیں جو ابھی دس نمبر تک مذکور ہوئے۔ اگر مان کی طرف والے بھی موجود ہوں تو باپ والے اُن سے کچھ علاقہ نہ رکھیں گے نہ انکو کسی کو محروم کریں گے اور نہ اُنکی وجہ سے باپ والوں میں سے کوئی محروم ہوگا بلکہ دو ثلث لیکر اُسکو باہم حسب قاعدہ تقسیم کر لیں اور ایک ثلث مان کی طرف والوں کو دیدیں وہ اُسکو مندرجہ ذیل قواعد کی مطابق تقسیم کر لیں گے اور باپ کی طرف والوں سے کچھ علاقہ تقسیم میں نہ رکھیں گے

(۱۱) اگر باپ کی طرف کے وارثوں میں سے کوئی نہیں صرف مان کی طرف والے ہیں تو کل ترکہ انکو ملے گا۔ اگر باپ کی طرف یعنی نمبر الف والے بھی موجود ہیں تو مان والوں کو صرف ایک ثلث بھوپنے کا دو ثلث باپ کی طرف والوں کا حق ہے۔

(۱۲) مان کی طرف والوں کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا صرف ایک ثلث پہنچا ہو وہ اُسکو باہم تقسیم کر لیں لیکن بلا تکلف ہر ایک کو حصہ نہ ملیگا۔ بلکہ

(۱۳) جب حقیقی خالہ اور ماموں کی اولاد موجود ہوگی علاقائیوں اور اختیائیوں کی اولاد اس کے بالکل محروم رہے گی۔ یعنی نمبر اول دوم کے سامنے نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶ سب محروم رہیں گے۔

(۱۴)۔ اگر ان میں سے ایک ہی آدمی موجود ہے تو ایک ثلث یا کل مال جو کچھ مان کی طرف والوں کو دیا گیا ہے وہ تنہا وارث لیگا اور مستحق ہوگا۔

(۱۵)۔ اگر دو چار آدمی موجود ہیں مگر سب حقیقی مامون ہی کی اولاد میں خالہ کی اولاد کوئی نہیں تو جو کچھ دکل مال یا ایک ثلث، انکو ملا ہے اسکو باہم تقسیم کریں اور مرد کو دہرا حصہ دین عورت کو اکرا سی طرح اگر سب وارث حقیقی بھوپنی ہی کی اولاد میں حقیقی مامون کی اولاد میں سے کوئی نہ تو جو کچھ دثلث مال یا کل، مان کی طرف والوں کو دیا گیا ہے اسکو باہم تقسیم کریں مرد کو دہرا عورت کو اکرا

(۱۶)۔ اور اگر حقیقی مامون کی اولاد بھی موجود ہے اور حقیقی خالہ کی بھی تو موجودہ لوگوں کا اعتبار ہوگا بلکہ مامون کی تمام اولاد کو کل مال میں دو تہائی دیدیئے اور خالہ کی سب موجودہ اولاد کو ایک تہائی دیا جائے گا جسکو وہ حسب قاعدہ مشہور لفظ *كَهْرُ مَثَلِ حِطِّ الْأُمْتَلِیْنِ* تقسیم کریں گے (۱۷)۔ جب حقیقی مامون اور خالہ کی اولاد میں سے کوئی یا کل نہ تو علّاتی مامون اور خالہ کی اولاد کو میراث پہنچتی ہے یعنی اگر باپ کی طرف سے ذوی الارحام موجود نہیں ہیں تو کل مال علّاتیوں کو پہنچے گا اور اگر باپ کی طرف سے مثل بھوپنی کی اولاد وغیرہ بھی زندہ ہیں تو انکو دو ثلث دینے کے بعد جو ایک ثلث مان والوں کے لئے باقی رہا ہے وہ علّاتیوں کو پہنچے گا۔ اگر ایک ہی شخص ہے تو کل مال وہی لیگا ورنہ اسکو وہ باہم تقسیم کریں۔

(۱۸)۔ صرف علّاتی مامون کی اولاد زندہ ہے یا صرف علّاتی خالہ کی زندہ ہی تو موجود مرد عورت کا لحاظ کر کے مرد کو دہرا عورت کو اکرا حصہ دیا جائیگا۔

(۱۹)۔ اور اگر علّاتی مامون اور خالہ دونوں کی اولاد موجود ہے تو جو کچھ دینی ایک ثلث یا کل (۲۰)۔ کی طرف ذوی الارحام کو پہنچا ہے اُس میں سے مامون کی اولاد کو دہرا حصہ دین اور خالہ کی اولاد کو اکرا حصہ دین جیسا کہ حقیقی خالہ اور مامون کی اولاد عین قریب مذکور ہوا ہے۔

(۲۰)۔ جب تک علّاتیوں کی اولاد میں سے کوئی بھی موجود ہوگا خیانی مامون و خالہ کی اولاد کو کچھ حصہ نہ ملیگا یعنی نمبر ۳ و ۴ کے سامنے نمبر ۶ و ۷ محروم رہیں گے۔

(۲۱)۔ جب علّاتیوں میں سے کوئی مرد و عورت بالکل نہ تو وہ دکل مال یا ثلث، مال خیانیوں پر پہنچے گا اگر ایک ہی خیانی مرد یا عورت ہے تو کل مال کا وہی مستحق ہے اور اگر کئی آدمی ہیں تو باہم

برابر تقسیم کر لیں کیونکہ اخیانین میں مرد و عورت کا کچھ فرق نہیں ہوتا۔

فرق ہننے نمبر الف یعنی باپ کی طرف کے ذوی الارحام کے چھ نمبروں میں بھی بیان کیا کہ فلاں نمبر فلاں کے سامنے محروم رہتا ہے اور یہاں نمبر ب یعنی ماں کی طرف والوں میں بھی یہی بیان کیا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کی طرف والوں میں نمبر اول کے سامنے دوم بھی محروم تھا اور ۳ و ۴ و ۵ و ۶ بھی۔ یہاں اول نمبر کے سامنے دوم محروم نہیں بلکہ دونوں شریک ہیں البتہ ۳ و ۴ و ۵ و ۶ محروم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ہاں نمبر ۳ کے سامنے ۴ و ۵ و ۶ محروم تھے یہاں نمبر ۲ کے سامنے ۴ نہیں بلکہ شریک ہیں البتہ ۵ و ۶ محروم ہیں۔ نمبر ۵ کے سامنے نمبر ۶ وہاں باپ کی طرف والوں میں محروم تھا نہ یہاں ماں کی طرف والوں میں محروم ہے اس بارہ میں نمبر الف و نمبر ب دونوں برابر ہیں۔

یہ ذکر بھی یوں ایدہ چاؤن کی اولاد کا تھا جو عصبہ نہیں ہیں ذوی الارحام ہیں اب آگے جو انکی اولاد ہو وہ بھی اسی قسم دوم میں داخل ہے اور اسکا بھی بالکل یہی حال ہے جو بیان ہوا مگر مذکورہ بالا اطادین اور انکی اطادین اولاد میں فرق یہ ہے کہ مذکورہ بالا لوگوں کے سامنے نیچے کے درجے کی اطادین دست محروم رہیں گے علیٰ ہذا القیاس جس کسی صورت میں کئی درجے کی اولادین موجود ہوں تو اوپر والوں کے سامنے نیچے کے درجے والے محروم رہیں گے خواہ وہ ادب کے درجے کی اولاد وہی لوگ ہوں جنکو ہننے اس قسم دوم میں ذکر کیا ہے یا کوئی انکے سوا ان سے نیچے درجہ کی ہوائے جو نیچے درجے والے ہوں وہ سب ان کے سامنے محروم رہیں گے۔ مثلاً بھوپتی کی پوتی بھی موجود ہے۔ اور پڑپوتی بھی تو پوتی کے سامنے پڑپوتی محروم رہے گی خواہ وہ پوتی اور پڑپوتی ایک ہی بھوپتی کی ہوں یا ایک بھوپتی کی پوتی ہو اور ایک کی پڑپوتی بہر صورت پوتی کی موجودگی میں پڑپوتی محروم ہوگی اس طرح باہوں کے بیٹے کے سامنے پوتا محروم ہو اور پوتے کے سامنے پڑپوتا۔ اس طرح دیگر ذوی الارحام خالہ وغیرہ کی اولاد کو خیال کر لو۔

یہ طویل بیان درجہ چہارم کی قسم دوم کا تھا۔ جب تک اس قسم میں سے کوئی موجود ہو گا یا ان کی اولاد ان میں سے کوئی زندہ ہو گا قسم سوم ہرگز وارث نہ ہوئے۔ اب صرف اس درجہ کی قسم سوم کا بیان باقی ہے اسکو مختصر طریقہ سے تحریر کر کے ہم ذوی الارحام کے مشکل بیان کو ختم کرتے ہیں۔

درجہ چہارم کی تیسری قسم بیس وارث بہ تسمیل ذیل  
 باب الف۔ باپ کی حقیقی بیوی۔ باپ کی علاقائی بیوی۔ باپ کا اخیانی چچا۔  
 باپ کی اخیانی بیوی۔

نمبر ب۔ باپ کی حقیقی مامون۔ باپ کی حقیقی خالہ۔ باپ کی علاقائی مامون۔ علاقائی خالہ۔ اخیانی مامون۔ اخیانی خالہ۔  
 باب الف۔ مائلی حقیقی بیوی۔ مائلی علاقائی بیوی۔ مائلی اخیانی بیوی۔ مان کا اخیانی چچا۔  
 باب الف۔ مان کا حقیقی مامون۔ مان کی حقیقی خالہ۔ مان کا علاقائی مامون۔ علاقائی خالہ۔ اخیانی مامون۔ اخیانی خالہ۔  
 دس نام کے وارث باپ کی طرف کے اور دس نام کی طرف کے بیس وارث درجہ چہارم کی قسم سوم میں داخل ہیں  
 جب کہ اول دوم سوم کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہ ہو اور درجہ چہارم کی قسم اول میں بھی  
 کوئی موجود نہ ہو۔ اور قسم دوم میں بھی کوئی نہ رہا ہو جو عنقریب کہ ہوئی ہو تو اس قسم سوم کے ذوی الارحام  
 کو میراث ملتی ہے۔ ان کا حال بالکل درجہ چہارم کی قسم اول کے مانند ہے وہ ان ملاحظہ کر لیں  
 (۱) اگر ان لوگوں میں سے صرف ایک آدمی ہو تو کل مال کا وہی مستحق ہوگا۔  
 (۲) اگر چند آدمی ہوں مگر سب ایک ہی نام کے ہوں (مثلاً باپ کے دو تین حقیقی مامون  
 ہوں) تو باہم تقسیم کر لیں۔

الف۔ اگر چند نام اور چند نمبر کے آدمی ہیں مگر سب نمبر الف ہی کی طرف کے ہیں تو اس طرح تقسیم  
 ہوگا جسطرح قسم اول کے نمبر الف میں لکھا گیا۔ یعنی حقیقیوں کے سامنے علاقائی محروم رہیں اور علاقائیوں  
 کی موجودگی میں اخیانی محروم سمجھے جائیں گے۔ ج۔ اس طرح اگر صرف نمبر ب موجود ہوں نمبر الف  
 میں سے کوئی نہ تو بھی حقیقی مامون و خالہ کے سامنے علاقائی و اخیانی محروم رہیں گے اور علاقائیوں  
 کے سامنے صرف اخیانی محروم ہوں گے۔ یعنی نمبر اول دوم باہم شریک اور ۳ و ۴ و ۵ و ۶۔ ان کے  
 سامنے محروم۔ اس طرح ۳ و ۴ باہم شریک اور ۵ و ۶ ان کے سامنے محروم اور اگر ۳ و ۴ نہ ہوں تو ۵ و ۶ باہم  
 شریک۔ (یہ حالت بھی باپ کی طرف کے دو قسم کے وارثوں کی)

(۴) اگر ان کی طرف وارث چند نام اور کئی نمبروں کے ہوں مگر سب نمبر الف ہی کی طرف کے  
 ہوں تو بھی حقیقی کے سامنے علاقائی و اخیانی محروم یعنی نمبر اول کے سامنے دوم سوم چہارم محروم  
 رہیں گے۔ اور دوم نمبر کی موجودگی میں سوم و چہارم محروم لیکن سوم کی وجہ سے چہارم محروم نہ ہوگا

بلکہ برابر کا شریک رہے گا۔

(۵) اور اگر مان کی طرف کے صرف نمبر پانچ لے موجود ہیں تو حقیقیوں کے سامنے علاقائی محروم اور علاقائیوں کے سامنے اخیا فی محروم بالکل جس طرح ابھی قاعدہ ۳ میں بیان ہوا ہے (یہ حالت جب تھی کہ صرف باپ کی طرف کے یا مان کی طرف کے وارث زندہ ہوں لیکن

(۶) اگر بعض وارث باپ کی طرف کے زندہ ہیں اور بعض مان کی طرف کے تو جس طرح قسم اول کے نمبر میں مذکور ہوا ہے کل موجود ترکہ کے تین حصے کر کے دو حصے باپ کی طرف والوں کو دیدین اور ایک ثلث مان کی طرف کے تمام موجود ذوی الارحام کو دیدین اب وہ باہم اسکو اسی طرح تقسیم کریں جیسا کہ قسم اول کے نمبر ۴ میں مذکور ہوا ہے یعنی باپ والوں کو مان والوں سے کچھ بچت نہیں بلکہ اسلئے اپنے دو ثلث کو اس طرح تقسیم کریں کہ حقیقیوں کے سامنے علاقائی محروم اور علاقائیوں کے سامنے اخیا فی۔ (جیسا کہ قسم اول نمبر ۴ میں مذکور ہوا) اور مان والوں کو ایک حصہ دیدین وہ اسکو باہم تقسیم کریں جیسا کہ قاعدہ نمبر ۴ قسم اول میں ذکر ہوا) اور باپ کی طرف والوں سے کچھ علاقہ نہ رکھیں یعنی جب دونوں طرف کے وارث موجود ہیں تو ایک طرف والے دوسری طرف والوں کو محروم و محجوب کر دیتے بلکہ باپ والے اپنے دو ثلث پر اور مان والے اپنے ایک ثلث پر قناعت کر کے باہم تقسیم کر دیتے اور خیال رکھا جائیگا کہ حقیقی کے سامنے علاقائی کو اور علاقائی کی زندگی میں اخیا فی کو میراث نہ پہونچے چونکہ یہ وارث بہت کم موجود ہوتے ہیں اسلئے ہم نے انکو سیدر محل بیان کر دیا ہے جو کافی ہے اگر ان مذکورہ بالا تمام قسموں اور تمام درجوں کے وارثوں میں سے کوئی موجود نہ ہو تو باپ اور مان کی پھوپھی اور خالہ وغیرہ کی اولاد کو اسی قاعدہ سے میراث لے گی جس طرح خود میت کی پھوپھی اور چچا اور خالہ کی اولاد کو میراث ملتی تھی جسکو ہم نے قسم دوم میں بیان کیا ہے۔ اور اگر انکی اولاد بھی کسی درجہ میں نہ ہو تو پھر دادا کی پھوپھی اور خالہ و ماموں وغیرہ اور نانی کی پھوپھی وغیرہ کو اس طرح میراث لے گی جس طرح اسی قسم سوم میں ذکر کیا جا بھی ختم ہوئی ہے لیکن چونکہ نہ یہ وارث کسی کے زندہ ہوتے ہیں اور نہ کہیں ان کی میراث کا مسئلہ پیش آتا ہے لہذا ہم نے زیادہ ذکر فضول سمجھا۔ واللہ اعلم بالصواب گزارش جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا ہے مناسب تو ذوی الارحام کے ذکر کو چھوڑ دینا تھا لیکن مختصر طرہ پر ذکر کر نیکا ارادہ ہو گیا تو میری فضول اور بے جوڑ عبارت نے اس بیان کو بہت طویل

کر دیا۔ ہر چیز مختصر کرنا چاہا مگر یہ خوف ہوا کہ کوئی بھی نہ سمجھیکا اسلئے طول کو اختیار کیا۔ یہ بحث مشکل ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ یہ ادراک جو بڑی محنت سے لکھے گئے ہیں عام لوگوں کیلئے مفید نہ ہونگے مگر باین خیال کہ شاید کسیکو نفع پہنچ جائے ان کو خارج کرنا مناسب نہ سمجھا۔

احقر نے تا مقدور خود اسکو عام فہم طریقہ سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے زیادہ عام فہم نہ ہونے پر ذہن قادر نہ تھا۔ بعض دفعہ کوئی شخص کسی بات کو بیان کر کے سمجھتا ہے کہ اس سے زیادہ مختصر و سلاست ممکن نہیں مگر دوسرا شخص ایسی آسان و مختصر عبارت میں اسکو ادا کر دیتا ہے کہ پہلا شخص بشرط انصاف مان جاتا ہے کہ بیشک میرا قصور تھا۔

پس اگر کوئی صاحب توجہ فرما کر اس سے زیادہ عام فہم طرز اور مختصر الفاظ میں اس بیان ذوی الارحام کو تحریر فرما کر احقر کے پاس بھیج دین تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط حیات ڈیڑھ سال کے بعد جب احقر اس کتاب پر نظر ثانی کر کے دوبارہ مرتب کرے گا۔ بجائے اس بیان کے ان کی تحریر فرمودہ بحث کتاب میں داخل کر کے ان کا نام نامی ظاہر کر دیا کیونکہ احقر کو مؤلف کتاب کا شوق نہیں۔ عام لوگوں کو سمجھانے کی آرزو ہے۔ واللہ تعالیٰ فضلہ

۱۵ اُمید ہے کہ طالب علمان عربی کو اس بحث سے نفع پہنچے گا ۱۲۱۵ ہجری میں کے بعد نظر ثانی ہو کر دوبارہ طبع ہوگی

# ساتواں باب

## فصل اول حصے نکالنے اور سهام لگانے کے طریقے

جب ہر قسم کے وارثوں کی میراث کا حال و ہر شخص کے مفصل حصے بیان ہو چکے تو مناسب ہو کہ اب میراث کو تقسیم کرنے اور مسئلہ بتلانے کا عام فہم قاعدہ اور طریقہ بھی لکھا جائے تاکہ بعد ملاحظہ بیانات سابقہ کے ہر شخص کی سانی حصے لگانے پر قادر ہو جائے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ وارثوں میں سب سے مقدم اور مستحق ذوی الفروض ہیں ان کے حصے شریعت میں مقرر ہیں ان کے حصے پورے دئے جائیں گے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے وہ عصباء کو ملتا ہے اور جب ان ہر دو قسم میں سے کوئی نہ تو ذوی الارحام کو ملتا ہے جن کا درجہ سب سے گھٹا ہوا ہے ذوی الفروض کو جو حصے ملتے ہیں وہ یہ حصہ حصے ہیں۔

سلسلے یعنی چھٹا۔ ثلث یعنی تہائی۔ دو ثلث۔ ثمن یعنی آٹھواں۔ ربع۔ نصف۔

ان کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں یعنی جب کسی ذوی الفروض کو حصہ ملتا ہے تو ان چھ ہی میں سے کوئی نہ کوئی ملتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے علاوہ کوئی اور حصہ مل جائے مثلاً یہ ممکن نہیں کہ کسی ذوی الفروض کو یا پانچواں حصہ یا ساتواں حصہ مل جائے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ان حصوں سے کم زیادہ مل جائے مثلاً یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی ذوی الفروض کو نو ان حصہ یا دسواں یا بارہواں حصہ مل جائے کیونکہ ان میں سے چھوٹا اور کم حصہ آٹھواں ہے اس سے کم کسی کو نہیں مل سکتا اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان حصوں سے زیادہ کسی کو مل جائے مثلاً سب سے بڑا حصہ ان میں دو ثلث ہے۔ اب نہیں ہو سکتا کہ کسی وارث کو اس سے زیادہ مل جائے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ تین ربع دیا جائے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ کل دیا جائے۔ اب ایک نقشہ لکھا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ ان مذکورہ بالا چھ حصوں میں سے کونسا حصہ کس کس شخص کو ملتا ہے۔

ملہ البتہ مد اور عول کی صورتوں میں زیادہ کم دیا جاتا ہے لیکن وہاں فی الحقیقت حصہ نہیں ملتا بلکہ لایحقی علی العلامہ

# نقشہ نمبر پہل شش حصہ مقرر شدہ بر ذوی الفروض مع تفصیل تحقیق

نمبر	نام حصہ	تفصیل تحقیق حصہ مع تشریح مختصر
۱	نصف	شوہر کو ملتا ہے۔ جبکہ مرنے والی زوجہ کے اولاد نہ ہو بیٹی کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو اور بھائی اُسکے ساتھ نہ ہو پوتی کو ملتا ہے جبکہ بیٹی اور بیٹا اور پوتا وغیرہ موجود نہ ہو۔ ہمشیرہ کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو اور میت بیٹا بیٹی کوئی نہ ہو اور باپ بھی نہ ہو علاتی ہمشیرہ کو ملتا ہے۔ جبکہ حقیقی ہمشیرہ موجود نہ ہو۔
۲	سُبع دو وارث مستحق ہیں	زوجہ مستحق ہے جبکہ شوہر کے اولاد نہ ہو۔ شوہر مستحق ہے۔ جبکہ زوجہ کی اولاد نہ ہو۔
۳	ثمن ایک وارث کا حق ہے	زوجہ کو ملتا ہے جبکہ شوہر کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ موجود نہ ہو
۴	دو ثلث چار وارثوں کو ملتا ہے	بیٹیوں کا حق ہے جبکہ دو یا دو سے زیادہ ہوں بشرطیکہ بھائی گیساعصبہ نہ ہوں پوتیوں کو ملتا ہے جبکہ بیٹیاں موجود نہ ہوں اور پوتا بھی نہ ہو۔ حقیقی بہنیں اگر ایک سے زیادہ ہوں تو انکو ملتا ہے بشرطیکہ میت کی اولاد نہ ہو علاتی بہنوں کو ملتا ہے جبکہ حقیقی بہنیں نہ ہوں بشرط مذکور صدر
۵	ثلث دو وارث مستحق ہیں	والدہ کا حق ہے جبکہ میت کی اولاد نہ ہو اور دو بھائی بہن بھی نہ ہوں احیائی بھائی بہن کو ملتا ہے جبکہ ایک سے زیادہ ہوں
۶	مُس (یعنی چٹا حصہ) چار وارث پاتے ہیں	باپ کو ملتا ہے جبکہ میت کے اولاد نہ ہو۔ والدہ کو ملتا ہے جبکہ میت کے اولاد نہ ہو یا کسی قسم کے دو بھائی بہن نہ ہوں احیائی بھائی اگر صرف ایک ہو تو اُسکو ملتا ہے احیائی بہن کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو۔
یہی چھ حصے ہیں جو مختلف حالتوں میں ذوی الفروض کو ملنے رہتے ہیں اسکی پوری تشریح		

اور باپ و اولاد نہ ہو۔



ذوی الفروض کے مذکورہ سابقہ حالات کو بڑھنے سے ہو جائیگی  
عصبات اور ذوی الارحام کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے  
وہ سب مقدم اور قریب کے عصبہ کو اور اگر عصبہ موجود نہ ہو تو سب قریب ذوی الارحام کو پہنچتا  
ہے چنانچہ یہ بات پوری تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔

پس اگر کسی شخص کے ان تینوں قسموں میں سے صرف ایک ہی وارث ہو تو (بعد تجمیز و تکفین  
موت و ادائے دین و اجرائے وصیت) جو کچھ مال باقی رہا ہے وہ اس وارث کو مل جائیگا خواہ وہ  
ایک وارث ذوی الفروض ہو یا عصبہ یا ذوی الارحام نہ کچھ ضرورت تقسیم کرنے کی ہے نہ حصہ  
لگانے کی مثلاً مسئلہ زیر مر مسئلہ عمر مر مسئلہ خالد مر

بھانجا

بیٹا

والد

اور اگر وارث ایک نہیں بلکہ چند ہیں لیکن سب ایک ہی نام کے ہیں (یعنی سب کے رشتہ کا ایک ہی  
نام ہے مثلاً چار بہنیں ہیں یا پانچ پوتے ہیں یا تین ماموں ہیں یا مومن ہیں) جب بھی کچھ  
وقت نہیں انکی جس قدر تعداد ہو اس قدر سهام کر کے ایک ایک سهام سب کو دید و خواہ وہ ذوی الفروض  
ہوں یا عصبہ یا ذوی الارحام مثال ذوی الفروض کی۔ زوجہ زوجہ بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی

مسئلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ  
ہمشیرہ ہمشیرہ ہمشیرہ ہمشیرہ ہمشیرہ ہمشیرہ  
مسئلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ

بھائی بھائی بھائی بھائی بھائی بھائی  
مسئلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ مسئلہ

مثال ذوی الارحام کی نواسا نواسا نواسا  
بھانجا بھانجا بھانجا بھانجا

### قاعدہ

عصبات اور ذوی الارحام میں جس جگہ مرد و عورت شریک ہو کر وارث ہوتے ہیں۔ (مثلاً  
بیٹی بیٹے کے ساتھ بہن بھائی کے ساتھ۔ بھانجی بھانجے کے ساتھ نواسی نواسے کیساتھ)  
تو وہاں ان مرد و عورتوں کو ایک ہی نام کے وارثوں کے مانند سمجھتے ہیں اور مرد کا دہرا عورت  
کا اکہ حصہ خیال کر کے جس قدر سهاموں کی ضرورت ہوتی ہے بنا لیتے ہیں

1 1 1 2 2 2 2

عصبہ نجاتین۔ یا بہا بجے کے ساتھ بہا بجیان وارث ہوں۔  
اور اگر مختلف رشتہ دار میں تو دیکھو کہ اُن میں ذوی الفروض صرف ایک ہی یا چند آدمی ہیں اگر  
ایک ہی ذوی الفروض ہی تو اسکا جو کچھ حصہ ہے اُسی کے موافق سهام مقرر کر کے ایک اسکودیدو  
اور باقی عصبات کو دیدو۔ مثلاً آٹھویں حصے والی ذوی الفروض ہے تو ترکہ کے آٹھ حصے کر کے  
ایک اسکودیدو۔ باقی عصبات کو دیدو۔ زوجہ۔ تین بیٹے یا چھٹے حصے والا ذوی الفروض ہی تو چھٹا اسکودیکر  
باقی عصبات کیلئے چھڑو۔ انبیائی بھائی۔ دو چچا۔ اپنی جو کچھ ذوی الفروض کے حصے سے باقی ماند عصبات  
کو دیا ہے وہ اسکوحسب قاعدہ باہم برابر تقسیم کر لینگے۔ اور اگر کئی آدمی ذوی الفروض ہیں یا ذوی الفروض  
میں عصبہ کوئی بھی نہیں تو ایک خط کھینچ کر اُسکے نیچے سب رتوں کو لکھو جو بوقت مرنے مورت کے  
زندہ تھے اور پہلی فصلوں میں دیکھو کہ ہر ایک ذوی الفروض کا حصہ مقررہ اُسکے نیچے لکھتے جاؤ اور  
دیکھو کہ سب کو حصے ملنے کے بعد کچھ باقی رہا ہے یا نہیں اگر باقی رہا ہے تو وہاں جو کوئی عصبہ ہے  
اسکو دیدو اور اگر باقی نہیں رہا تو عصبے کے نیچے لفظ محروم لکھ دو اور ہر غریبی حاجب محبوب  
کی بحث دیکھ لو شاید ان میں کوئی وارث محبوب ہو اور تمہیں غلطی سے حصہ دیدیا ہو۔ اور اگر دو تین  
عصبے ہوں تو یہ بھی دیکھ لو کہ ان میں کون مقدم اور قریب ہے جو قریب و مقدم ہے اسکو  
ذوی الفروض سے بچا ہوا دیدو اور بعد عصبے کو محروم لکھ دو

۱۵۔ اگر کوئی عورت ساتھ ہوگی تو اسکو اگر حصہ دین گے مثلاً بھائی کے ساتھ بہن یا پوتے کے ساتھ پوتی ۳

ایک ان باتوں کو ایک مثال میں جو حسین سبطا ذوی الفروض ہی ذوی الفروض ہیں ایک عورت کا انتقال ہوا اُسے چار وارث چھوڑے۔ والدہ۔ دختر پوتی شوہر۔ ہمنے ایک خط لکھ کر اپنے نیچے چاروں وارثوں کو لکھا شوہر والدہ دختر پوتی اور ہر ذوی الفروض کے مفصل حالات اور نقشوں کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جب میت کے اولاد ہوتی ہے تو شوہر کو چوتھا حصہ ملتا ہے اور والدہ کو چھٹا۔ یہی حصے ان دونوں کے نیچے ہمنے لکھ دئے پھر دیکھا کہ جب دختر تنہا ہوتی ہے تو اسکو نصف ترکہ ملتا ہے وہی اُسکے نیچے لکھا۔ پوتی کے حالات میں لکھا ہے کہ اگر میت کی ایک بیٹی موجود ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے اسلئے ہمنے چھٹا حصہ پوتی کے نام کے نیچے لکھ دیا۔ بس میت کا کل ترکہ تقسیم ہو گیا۔ اسکے بعد دوسری مثال پر خیال کرو حسین عصبہ بھی موجود ہے ایک شخص کا انتقال ہوا اُسے ایک زوجہ دو دختر۔ ایک نانی۔ ایک بھائی چوڑا۔ ان سب وارثوں کا نام ہمنے ایک خط کے نیچے لکھ کر ذوی الفروض کے مفصل حالات اور حصوں کے موافق زوجہ کو آٹھواں دو بیٹیوں کو دو تہ نانی کو چھٹا حصہ دیا۔ اسکے بعد جو سیکدر مل باقی رہ گیا۔ وہ بھائی کو دیا جو عصبہ ہے زوجہ دو دختر۔ چھٹی۔ بھائی۔ بیان بھی مسئلہ حل ہو کر ترکہ تقسیم ہو گیا۔ تیسری مثال کو بھی اسطرح سمجھو جو حسین عصبہ موجود ہے لیکن کچھ مال ذوی الفروض سے باقی نہیں رہا اسلئے محروم ہے شوہر والدہ ہمشیرہ خیاں چاروں کیونکہ حسب قاعدہ نصف شوہر کو ملا۔ ایک تہ والدہ کو اور چھٹا حصہ خیاں ہمشیرہ کو یہ تہ اور چھٹا ملکر بھی نصف ہو گئے نصف شوہر نے لیا نصف ان دونوں نے۔ بس ترکہ کا فیصلہ ہو گیا اور چچا صاحب جو عصبہ تھے خالی رہ گئے۔

ابھی ہم کو بہت سی مثالیں بیان کرنا باقی ہیں لیکن اُن سے پہلے آپ اس ضروری بات پر خیال کریں کہ ان تین مثالوں میں اپنے حصے بھی لگا دئے اور ترکہ تقسیم کر دیا۔ ادبلا شہبہ اسقدر معلوم ہو جانا بھی بہت غنیمت اور بڑا بھاری علم ہے لیکن یہ بات ابھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان تینوں مثالوں میں کل ترکہ کو کتنے سهام بنا کر وارثوں پر تقسیم کریں۔ مثلاً پہلی مثال میں ہمنے چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا حصہ والدہ کو نصف دختر کو چھٹا پوتی کو دیا ہے اب یہ سمجھنا باقی ہے کہ کل ترکہ کو کتنے سهام کر کے ان کو غیر تقسیم کریں اور جسکو نصف چھوٹا ہے اسکو سقد سهام دیں اور جسکو چھٹا چھوٹا

اسکو کس قدر اور جسکا حصہ ربع ترکہ ہے اسکو کتنے سهام دین بساں سی بات کو خوب غور سے سنو  
 سمئے یہ بتلادیا تھا کہ جبکہ صرف ایک وارث ہو یا ایک نام کے چند وارث ہوں وہاں کچھ جھگڑا  
 تقسیم میں نہیں رہتا بلکہ جس قدر آدمی ہوتے ہیں اسقدر سهام بنا کر ایک ایک حصہ سب کو دیدیجئے  
 اسلئے ہم اس قاعدہ کو نہیں دہراتے بلکہ اسی صورت کی مذکورہ بالا تین مثالوں کو سمجھاتے ہیں جہاں مختلف  
 وارث ہوں۔ پہلی مثال میں اگر ہم کل مال کے تین سهام کر کے آدھا سهام والدہ کو دین آدھا پوتی کو  
 اور ڈیڑھ سهام بیٹی کو اور پونہا سهام شوہر کو تب بھی میراث بخوبی تقسیم ہو جائیگی اور جسکا جتنا حق  
 تھا اسکو مل جائیگا کیونکہ تین سهام میں سے پونہا سهام شوہر کو ملا تو چوتھا حصہ مل گیا اور والدہ اور پوتی  
 کو نصف نصف سهام ملا تو چھٹا حصہ ہر ایک کو پھوپھا اور تین سهام میں سے ڈیڑھ سهام پوتی کو  
 ملا تو نصف مال مل گیا۔ لیکن حصوں کو توڑ توڑ کر دینا پڑا اور فرض میں یہ قاعدہ ہے کہ مال کے اتنے  
 سهام بناتے ہیں جبکو تقسیم کرنے میں توڑنا نہ پڑے اور ہر شخص کو سالم سهام مل جائیں۔ پس ہمیں سوچا  
 کہ شاید اس صورت میں چار سهام کر کے تقسیم کر نیسے پورا پورا سهام ملے لیکن غور سے دیکھا تو بیان  
 اور بھی زیادہ ٹکڑے کر کے تقسیم کرنا پڑتا ہے اور پانچ میں بھی یہی خرابی ہے تو چھ سهام کر کے تقسیم  
 کرنا چاہا تو وہاں شوہر کو ڈیڑھ سهام دینا پڑتا۔ اس طرح سات سهام آٹھ سهام نو سهام دس سهام  
 گیارہ بارہ سهام کرنا کسی طرح بلا توڑنے سهام کے تقسیم نہیں ہو سکتا لہذا تیرہ ہی تقسیم کرنا چاہا تو  
 ایسی طرح تقسیم ہو گیا کہ سهام کو توڑنا نہ پڑا اور حصہ ہر شخص کا پورا مل گیا یعنی کل مال کے تیرہ سهام کر کے  
 بارہ میں سے چوتھا حصہ یعنی تین سهام شوہر کو دے چھٹا حصہ یعنی دو سهام والدہ کو اور اسقدر پوتی  
 کو دے اور بارہ میں سے نصف یعنی چھ سهام بیٹی کو دے بس کل مال کا فیصلہ ہو گیا اور سهام  
 میں کسر نہ واقع ہوئی یعنی کوئی حصہ توڑنا نہیں پڑا۔ شوہر والدہ دختر پوتی  
 ایک ہر جگہ بھی قاعدہ سمجھ لو کہ اول ایک خط کے نیچے وارثوں کو لکھ کر ان کے حصے لگا دو اور پھر  
 دیکھو کہ کتنے سهام کرنے سے بلا تکلف مال تقسیم ہوتا ہے اور سهام کو توڑنا نہیں پڑتا جتنے  
 سهام کرنے کے بعد مطلب حاصل ہوتا ہو اسقدر سهام خط کے اوپر لکھ کر حصوں کی مطابقت ہر ایک  
 ملے یعنی ایک سهام میں سے تین ربع یعنی کل مال کا چوتھا حصہ ۱۲ سهام تیرہ بنا دینے اور تقسیم کرنے کے بعد حساب بارہ ہو گیا  
 کیونکہ ایک سهام صرف عول کے لئے بڑا ہے مطلب سمجھانے کے لئے یہ مثال کافی ہے ۱۲

وارث کے سهام اُسکے نیچے لکھ دو اور سب سے پہلے جو ایسا عدد لجاوے جس میں سب سهام  
نکل آویں بس سب کو تقسیم کا ذریعہ بنا لو چنانچہ دیکھو قبل زین جو ہم نے دوسری مثال لکھ کر حصے لگائے  
تھے وہ یہ تھی زوجہ دو دختر تانی بھائی یہاں ہر چند غور کیا مگر کوئی تعداد سهام کی ایسی خیال  
میں نہ آئی کہ حصے پورے لجا سکیں اور سهام توڑنے کی نوبت نہ آئے بہت سے عددوں میں امتحان  
کر کے دیکھا لیکن توڑ کر حصہ لگانا پڑتا ہے دو میں بھی تین میں بھی چار با پنج میں بھی اب ہم نے سمجھا کہ حصہ  
سے بلا تکلف تقسیم ہو جائیگا اسلئے دوثلث یعنی چار سهام دختروں کے نیچے لکھ دے اور چھ میں سے ایک  
سهام نانی کے نیچے لکھا لیکن جب زوجہ کو آٹھواں حصہ دینا چاہا تو پھر وہی خرابی پیش آئی سهام  
توڑنے پڑے یعنی پونا سهام زوجہ کو ملتا ہے اب ہوش آیا کہ چھ سهام کر کے بھی تقسیم نہیں ہو سکتا  
آگے چلے تو سات میں بھی مدعا نہ برآ یا نہ آٹھ میں نہ نو میں اس طرح ہر ایک عدد کو دیکھا اور بڑھتے بڑھتے  
بیش سهام بھی کر کے دیکھ لئے لیکن یہی بات نصیب ہوئی کہ سهام توڑنا نہ پڑے اور مال حصہ سرد  
سب کو بھونچ جائے۔ بیس سے آگے اکیس بائیس تیس سهام کئے مگر وہی سهام ٹوٹنے کی خرابی  
بدستور رہی۔ دل گھبرا گیا مگر ہم نے ہمت نہ ہاری اور چوبیس کو آزما یا تو سارا عقدہ حل ہو گیا اور پورے  
پورے سهام پھونچ کر مال تقسیم ہو گیا۔ زوجہ دو دختر تانی بھائی۔ اب ہماری ہمت

بند ہو گئی اور قاعدہ معلوم ہو گیا۔ تیسری مثال جو پہلے مذکور ہو چکی ہے اسکو تقسیم کر نیکے لئے دو  
چار عددوں کو آزما کر دیکھ لیا اور چھ سهام کرنے سے بلا تکلف وہ ترکہ تقسیم ہو گیا شوہر والدہ بھائی بہن چچا  
چونکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد کوئی سهام باقی نہیں ہوتا اسلئے چچا محروم رہ گئے  
اعترض سهام کا باقی رہنا نہ ہنا تو سهام لگانے والے کی مرضی پر موقوف ہوا دیکھئے اگر آپ سی  
موقع پر سات سهام کر کے تقسیم کر دیتے تو ضرور ایک سهام چچا کے لئے باقی رہ جاتا۔

جواب نہیں۔ گمانا بربانا کسی کے اختیار میں نہیں بلکہ ذوی الفروض کے حصوں کے لحاظ سے  
ایسا عدد تلاش کرتے ہیں جس میں ذوی الفروض کو پورا پورا حصہ لجاوے اور سهام کو توڑنا نہ پڑے  
پس جو عدد ہر کو سب سے پہلے ایسا مل جائیگا وہیں ٹھہرنا لازم ہے آگے بڑھ ہی نہیں سکتے۔ اگر ٹھہر گئے تو  
غلطی ہوگی کیونکہ اصل تو وہ حصے ہیں جو ہم نے دارثوں کے نام کے نیچے لگائے ہیں جب ان میں گنجائش

نہیں تو سهام بڑھانا حاجت ہے کیونکہ سهام تو ان ہی حصوں کے موافق کئے جاتے ہیں جو وارثوں کے لئے مقرر کر کے ان کے نیچے لکھے گئے ہیں اب سهام بقیعہ بڑھائے جائیں گے تو ذوی الفروض کا حصہ گھٹ جائیگا یا یہ سهام بڑھانا فضول جائیگا۔ مثلاً اسی مذکورہ بالا مثال میں اگر چھ کی کشتات سهام بنادین اور ان میں سے ایک چھ کو ویدین اور تین شوہر کو دو والدہ کو ایک بہن کو تو سب کا حصہ گھٹ جائے کسی کو بھی حصہ شرعی نہ پہونچے کیونکہ شوہر کو سات میں سے تین دے تو آدھا ترک نہ پہونچا والدہ کو دو دے تو ثلث نہ پہونچا بہن کو ایک دیا تو چٹا حصہ نہ پہونچا بلکہ ساتوں حصہ پہونچا اور اگر سب کے حصے پورے ویدین یعنی نصف شوہر کو ثلث والدہ کو چٹا بہن کو تو بس مال ختم ہو جائے یہ سهام بڑھانا بیکار جائے اب ہم چند مثالیں مختصر تشریح کے ساتھ لکھتے ہیں جس سے آپ کے ذہن میں یہ قاعدہ بخوبی جم جائیگا کہ ذوی الفروض کے حصے لگانیکے بعد ایسا عدد تلاش کر لیتے ہیں جس سے یہ سب بخوبی نکل آویں اور سهام ٹوٹنے نہ پائے اور سب سے پہلے جو عدد ملتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھتے اس قدر سهام بنا کر تقسیم کر دیتے ہیں۔

مثال ۴۔ حسین دو عصبے موجود ہیں ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال قریب کو ملا بعد محروم رہا

لکھنیا والدہ دختر بیٹیا چٹا نصف باقی قریب  
کر نیسے معلوم ہوا کہ بارہ کے سوا کوئی عدد ایسا نہیں جس سے بلا توڑنے سهام کے پورا پورا حصہ تمام مستحقون کا نکل آوے

مثال ۵۔ حسین دو عصبے ایک نام کے موجود ہیں لہذا ذوی الفروض سے باقی ماندہ دونوں پر تقسیم کر دیا گیا والدہ بیٹی بیٹیا بیٹیا۔ یہاں ہمنے والدہ کے نیچے چٹا۔ اور بیٹی کے نیچے نصف لکھا اور باقی دونوں بھتیجوں کے نیچے لکھ دیا اور پھر غور کیا کہ ایسا کونسا عدد ہے کہ اس میں سے چٹا والدہ کو اور نصف بیٹی کو مل جائے۔ اور سهام توڑنا نہ پڑے دو تین چار پانچ چھ کو امتحان کر نیسے سمجھ میں آ گیا کہ چھ سے ہمارا مدعا پورا ہوگا اس لئے کل مال کے چھ سهام کر کے چٹا حصہ یعنی ایک سهام والدہ کو نصف یعنی تین سهام بیٹی کو اور باقی ماندہ یعنی ایک ایک سهام ہر دو بھتیجوں کو مل گیا۔

سوال۔ جس طرح آپ نے چھ سهام کر کے اس مال کو تقسیم کیا ہے اسی طرح بارہ سهام بنا کر بھی آپ اسکو

۱۸۱  
۱۸۲

بلا تکلف تقسیم کر سکتے ہیں۔ والدہ بیٹی بیٹا۔ بہن بھائی۔ اور صرف بارہ ہی نہیں بلکہ اٹھارہ اور چوبیس اور تیس اور چھتیس اور تالیس ششاسم سے بھی ایسی طرح تقسیم ہو سکتا ہے کہ سهام کو توڑنا نہیں پڑتا اور ہر ایک وارث کا پورا پورا حصہ ملتا ہو مثلاً۔ والدہ بیٹی بیٹا۔ بہن بھائی۔ پس چھ کے عدد کی کوئی خصوصیت نہ رہی اور چھ سهام بنا کر تقسیم کرنا ضروری نہ ہوا بلکہ جس عدد کی تقسیم کر دین صحیح ہو جائیگا۔

جو اب بلاشبہ چھ کے سوا دوسرے عددوں سے بھی تقسیم ہو سکتا ہے اور چھ سے دو چند نہ چند چار چند بنا لیتے ہیں بھی سهام نہیں ٹوٹتا بلکہ پورا تقسیم ہو جاتا ہے لیکن شاید آپ کو یاد ہو کہ ہم نے پہلی مثال کو سمجھانیکے بعد ہر جگہ مقرر شدہ حصوں کے سهام لگانے کا قاعدہ سمجھاتے ہوئے عرض کیا تھا کہ سب سے پہلے جو ایسا عدد مل جائے جس میں سب سے پورے نکل دیں اُس کو تقسیم کا ذریعہ بنا لو جیسا اپنے بتلایا ہے اس موقع پر چھ کے سوا بہت عدد ایسے ہیں جو اس ترکہ کو تقسیم کر دین اور سهام توڑنا نہ پڑے لیکن سب سے پہلا عدد انکو نہیں کہہ سکتے۔ پوری طرح تقسیم کر نیوالا سب سے پہلا عدد چھ ہی اسلئے بقاعدہ فرائض اس مثال میں چھ سهام بنا کر تقسیم کرنا ضروری ہے اور دیگر مثالوں میں بھی جو سب سے چوٹا اور سب سے پہلا عدد پوری طرح تقسیم کر نیکی قابلیت رکھتا ہو وہی لیا جا دیکھا۔ اگر اس سے بڑا عدد لیکر بھی کوئی تقسیم کرے تو حصے سبکو پورے مل جائیں گے لیکن فرائض کے قاعدے سے جو شخص واقف ہوگا وہ کہے گا کہ غلط تقسیم کیا ہے اسلئے فرائض میں جیسا اس بات کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کوئی سهام توڑنا نہ پڑے بلکہ ہر وارث کے حصے میں پورا سهام آوے خواہ ایک سهام آوی یا دو یا دس یا بیس۔ اسطرح یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ سهام فضول اور مفادہ نہ بڑھ جائیں جہاں تک ممکن ہو اختصار ہے پس سی مثال میں جبکہ ہم چھ سهام بنا کر تقسیم کرتے ہیں اگر آپ بارہ یا اٹھارہ یا چوبیس یا تیس وغیرہ سهام بنا کر تقسیم کریں تو اپنے فضول سهام بڑھائے کیونکہ تقسیم کر نیکے لئے تو چھ سهام بنالینا ہی کافی تھا جو سب سے چوٹا اور مختصر عدد ہے۔

مثال ۷۔ جبین عصبات مرد و عورت ہیں۔ والدہ والد بیٹا بیٹی بیٹی۔ والدہ اور والد کا چٹا چٹا حصہ مقرر تھا اسلئے کل ترکہ کے چھ سهام مقرر کئے تاکہ انکا حصہ مل جائے اور سهام نہ ٹوٹے والدین کا حصہ دینے کے بعد جو چار باقی ہے وہ میت کے بیٹا بیٹی کو دیدے کیونکہ وہ عصبہ ہیں

باقی لکھ دیا اسکے بعد سهام تجویز کر نیکی لئے مناسب عدد کو تلاش کیا تو زیادہ حیران ہوتا نہیں پڑا بلکہ صرف مذکورہ بالا چھ عددوں میں غور اور امتحان کیا اور سب سے اخیر میں چوبیس کے عدد نے اس مشکل کو حل کر دیا یعنی چوبیس سهام بنا کر تیس سهام ذوی الفروض کے حصوں میں خرچ کر دئے باقی ایک رہا وہ میت کے بہن اور بہائی دونوں کا حق ہے اسی ایک سهام میں دونوں شریک رہیں گے۔ اسی ایک سهام کے تیس ٹکڑے کر کے دو ٹکڑے بہائی کو دئے جائیں گے ایک بہن کو

فصل ۲۔ عول یعنی سهام بڑھانیکا بیان

بعض دفعہ موجودہ وارث اس قدر حصوں کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ کل مال میں ان حصوں کی گنجائش نہیں ہوتی اگر بعض وارثوں کا حصہ پورا ویدین تو دو سروں کے حصہ میں خلائ جائیگا یا بالکل محروم رہ جائیں اور دوسری مشکل یہ ہوتی ہے کہ کوئی عدد ایسا نہیں نکلتا جس میں یہ سب حصو پوری طرح نکل آویں اور سهام تو ناجہی نہ پڑے۔ اب اس دشواری کو ایک مثال میں سمجھ لو پھر اس کے

۱۷۔ جسے مختصر کر دیا ہے اگر کل سهام ۲۰ بنالین تو بین بھائی کا سهام بھی ٹوڑنا نہ پڑے دو بھائی کو ملین ایک بہن کو ۱۲



حل کرنے کا قاعدہ بتلایا جائے گا۔

مثال شوہر دو حقیقی بہن دو خیانی بہن اس مثال میں اول تو حصے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ تمام مال انکے لئے کافی نہیں اسلئے کہ جب دو ثلث حقیقی بہنوں کو دیا اور ایک ثلث خیانی بہنوں کو تو کل مال ختم ہو گیا۔ اب شوہر کو کمانے دین اسلئے کہ ایک ثلث اور دو ثلث ملکر مال تمام ہو جاتا ہے اب شوہر کو نصف دینے کی گنجائش نہیں۔ اور اگر شوہر کو نصف اور خیانی بہنوں کو ثلث دیدین تو آگے صرف چھٹا حصہ باقی رہ جائے حقیقی ہمیشہ دین کے لئے دو ثلث کس طرح دیا جائے اور اگر ان سب وارثوں کے نیچے حسب قاعدہ انکے حصے لکھ بھی دیں تو دوسری مشکل اور دشواری یہ ہے کہ ایسا عدد کوئی بھی نہیں ملتا جس میں سے یہ حصے پوری طرح تقسیم ہو جائیں جو عدد تجویز کرتے ہیں اور جتنے سهام بنا کر تقسیم کرنا چاہتے ہیں اسی میں غلطی ہو جاتی ہے مثلاً چھ سهام بنا دیں اور جنکا دو ثلث حصہ تھا انکو چار سهام دیدیں اور ایک ثلث والے وارثوں کو دو سهام دیدیں تو جبکہ نصف حصہ مقرر تھا وہ محروم رہ جائے اور اگر نصف کے مستحق کو تین سهام دیدیں تو دوسری مستحق کو کیسے پورا حصہ دین اسکے سوا بارہ یا چوبیس یا آٹھ وغیرہ سهام بنائیں۔ یا بالافرض نو دس سپندرہ سهام بنا ڈالیں

پھر بھی وہی خرابی موجود ہے اور کوئی صورت ٹھیک نہیں بیٹھتی۔

اس مشکل کو حل کرنے کا عمر رضی اللہ عنہ نے جو قاعدہ تجویز فرمایا ہے اسکو عول کہتے ہیں جسکو ہم اب سمجھانا چاہتے ہیں۔

جس جگہ کہیں اس قسم کی دشواری پیش آوے (یعنی میت کا مال حصوں کے لئے کافی نہوار کوئی عدد انکو تقسیم کرنے والا نہ ملے) وہاں مال کے کافی ہونے کا لحاظ نہیں کرتے اور سب وارثوں کے نیچے انکے پورے حصے مقرر شدہ لکھ دیتے ہیں اور پھر حسب قاعدہ سب چوٹا اور کم مقدار والا ایسا عدد تلاش کرتے ہیں جس میں سے سب وارثوں کے حصے نکل آ دیں اور سهام توڑنے کی حاجت نہو اسی عدد کے حساب سے ہر ایک وارث کو پورے سهام حصہ رسد دیگر اسکے نام اور حصے کے نیچے ان سهاموں کی تعداد لکھ دیتے ہیں لیکن اب چونکہ مجموعہ سب سهاموں کا زیادہ ہو جاتا ہے اور اصل تقسیم کرنے والے عدد سے بڑھ جاتا ہے اسلئے وہ چوٹا

عدد جسکو تلاش کر کے آپ نے اُسکے بموجب سهام تقسیم کئے تھے۔) بچے کھینچے ہوئے خط کے اوپر لکھا رہنے دو اور اُسکے اوپر ان سب سهاموں کے مجموعہ کی تعداد لکھ دو۔

دیکھو اسی مذکورہ بالا مثال میں جہاں یہ خرابی پیش آرہی تھی شوہر کے نیچے نصف لکھ دیا جتنی بہنوں کے نیچے دو ثلث لکھے۔ اخیانیوں کے نیچے ایک ثلث تحریر کیا اور اسکا کچھ خیال نہیں کیا کہ اس قدر حصوں کی اس مال میں گنجائش ہے یا نہیں۔ اُسکے بعد ایسا عدد تلاش کیا جس میں سے سب حصے کُل مال میں ایسا عدد سب سے چھوٹا ہو چھ ملا۔ ہننے کُل مال کے چھ سهام کئے۔ شوہر نصف کا مستحق ہوا اُسکو چھ میں سے تین ویدئے حقیقی بہنیں دو ثلث چاہتی ہیں اُنکے نیچے چھ میں سے چار لکھ دئے دو اخیانی بہنوں کا حصہ ایک ثلث ہوتا ہے اُنکے نام کے نیچے چھ میں سے ثلث یعنی دو سهام لکھ دئے۔

شوہر حقیقی بہنیں۔ اخیانی بہنیں۔ اب ان وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سهاموں کو شمار کیا تو بہت بڑھ گیا۔  
 دو ثلث ایک ثلث  
 بن یعنی بجائے چھ کے نو ہو گئے ہیں لہذا ہننے چھ کے ساتھ نو کو بھی لکھ دیا

یعنی بچے خط کے اوپر جو چھ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اُسکے اوپر نو کو بھی لکھ دیا اور درمیان میں عین کا نشان بنا دیا کیونکہ نفع و عمل میں سب سے پہلے عین ہے اس عین کے اشارہ سے معلوم ہو جائیگا کہ یہاں عمل کی وجہ سے بجائے چھ کے نو ہو گیا۔

شوہر دو حقیقی بہنیں دو اخیانی بہنیں۔  
 عمل میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ مال جو سب ذوی الفروض کے حصوں کیلئے کافی نہیں تھا کُل سب پر حسب قاعدہ تقسیم ہو جاتا ہے اور کسی خاص شخص کے حصے میں خلل نہیں آتا بلکہ سب کے حصوں میں حصہ رسد نقصان اور کمی ہو جاتی ہے اور تقسیم میں وقت و حیرانی پیش نہیں آتی  
 عمل کا بیان شاید اکثر ناظرین کے ذہن میں نہ آ سکے لیکن ہم حتی الوسع آسان و سہل طریقہ میں سمجھا رہے ہیں اور ذہن نشین کرانیکے لئے دو مثالیں اور لکھتے ہیں۔

مثال شوہر دو حقیقی بہنیں۔ یہاں بھی میت کا مال سب حصوں کیلئے کافی نہ تھا لیکن ہننے حسب قاعدہ نصف شوہر کے نیچے لکھ دیا اور دو ثلث دو ہمیشہ کے نیچے۔ بعد ازاں دیکھا کہ چھ سهام بنائے دو ثلث بھی نکال سکتا ہے اور نصف بھی لہذا چھ کا ہندسہ طویل خط کے اوپر لکھا اور چھ میں سے نصف یعنی تین سهام شوہر کو دئے اور دو ثلث یعنی چار سهام دو لون بہنوں کو دئے۔ اب دیکھا تو سهاموں کا مجموعہ سات ہو گیا چونکہ قاعدہ معلوم تھا لہذا ہم گھبرائے نہیں

**مثال** زوجہ دختر پوتی والدہ چٹا چٹا چٹا یہاں بھی چونکہ میت کا مال سب حصوں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا لہذا ہم نے سب کے حصے مقررہ پہلے قاعدوں کی موافق دیکھ کر نیچے لکھ دیئے اور پھر ان عددوں کو دیکھا جو سهام نکالنے کے لئے بتلائے گئے ہیں یعنی ۲-۳-۴-۵-۶-۸-۱۲-۲۴۔ ہر ایک عدد کو دیکھا کسی میں سے سب وارثوں کے حصے بدون توڑنے سهام کے نکل سکے لیکن آخر میں جو بیس سهام مقرر کر نیسے سب کے حصے پورے نکل آئے اور سب کے نیچے بمقدار حصہ سهام لکھ دیئے اور جب مجموعہ بڑھ کر ستائیس<sup>۲۶</sup> ہو گیا تو اسکو جو بیس کے اوپر عین کا نشان بنا کر لکھ دیا۔

**مثال** زوجہ دو حقیقی بہن - ایک اخیانی اسکو اپنی عقل سے سمجھ لو بہت آسان ہے قاعده جس صورت میں عول ہوتا ہے وہاں عصبات کو ہرگز کچھ حصہ نہیں ملتا یا تو وہاں پر عصبے موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر موجود ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں اسلئے کہ عصبون کو

www.besturdubooks.net

اُسی وقت کچھ مل سکتا ہو کہ ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد کچھ باقی رہے اور ہاں عول ہو گا وہاں باقی کیسے رہیگا اگر باقی رہتا تو عول کی وقت ہی کیون آتی عول تو اسوجہ سے ہوتا ہے کہ خود ذوی الفروض کے حصوں کے لئے بھی مال کافی نہیں ہوتا اور سب وارثوں کے سهام لگانے کے بعد مجموعہ بڑھ جاتا ہے اور اصل عدد کے اوپر عین کی علامت بنا کر لکھا جاتا ہے۔ پس عول کی صورت میں یا تو عصبیات موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر موجود ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں۔

قائدہ جب میت کے وارثوں میں بیٹا موجود ہوتا ہے تو وہاں عول ہرگز نہیں ہوتا اسلئے کہ خداوند جل شانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے بیٹے کی موجودگی میں (اواسی طرح پوتے کے سامنے) بعض ذوی الفروض کو بالکل محروم کر دیا ہے اور بعض کے حصے اس قدر کم مقرر کئے ہیں کہ انکو حصے مل جانے کے بعد بیٹے کے لئے بہت سا مال باقی رہ جاتا ہے حصوں کی تنگی اور عول کی صورت پیش ہی نہیں آتی تاکہ بیٹا اور پوتا محروم نہ رہ جائے۔ قربان ہو جائیں اپنے مہربان خالق مالک کے کیسی حکمت سے حصے لگائے ہیں اور کس خوبی سے قاعدہ مقرر کیا ہے۔ فسبحان اللہ العظیم الحکیم

## فصل دوم یعنی حصے بڑھانے کا بیان

بعض صورتوں میں میت کے ذوی الفروض اس قدر کم ہوتے ہیں کہ انکے حصے پورے دینے کے بعد میت کے ترکہ میں سے کچھ مال باقی رہ جاتا ہے اور عصبہ کوئی موجود نہیں ہوتا جو اس باقی ماندہ کا حق ہو ذوی الارحام یا تو موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں کیونکہ ذوی الفروض اور عصبیات کی موجودگی میں ذوی الارحام بالکل وارث نہیں ہوتے نہ کل مال کے نہ باقی ماندہ کے پس ایسی صورت میں ذوی الفروض کے حصوں سے باقی ماندہ مال کو بھی ذوی الفروض ہی کو دوبارہ دیدیتے ہیں اور اسکو حصہ دیتے ہیں (یعنی باقی ماندہ مال کو بھی انھیں وارثوں پر لوٹا دینا۔ لیکن دوبارہ دینے میں یہ لحاظ رکھتے ہیں کہ پہلے جس وارث کو زیادہ حصہ پہنچا تھا اسکو اب بھی زیادہ دیتی ہیں اور جب کو کم ملا تھا اسکو کم۔ مثلاً کل مال میں سے جب کو پہلے چٹا حصہ دیا تھا اسکو اب بھی چٹا دیتے اور جب کو پہلے نصف دیا تھا اسکو اب بھی نصف۔ ایسی صورتوں میں مسئلہ کھننے کی ترکیب یہ ہے کہ اول حسب قاعدہ لمبے خط کے نیچے سب وارثوں کو لکھ کر انکے مقرر شدہ حصہ ذوی الفروض کے بیان میں

سوائے زوم  
و قسوم  
دیکھو ۱۵۳

دیکھ کر لکھدو اور پھر وہی سب سے چھوٹا عدد تلاش کر لو جس میں سے سب حصے نکال دیں اور سهام توڑنا نہ پڑے اور اس عدد کو لمبے خط کے اوپر لکھدو اور پھر حساب لگا کر بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے اس کے سهام بھی لکھدو اب سهاموں کی میزان دو یعنی سب کے مجموعہ کا حساب لگاؤ تو یہ اس عدد سے کسی قدر کم رہینگے جو اپنے لمبے خط کے اوپر لکھا ہے پس اس مجموعہ کو بھی اسی عدد کے اوپر لکھدو اور درمیان میں رد کا نشان بنا دو اس طرح لکھو اب آپ کی سجدہ میں آگیا ہوگا کہ رد میں بالکل عول کے برعکس معاملہ ہے وہاں لمبے خط کے اوپر لکھے ہوئے عدد مقررہ سے سهام کا مجموعہ بڑھ جاتا تھا اور عول کا نشان بنا کر اس کے اوپر لکھا جاتا تھا اور یہاں مجموعہ کم رہ جاتا ہے اور رد کی علامت بنا کر اس عدد کے اوپر لکھا جاتا ہے۔ اور مندرجہ ذیل مثالوں سے تو خوب ہی ذہن نشین ہو جائیگا۔

**مثال** والدہ <sup>چھٹا</sup> <sup>دو</sup> <sup>نصف</sup> دیکھو یہاں والدہ کا چھٹا حصہ ہے اور دختر کا نصف اور چھ کے عدد میں سے یہ دونوں حصے بلا ٹوٹنے سهام کے نکل سکتے ہیں لہذا ہمنے چھ سهام تجویز کئے اور چھ میں سے نصف یعنی تین سهام بیٹی کو دئے اور چھٹا حصہ یعنی ایک سهام والدہ کے نیچے لکھا اب دیکھا تو مجموعہ چار ہوتا ہے اور کوئی عصبہ یہاں موجود نہیں جو باقی کا مستحق ہو لہذا رد کا نشان بنا کر اس کو چھ کے اوپر لکھ دیا۔

**مثال** والدہ <sup>بہشتیہ</sup> <sup>پھوپھی</sup> بنائے دو والدہ کو تین بہشتیہ کو دئے ایک سهام باقی رہ گیا ہے اس کے لینے کے لئے عصبہ کوئی موجود نہ تھا۔ پھوپھی زندہ تھی لیکن وہ ذوی الارحام میں شمار ہے ذوی الفروض و عصبہ کی موجودگی میں وہ بالکل محروم رہتے ہیں لہذا ہمنے اس ایک باقی ماندہ حصے کو بھی اُنہیں دونوں وارثوں کو دیا لیکن ایسی ترکیب سے کہ جس کا زیادہ حصہ مقرر تھا اس کو دوبارہ بھی زیادہ ملا اور جس کا حصہ کم تھا اس کو دوبارہ بھی اسی حصے کے حساب سے کم ملا اور کل سهاموں کا مجموعہ کو اسی عدد کے اوپر علامت بنا کر لکھ دیا۔

**قاعدہ**۔ اگر سب ذوی الفروض ایک ہی نام کے ہوں اور ان کا حصہ مقررہ دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہتا ہو تو وہاں تقسیم کرنا بہت آسان ہے جب قدر وارث ہوں اس قدر سهام مقرر کر کے

۱۲ یعنی سب کا رشتہ ایک ہی ہو مثلاً سب بیٹیاں ہوں یا سب بہنیں ہوں ۱۲

بلا تکلف سب کو ایک ایک دیدین اور لمبے خط کے اوپر ان سب کے مجموعہ کو لکھ دین بس اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں دیہ قاعدہ پہلی فصل میں نقشہ نمبر ۶ کے بعد بیان ہو چکا ہے لیکن رد کے ذکر میں اسکو دوبارہ مستقل بیان کرنا مناسب معلوم ہوا۔

مثال بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی بیٹیاں چونکہ ایک سے زیادہ ہیں لہذا انکو دو تہاں ملنا چاہئے لیکن چونکہ باقی ماندہ ایک تہاں کا لینے والا کوئی نہیں لہذا اکل مال نہیں بیٹیوں کا حق ہو گیا اور چونکہ بیٹیوں کی تعداد پانچ تھی لہذا ہر ایک پانچ سہام مقرر کر کے سب کو ایک ایک سہام دیدیا قاعدہ۔ اگر کسی جگہ دوسری قسم ذوی الفروض بھی ہوں اور زوجہ و شوہر میں سے بھی کوئی موجود ہو تو وہاں روہو کر جو دو بارہ مال وارثوں کو دیا جاتا ہے اُس میں سے زوجہ یا شوہر کو حصہ نہ ملیگا جو کچھ پہلے دیا گیا ہے وہی ان کا حق ہو گا یہ باقی ماندہ جو دو بارہ تقسیم ہوا ہے یہ زوجہ اور شوہر کے سوا دوسرے ذوی الفروض کو ملیگا ایسی صورت میں زوجہ یا شوہر کا حصہ پہلے دیدیتے ہیں اور اُس کے بعد جو مال باقی رہے اُسے دیگر ورثہ پر اُسی قاعدہ کی موافقی تقسیم کرتے ہیں یعنی اول لمبا خط کیسچا کے نیچے حصے لکھ دیتے ہیں۔ اور پھر کوئی عدد تجویز کر کے نیچے سہام لکھا دیتے ہیں مثال زوجہ والدہ دھتہ دیکھو یہاں اول آٹھواں حصہ زوجہ کو دیدیا اُس کے بعد جو

مال باقی رہا اسکو والدہ اور دختر پر تقسیم کیا والدہ کے نیچے چھٹا اور دختر کے نیچے نصف لکھا اور پھر عدد تلاش کیا جس میں سے یہ سهام نکل دیں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ چھ عدد جو تیز کر نیسے والدہ اور دختر کا حصہ کل آدھکا۔ چھ کا ہندسہ لمبے خط کے اوپر لکھ کر چھ میں سے ایک سهام والدہ کے نیچے لکھا اور تین بیٹی کے نیچے۔ اب چونکہ مجموعہ ان کا چار ہوتا ہے لہذا چھ کے اوپر رد کی علامت بنا کر چار کا ہندسہ بھی لکھ دیا۔ اب اس صورت میں واپس شدہ مال میں سے دوبارہ زوجہ کو کچھ نہیں ملا اسکو کل مال میں سے صرف آٹھواں ملا۔ جو کچھ نفع ہوا اور حصہ مقررہ سے زیادہ ملا والدہ اور بیٹی کو پہونچا۔ اسطرح اگر کسی مثال میں شوہر ہو تو اسکو باقی ماندہ میں سے کچھ نہ ملے گا بلکہ اولیٰ اسکا مقررہ حصہ نکالنے کے بعد دیگر وارثوں کو حسب قاعدہ مال دیا جائے گا اور جو کچھ زیادہ ہوگا انھیں کو ملیگا۔

۱۷ اس سے آگے فرب و غیرہ کا قاعدہ بوجہ عام نہونیکی چھڑ دیا۔ ۱۷ شوہر والد دختر

عہ تفصیل کے لیے دیکھیں ضمیمہ میں اصلاح ہنر عہ (ناشر)



کی وقت زندہ تھے اور پھر ذوی الفروض کے حالات دیکھ کر یا اپنے حافظہ سے غور کر کے ہر شخص کے نیچے اسکا حصہ مقررہ لکھ دو اور پھر دیکھو کہ ۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۱۲-۲۴ میں سے کونسا ایسا عدد ہے جس میں سے یہ سب حصے نکل آویں اور سهام کو توڑنا نہ پڑے ان میں سے جو نسبا سب سے چوٹا عدد ایسا ہو جس میں سے سب حصے نکل سکتے ہوں اسکو لمبے کھینچے ہوئے خط پر لکھ دو اور اس میں سے بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے لکھتے جاؤ۔ جب سب کے نیچے حصے لکھے گئے اور سهام بھی لگ گئے تو دیکھو تنہ کوئی غلطی تو نہیں کی اگر غلطی کی ہو تو از سر نو صحیح کر کے لکھو۔ اب وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سهاموں کو شمار کر دو اگر انکا مجموعہ اس عدد کے برابر ہے جسکو تنہ سهام نکالنے کیلئے تجویز کر کے لمبے خط کے اوپر لکھا تھا تو بس اس سی طرح رہنے دو۔ دیکھو۔

عبدالغنی۔

۲۴

زوجه	والدہ	دختر	ہمشیرہ	سامون
۳	۲	۱۲	باقی	مخروم

اور اگر تمہارے لگانے ہوئے سهاموں کا مجموعہ اوپر لکھے ہوئے عدد سے زیادہ ہو تو اس عدد کے سر پر عول کی علامت بنا کر ان سهاموں کے مجموعہ کو بھی لکھ دو اس طرح شوہر بہن بہن اور اگر وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سهاموں کا مجموعہ اس عدد سے کم ہے جسکو تنہ سهام نکالنے کے لئے لمبے خط کے اوپر لکھا تھا تو رد کا نشان بنا کر ان سهاموں کی تعداد کو اس عدد کے

اوپر اس طرح لکھو۔ والدہ ۲ دختر ۱۲ نصف ۱۲ جب ہر ایک وارث کا حصہ لکھا گیا اور عدد تجویز ہو کر ہر شخص کے سهام بھی لکھے گئے تو مسئلہ کامل ہو گیا اور تجویزی نکل آیا بس اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن طرز و دستور قدیم یہ ہے کہ اُس کے بعد عبارت والفاظ میں بھی پوری تصریح کر کے لکھ دیا جاتا ہے کہ اسقدر سہا مہاگر فلان شخص کو اسقدر دیا جائے اور فلان وارث کو اسقدر۔ اور چونکہ تجہیز و تکفین اور قرض اور ثلث مال کی وصیت میراث پر مقدم ہیں میراث جب ہی تقسیم ہوتی ہے کہ انکی ادائیگی سے کچھ مال باقی ہے لہذا شروع عبارت میں یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی البیتر اس طرح

تقسیم ہو۔ ۱۵ یہ صورت عول میں پیش آتی ہے ۱۲ ۱۵ یہ صورت رد میں ہوا کرتی ہے ۱۲



اور کسی جملہ حقوق کی تفصیل بھی لکھ دیتے ہیں کہ بعد تجمیر و تکفین و ادائے قرض و نفاذ وصیت ثلاث کے ترکہ میت کا باین تفصیل تقسیم ہوگا۔ مثال

میت ۱۲

مسماۃ بشیر النساء

شوہر	والدہ	والد	دختر	برادر
ربع	چہٹا	چہٹا	نصف	محرورم

مسماۃ بشیر النساء کا ترکہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث تیرہ سهام ہو کر تین سهام شوہر کو بیویچاد و سهام والدہ کو اور دو والد کو اور چھ سهام دختر کو اور بھائی محروم رہا۔  
تنبیہ اول یہ طریقہ کافی اور مطابق تحریرات اکثر علماء کے ہے۔ اگر کچھ قلیل و کثیر فرق لیا ہو جائے کہ مدعا سمجھنے میں دشواری نہ تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً بعض حضرات میت کے نام دائیں طرف لکھتے ہیں۔ اس طرح جس صورت میں عمل یار دہوتا ہو وہاں بعض دفعہ عبارت میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ بقاعدہ عول اس قدر سهام ہوئے یا بقاعدہ رد اس قدر سهام ہوئے۔ اگرچہ سمجھنے والا اوپر کے نشان عول ہی کو دیکھ کر سمجھ جاتا ہے ایسے ہی بعض خاص غرضوں سے سمجھانیکے لئے عبادت میں کسی امر کی خاص تفصیل و تشریح کر دی جاتی ہے۔

(۲) جب مسئلہ نکالنے کی مشق ہو جاتی ہے اور وارثوں کے حصے ذہن میں جم جاتے ہیں تو وارثوں کے نیچے اُنکے حصہ کنسنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ذہن میں اُن سب کے حصے ملحوظ رکھ کر ایسا عدد تجویز کرتے ہیں جس میں سے سب کے حصے پوری طرح نکل آدین اور پھر اُسی عدد کو اوپر لکھ کر اُس میں ہر ایک وارث کے نیچے بمقدار حصہ سهام لکھ دیتے ہیں۔

(۳) یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ لفظ میت لکھ کر اسکو لمبا کھینچا جائے بلکہ اسکی جگہ صرف ایک طویل خط کھینچ دینا بھی کافی ہے جسکے نیچے تمام وارث لکھے جائیں اور بھی خط لفظ میت کے قائم مقام ہو جائے۔  
(۴) وارثوں میں سب سے اول ذوی الفروض کو لکھتے ہیں اُسکے بعد عصبیات کو اُن کے بعد ذوی الارحام کو اور ذوی الفروض میں سب سے مقدم زوجہ یا شوہر کو لکھتے ہیں۔ اگر اس قاعدہ کے خلاف بھی لکھیں تو مسئلہ سمجھ میں آجائیگا لیکن کسنے والا ناواقف سمجھا جائیگا۔

(۵) لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا جاتا ہے اس عدد کے نیچے لفظ مسئلہ بھی لکھ دیتے ہیں اگر نہ لکھیں تب بھی

کچھ حج نہیں

(۶) جو دارت محروم ہوں اُنکے نیچے لفظ محروم لکھ دیا جاتا ہے اور کبھی صرف حرف م لکھ دیتے ہیں اور محروم وارثوں کو سب سے آخر میں لکھتے ہیں

(۷) عبارت کے آخر میں عربی یا اردو یا فارسی میں ایسے الفاظ لکھ دیتے ہیں جن کا یہ مطلب ہو کہ کتب فرائض وفقہ میں بھی مضمون موجود ہے جو ہم نے لکھا ہے اُس کے بعد واللہ اعلم لکھ کر ختم کر دیتے ہیں اور آخر میں راقم اپنے دستخط کر دیتا ہے اور اگر کوئی مستند و صاحب مہر عالم ہو تو مہر بھی ثبت کر کے تحریر کا اعتبار بڑھا دیتا ہے۔

(۸) اگر فرائض نکالنے میں حسب قاعدہ سپہام بہت بڑھ گئے ہوں جس سے سائل کو وارثوں کے حصوں کی مقدار سمجھنے میں دشواری ہو تو حساب دان فرائض نکالنے والی کو مناسب ہو کہ بقاعدہ اربعہ متناسبہ یہ بھی حساب کر کے لکھ دے کہ ایک روپیہ میں سے ہر ایک وارث کو کتنے آنے اور پائی پہونچتے ہیں۔ لیکن عام طور سے اسکے بتلانے اور لکھنے کا دستور نہیں اب غور کر کے یہ مثال سمجھو جس میں آٹھ تنبیہات مذکورہ بالا کا پورا لحاظ کیا گیا ہے۔

نجل حسین مرحوم

مسئلہ

زوجہ والدہ	اخیا فی بہائی۔	اخیا فی بہن	حقیقی بہائی۔	چچا	بھوپتی۔
۳	۲	۲	۳	محروم	م
۴	۲	۲	۴	×	×

نجل حسین مرحوم کا ترکہ بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث بقاعدہ فرائض یا سہام ہو کر تین سہا زوجہ کو دو سہام والدہ کو دو و اخیا فی بہن کو اور دو و اخیا فی بہائی کو ملا اور تین سہام عصبہ قریب ہو نیکی وجہ سے حقیقی بہائی کو بھوپتی چچا بوجہ بعید ہونیکے محروم رہا اور بھوپتی ذوی الارحام ہے اسلئے ذوی الفروض و عصبات کے سامنے محروم رہے گی کذا فی کتب الفقہ والفرائض فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ اگر مسئلہ بتلانیوالا خود آد پائی د لگا سکے تو کسی حساب دان منشی بلکہ اسکوں کے لڑکے سے آد پائی کا حساب لگوا دیا جائے ۲۔ فقہ اور فرائض کی کتابوں میں ہی حکم ہے ۱۲۔ کبھی آیت یا حدیث یا فقہ کی عبارت ہی نقل کر دیتے ہیں ۱۲۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سوال جواب لکھنے جائیں جو مثالوں کا کام بھی دین  
اور اُن سے تقسیم ترکہ کے وہ قاعدہ بھی یاد آجائیں جو بعید ہو جانے کی وجہ سے ذہن سے نکل کر ہوتے

## فصل ۵ چند سوال جواب تخریج فی النسخ امی مثال

سوال۔ اگر کسی شخص نے چار پوتے اور پانچ بیٹے چھوڑے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ ہر شخص کو کتنا  
حصہ پہونچے گا اور کل مال کے کتنے سہام کر کے تقسیم کریں۔

جواب پوتے بوجہ موجود ہونے بیٹوں کے محروم رہیں گے اور بیٹوں میں سے ہر ایک کے پانچواں  
حصہ ترکہ ملیگا اور کل ترکہ کے پانچ سہام کر کے تقسیم کر دیا جائیگا۔ کیونکہ اسی باب کی پہلی  
فصل میں بتلایا تھا کہ جب سب وارث ایک نام کے ہوں تو جتنا انکا شمار ہوگا اسقدر

حصے کر دیئے صورت اُسکی یہ ہے بیٹا بیٹا بیٹا بیٹا پوتا پوتا پوتا پوتا

سوال۔ اگر کسی شخص نے تین بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں تو ہر شخص کو کس قدر حصہ پہونچے گا  
جواب ہر ایک مرد کو پانچواں حصہ ملیگا اور ہر ایک عورت کو دسواں کیونکہ مرد کو عورت سے  
دو چند ملتا ہے اسبکہ ہننے مرد کو بمنزلہ دو عورت کے خیال کر کے یوں سمجھا کہ کل دس آدمی ہیں اسلئے

دس حصہ کر کے دہرا مرد کو دیا کہ عورت کو۔ بیٹا بیٹا بیٹا بیٹا بیٹی بیٹی بیٹی  
سوال اگر بجائے بیٹوں کے تین پوتے اور چار پوتیاں ہوں تو کس طرح تقسیم کریں گے۔

جواب بالکل بھی صورت ہوگی جو بیٹے اور بیٹیوں میں کی گئی تھی۔

سوال ایک شخص نے پانچ بیٹے اور تین پوتیاں چھوڑی تھیں ہننے دو دو حصے بیٹوں کو دیئے  
اور ایک ایک حصہ پوتیوں کو یہ صحیح ہوا یا غلط

جواب بالکل غلط ہے اسلئے کہ پوتیوں کی میراث کے حال نمبر میں مذکور ہو چکا ہے بیٹوں کے  
سامنے پوتیاں محروم رہا کرتی ہیں۔

سوال ایک شخص کے وارث دو بیٹیاں ایک لڑہ ایک زوجہ دو ہمیشہ ہیں ان سب کے حصہ  
جواب

زوجہ والدہ بیٹی بیٹی ہر دو ہمیشہ  
انھوں چٹا نلت نلت باقی

اسے استاد اپنے شاگردوں سے یہی سوال کر کے جواب پوچھے یا خود کوئی شخص سوال دیکر جواب سوچے تو نہایت مفید ہے ۱۲

سوال ان حصّوں کے لئے تقسیم کر نیوالا عدد بتلاؤ اور سب کے سہام لکھ دو۔ شوہر۔ دختر۔ خیا فی بھائی۔ بھائی۔  
 جواب۔ بارہ سہام ہو کر اس طرح تقسیم ہو گئے شوہر۔ دختر۔ باپ۔ خیا فی بھائی۔  
 سوال۔ ایک شخص نے صرف ایک بیٹی چھوڑی تو اس کا مسئلہ کس طرح لکھیں گے۔  
 جواب۔ اس طرح بھی لکھ سکتے ہیں مسئلہ زیر اور اس طرح بھی مسئلہ زیر

سوال۔ اگر صرف ایک بیٹا چھوڑا تب بھی دو طرح لکھ سکتے ہیں یا نہیں۔  
 جواب۔ صرف بیٹا وارث ہو تو دو طرح نہیں لکھ سکتے کیونکہ عصبہ ہر اس کا کوئی حصّہ مقرر نہیں بلکہ بوجہ ہونے ذوی الفروض کے کل مال سیکو ملگیا بخلاف بیٹی کے کہ وہ ذوی الفروض ہے اول اس کو نصف پہونچا اور پھر بوجہ ہونے کسی وارث کے باقی بھی اُس کو ملگیا۔  
 مسئلہ زیر اس لئے وہاں ہر دو صورتیں درست تھیں کہ حسب قاعدہ رد کا نشان و علامت بنادین یا ابتداء ہی سے ایک کا عدد اوپر لکھ دین بیٹے میں دو باتیں نہیں وہاں صرف ایک ہی صورت ہے۔  
 سوال۔ اگر دو چار دس پانچ وارث ہوں لیکن سب ایک ہی نام کے ہوں مثلاً سب بیٹے ہی بیٹے ہوں یا کسی کے بہت سی حقیقی ہم شیرے ہوں یا بہت سے نواسے ہوں تو مال کو کس طرح تقسیم کریں گے۔  
 جواب۔ ایسی صورتوں کا پورا جواب اور مفصل بیان اسی باب کی پہلی فصل میں نقشہ نمبر ۶ کے بعد اور تیسری فصل میں رد کے قاعدوں میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ کرو۔

سوال یہ صورت صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا غلطی ہے شوہر والدہ پوتی بھائی  
 جواب بالکل غلط ہے معلوم ہوتا ہے کہ حصّے لکھا نیوالے نے ذوی الفروض کے حالات کو اور حاجب محجوب کی بحث کو غور سے نہیں دیکھا اول تو یہ غلطی کی کہ والدہ کو ثلث دیدیا حالانکہ میت کی اولاد یعنی پوتی موجود ہے دوسرے یہ غلطی کی کہ پوتی کو راج حصّہ دیا جو نصف کی مستحق تھی اور اس غلطی کی وجہ سے بھائی کے لئے دو سہام باقی رہ گئے جو قاعدہ کی رو سے یہاں صرف ایک سہام یعنی بارہویں حصّہ کا مستحق ہے صحیح صورت یہ ہے شوہر والدہ پوتی برابر

سوال۔ اس مثال میں کیا غلطی ہوئی ہے دختر دختر والدہ پوتی پڑپوتا  
 جواب۔ صحیح ہے نہ غلطی نہیں ملاحظہ کرو باب چہارم فصل ۶ و ۷ و ۸ و ۹

عہ اس مثال کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیں ضمیمہ میں اصلاح عدد (ناشر)

**سوال**۔ ایک شخص نے ایک زوجہ ایک والدہ ایک نانی ایک اخیانی بہن ایک حقیقی بہن چوڑی اٹکے حصوں کو نکالنے کے لئے اگر چوبیس یا اڑتالیس سہام بنالین تو صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں تو بتائیے ان عددوں میں کیا خرابی ہے۔ اور پھر ایسا کونسا عدد ہے جس میں سب کے حصے نکل جائیں۔

**جواب** چوبیس یا اڑتالیس میں سب کے حصے نکل دینگے اور ہر شخص کا پورا حق مل جائیگا کسی کو حصے میں غل نہ آئیگا لیکن قاعدہ فرض کے خلاف ہوگا کیونکہ یہاں بلا ضرورت عدد بڑھا دئے ہیں سب پہلا اور چھوٹا عدد جس سے مقصود حاصل ہو سکتا ہے وہ بارہ یا اس میں سب بلا تکلف بقدرت

یعنی جملہ وارثوں کے حصوں کے مقدار سہام نکل آئے زوجہ والدہ۔ اخیانی بہن حقیقی بہن نانی

**سوال**۔ اس صورت میں چھ سہام بٹا کر تقسیم کرنے میں بہت ہی کم سہام بنانے پڑتے تھے پھر اُس کو کیوں تجویز نہ کیا۔

**جواب**۔ چھ میں سے بلا توڑنے سہام کے یہ سب حصے نہیں نکل سکتے بلکہ زوجہ کو چھ سہام حصہ نہیں سہام دینا پڑے گا اور ہمیشہ کو باقی ماندہ ڈیڑھ ملیگا۔

**سوال**۔ ایک عورت نے شوہر۔ نانی۔ دو اخیانی بہنیں۔ ایک حقیقی بھائی چوڑا کوئی ایسا عدد نہیں نکل سکتا تھا جس میں سے سب کے حصے پورے نکل آدیں پہنچے غور کر کے ساٹھ سہام بنائے اور سب وارثوں کو اس طرح حصہ دیدیا یہ درست ہوا یا نہیں شوہر نانی اخیانی بہن اخیانی بہن حقیقی بھائی

**جواب**۔ یہاں چھ سہام ہو کر بلا تکلف جملہ ذوی الفروض کے حصے نکل سکتے تھے لیکن آپ نے بھائی کی رعایت و خلاف قاعدہ ایک سہام بڑھا کر حساب غلط کر دیا اب کسی کو بھی پچھا جائے نہ پہنچا کیونکہ سات میں سے آپ نے شوہر کو تین دئے تو نصف نہ پہنچا کیونکہ ساٹھ کا آدھا ساڑھے تین ہوتے ہیں اس طرح سب ذوی الفروض کے حصوں میں نقصان آیا۔ ہر جگہ بلا قاعدہ سہام بڑھا لینے جائز نہیں ہے صرف عول کی صورت میں جائز ہے اور عول بھائی وغیرہ عصبیات کے لئے کبھی نہیں ہوتا عول صرف وہیں کیا جاتا ہے کہ ذوی الفروض کے حصے پورے نہ نکل سکتے ہوں مغرض اس مثال میں بھائی محروم رہیگا اور چھ سہام ہو کر ترکہ صرف ذوی الفروض پر تقسیم ہوگا۔

**سوال**۔ ایک عورت نے شوہر۔ دختر۔ والدہ۔ بھتیجا۔ چچا۔ اکل پانچ وارث چوڑے اور دوسری والدہ بیٹی۔ اور دو بھتیجے کل چار وارث چوڑے بتلاؤ کہ ان دونوں عورتوں کے مذکورہ وارثوں

عہ اس مثال میں تسامع کے لیے دیکھیں ضمیمہ کی اصلاح عن (ناشر)

مین سے کون کون محروم رہیں گے

جواب جس عورت نے پانچ وارث چھوڑے تھے اُسکا چچا محروم رہیگا کیونکہ ذوی الفروض سے باقی ماندہ مال بھتیجے کو ملیگا جو چچا سے مقدم ہے۔ اور جس عورت نے چار وارث چھوڑے ہیں وہاں کوئی محروم نہ رہیگا۔ والدہ اور بیٹی کے بعد جو ایک ثلث باقی رہا ہے وہ آدھا آدھا دونوں بھتیجوں کو مل جائے گا۔ اول شوہر دختر والدہ بھتیجا چچا دوم والدہ بیٹی بھتیجا بھتیجا۔

سوال۔ ایسے عدد کو نسے میں جن میں تمام ذوی الفروض کے حصے نکل سکتے ہیں۔

جواب خواہ کتنے ہی ذوی الفروض جمع ہو جائیں ان سات عددوں میں سے کوئی نہ کوئی ان سب کے حصے نکال دیگا۔ ۲-۳-۴-۵-۶-۸-۱۲-۲۴۔

سوال کیا انکے سوا بھی کوئی عدد تقسیم کر نوالا ہو سکتا ہے۔

جواب عول اور رد کی صورتوں میں سہام کا مجموعہ اگرچہ ان سات عددوں سے کم زیادہ ہو جاتا ہے لیکن ذوی الفروض کے حصے نکالنے اور سہام لگانے کے لئے ان عددوں سے کم اور کوئی تجویز نہیں ہو سکتا۔ البتہ عصبات میں حسب قدر عصبے ہوں اُسقدر سہام مقرر کر کے سب کو برابر دیتے ہیں (ملاحظہ ہو فصل اول)

سوال چودہری صیب اللہ کا انتقال ہوا تو اُسکے یہ رشتہ دار موجود تھے زوجہ۔ دختر۔ ثانی۔ دوی پوتی۔ خالہ۔ دو علاقائی بھائی انکے حصے نکال دو اور سہام لگا دو۔

چودہری صیب رحمہ

جواب میت ۲۴ زوجہ دختر ثانی دوی پوتی دو علاقائی بھائی خالہ  
۲۴ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

بعد تقدیم حقوق مقدمہ بر میراث ۲۴ سہام ہو کر ۳ زوجہ کو ۱۲ دختر کو پہونچے۔ ثانی اور دوی چھ حصے میں شریک ہیں لہذا چار سہام ان دونوں کو ملے بیٹی کی موجودگی میں چٹا حصہ یعنی چھٹس میں سے چار سہام پوتی کو ملے اب ایک سہام باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہو نیلے دونوں علاقائی بھائیوں کو دیا گیا کہ نصف نصف کر لیں۔

سوال۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تقسیم کر نیوالے عدد صرف سات ہیں لیکن عول کی صورت میں

جو سهاموں کا مجموعہ عدد سے بڑھ جاتا ہے وہ کہاں تک بڑھ سکتا ہے اسکی کوئی انتہا ہو تو ارشاد کیجئے  
 جواب جس جگہ تقسیم کرنے والا عدد ۶ تجویز ہوتا ہے وہاں در صورت عول - سات - آٹھ - نو دس  
 تک عدد بڑھ سکتے ہیں - اور جس جگہ تقسیم کرنے والا عدد ۱۲ لگایا جاتا ہے وہاں سهام بڑھ کر تیرہ  
 پندرہ - سترہ ہو سکتے ہیں چودہ اور سولہ نہیں ہو سکتے اور سترہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور  
 جس جگہ ۲۴ عدد تقسیم کنندہ قرار دیا جاتا ہے وہاں اگر عول ہوتا ہے تو سهام بڑھ کر ستائیس  
 ہو جاتے ہیں کم و بیش نہیں ہوتے - اور جس جگہ ۲ یا ۳ یا ۴ یا ۸ عدد تقسیم کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے وہاں  
 سهام نہیں بڑھا کرتے اور عول نہیں ہوا کرتا -

سوال - ان وارثوں پر ترکہ تقسیم کر دو - شوہر - والدہ - دو حقیقی ہمیشہ - دو اخیانی ہمیشہ  
 جواب پہلے قاعدوں کے بموجب ہم نے سب وارثوں کے حصے لکھے اور پھر غور کر کے تقسیم کرنے والا عدد  
 چھ لگایا اور پھر مجموعہ سهام کا بڑھ کر دس ہو گیا تو ہم نے اسکو چھ کے اوپر عول کی علامت بنا کر اسطرح لکھ دیا

شوہر - والدہ - دو حقیقی ہمیشہ دو اخیانی ہمیشہ  
 نصف چٹا دو ٹکٹ ایک ٹکٹ

سوال ایک عورت نے دو حقیقی ہمیشہ اور ایک دادی ایک بھتیجا اور شوہر چوڑا صرف بھتیجے کا  
 حصہ دریافت طلب ہے -

جواب - اس صورت میں بھتیجا محروم رہیگا - سئلے کہ یہاں ذوی الفروض ہی کے حصے پورے  
 نہیں مل سکتے لاچار ہو کر بجائے چھ کے آٹھ سهام بنا کر ذوی الفروض کے حصے پورے کرینگے  
 بھتیجا تو عصبہ ہے ایسی حالت میں اسکو کہاں سے ملجائے -

سوال - ایک شخص نے چار بیٹیاں و زوجہ ایک دادی ایک باپ ایک پوتا اور پانچ ہمیشہ  
 چوڑے یہاں کو نسا عدد تقسیم کرنے کے لئے مقرر ہوگا اور پھر عول ہو کر کس قدر سهام بڑھیں گے تاکہ  
 سب وارثوں کو حصہ پہنچ سکے -

جواب رو کے بیان سے پہلے جو فائدہ مذکور ہوا ہے اسکو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ یہاں  
 عول نہیں ہو سکتا - اتنا ہم بتلاتے ہیں کہ اس جگہ چھ وارث محروم ہیں اور باقی آٹھ وارثوں کی

لے ملاحظہ کرو عول کے بیان کا آخری فائدہ صفحہ ۹۹ سے پانچ ہمیشہ و دادی ۱۲

پورے حصے جو بیکل سهام بنا نیسے نکل آویں گے۔ باقی تم خود ذوی الفروض کے حالات دیکھ کر سمجھ لو  
سوال۔ ایک عورت نے انتقال کیا تو اُسکی صرف ایک والدہ اور ایک پوتی موجود تھی ایک شخص نے  
اس طرح فرائض نکال کر دی۔ والدہ۔ پوتی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ والدہ کو جو تھا حصہ اور پوتی کو  
تین ربح کس قاعدہ سے مل گیا ذوی الفروض کے حالات میں یہ حصے کین نہیں کہے۔

جواب۔ یہاں فی الحقیقت چھ سهام بنا کر تقسیم کیا تھا لیکن والدہ کو چٹا اور پوتی کو نصف دینے  
کے بعد دو سهام باقی رہ گئے انکو بھی بقاعدہ روانہ نہیں ہر دو وارثوں پر تقسیم کر دیا اب مجموعہ سهام کا  
چار ہو گیا چھ کے اوپر رو کی علامت بنا کر چار کو لکھنا مناسب تھا لیکن کہنے والے نے صرف چار  
ہی ہندسہ لکھنے پر اکتفا کیا کہ قاعدہ جاننے والے خود سمجھ لینگے۔

سوال۔ ایک شخص مرنیکے بعد دو ہمیشہ اور ایک زوجہ باقی رہی بنے بارہ سهام مقرر کر کے چوتھا  
حصہ یعنی تین سهام زوجہ کو دے۔ اور دو ثلث میں آٹھ ہر دو ہمیشہ کو دے۔ اب جو ایک سهام  
باقی رہ گیا اُس میں زوجہ کو کس قدر ملیگا۔ اور ہمیشہ دون کو کس قدر۔

جواب۔ اسی باب کی تیسری فصل کے قاعدے میں مذکور ہو چکا ہے کہ جب تک کوئی وارث کسی  
دوسری قسم کا موجود ہوتا ہے زوجہ اور شوہر پر دینا ہو سکتا یہاں چونکہ دو ہمیشہ موجود ہیں  
لہذا وہ باقی ماندہ ایک سهام انہیں دونوں ہمیشہ کو ملیگا۔ زوجہ اپنا جو تھا حصہ جو حاصل کر چکی  
ہے اُس سے زیادہ کچھ نہ ملیگا۔

سوال۔ مسامہ رحیم کا انتقال ہوا تو شوہر اور ایک نانی ایک خیانی بھائی باقی رہے ترکہ کس طرح  
تقسیم ہوگا۔

جواب۔ پہلے نصف مال شوہر کو دیدینگے اُسکے بعد چھٹا نانی کو چٹا خیانی بھائی کو دیدینگے اسکے  
بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ بھی ان ہی دونوں کو دیدیا جائے گا شوہر کو دو بارہ کچھ نہ ملے گا لکھنے کی صورت  
یہ ہے شوہر نانی خیانی بہن (زیادہ تفصیل دشوار تھی)۔

سوال۔ زید نے اگر زوجہ والدہ ہمیشہ باپ نانی وارث چوڑے تو عول یارو ہوگا یا نہیں اگر  
نہیں ہوگا تو مال کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ یہاں عول کی ضرورت نہیں اسلئے ذوی الفروض کے حصوں میں یہاں کچھ تنگی نہیں۔



بلکہ انکو دینے کے بعد کچھ مال باقی رہ جاتا ہے اور رد اسلئے نہیں ہوتا کہ باپ عصبہ موجود ہی اور جبکہ عصبہ ہوتا ہے وہاں رد نہیں ہوتا بلکہ باقی ماندہ کا مستحق عصبہ ہوتا ہے چنانچہ دیکھو یہاں باقی ماندہ باپ نے لیا زوجہ والدہ باپ ہمیشہ نام

سوال - زوجہ - دختر - دادی - دادا پر ترکہ تقسیم کرو اور یہ بھی بتلاؤ کہ ہر ایک وارث کو ایک پیوہ میں سے کتنے آنے ملیں گے۔ مسئلہ

جواب زوجہ دختر دادی دادا

۲ ۳ ۱۲ ۲۸ ۳۷ ۳۷

سوال - مولوی مظہر علی کا انتقال ہوا تو چار زوجہ ایک حقیقی بن ایک اخیانی بہائی ایک حقیقی بھتیجا موجود تھے یہاں ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے

جواب - چار زوجہ حقیقی بن اخیانی بہائی حقیقی بھتیجا

سوال - حکیم الدین نے ایک زوجہ دو بیٹے ایک بیٹی پھوڑی ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب - اس طرح زوجہ بیٹا بیٹا بیٹی

آخری سوال - آپ نے ان دو جوابوں میں غلطی یہ بتلا دیا کہ چار زوجہ کو تین سهام ملین گے اور بیٹا بیٹی کو سات سهام اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر ایک زوجہ کو کتنے سهام ملین گے اور بیٹا بیٹی میں کس حساب سے جواب اور قاعدہ - چند وارثوں کو جو مشترک سهام ملتے ہیں اگر وہ اپنا حصہ تقسیم ہو سکتے ہیں تو کچھ کھنے کی ضرورت ہی نہیں تمام وارثوں کو علمدہ علمدہ لکھ کر بمقدار حصہ سب کے نیچے سهام لکھ دو مثلاً چار بیٹیوں کو آٹھ سهام پھوڑے تو بے خط کے نیچے چار بیٹی بیٹی لکھ کر سب کے نیچے دو دو سهام لکھ دو اگر سولہ پھوڑے ہیں تو چاروں بیٹیوں کے نیچے چار چار لکھ دو یہی حال ہے دوسرے وارثوں کا جو شریک رہا کرتے ہیں مثلاً پانچ ہمیشہ ہوں اور دس سهام ہوں یا چھ سهام ہوں اور تین بہائی یا پندرہ سهام ہوں اور تین وارث یا بارگہ سهام ہوں اور چار وارث دلی ہذا القیاس دیکھو

زوجہ دختر اخیانی بن - اخیانی اخیانی چچا یہاں آٹھ سهام چار اخیانی بہنوں کو

پونچے تھے بلا تکلف دو سهام ہر ایک بہن کے نیچے لکھے گئے۔ اور اگر بلا تکلف تقسیم نہیں ہو سکتے (مثلاً تین بیٹوں کو چار سهام پونچے یا دو زوجہ کو تین سهام پونچے یا پانچ ہمیشہ کو آٹھ دے گئے) تو ان وارثوں کی تعداد میں سهام کو ضرب دیکر سهام بڑھالیتے ہیں۔ بڑھنے کے بعد سهام ان وارثوں پر بلا تکلف تقسیم ہو جاتے ہیں (مثلاً تین بیٹوں کو چار سهام پونچے تھے ان پر تقسیم نہیں ہو سکتے تھے ہینے چار کو تین میں ضرب دیا تو بارہ سهام ہو گئے اور تینوں بیٹوں کو بلا تکلف چار چار سهام پونچ گئے) لیکن پھر تمام وارثوں کے سهام بھی اُسی عدد میں ضرب دینا پڑتا ہے جس میں ایک جگہ ضرورت ضرب دی گئی تھی (مثلاً جس جگہ تین بیٹوں کے لئے چار سهام کو تین میں ضرب دیا تھا وہاں شوہر اور والد وغیرہ جو کوئی وارث ہوں گے اُن کے حصوں کو بھی تین میں ضرب دینا ہوگا) اور لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا گیا تھا اسکو بھی ضرب دینا ہوگا اور ضرب کے بعد بقدر سهام نکلیں اسکو عدد کے سر پر تصحیح کی علامت بنا کر لکھا جائیگا (مثلاً جہاں بیٹوں کے حصوں کو تین میں ضرب دیا تھا اور انکی وجہ سے سب وارثوں کے حصے تین میں ضرب دئے گئے تھے وہاں اوپر لکھے ہوئے عدد چھ کو بھی تین میں ضرب دینے اور تصحیح کی علامت بنا کر اٹھارہ کا ہندسہ اُسکے اسی طرح تصحیح لکھ دیں گے۔

لیکن چونکہ ہم نے کتاب محض ناواقف اور کم استعداد لوگوں کے لئے لکھی ہے اور اس قاعدہ میں زیادہ فہم اور حساب دانی کی ضرورت ہوتی ہے لہذا ہم اس قاعدہ کو سمجھانے کی کوشش نہیں کرتے البتہ گذشتہ دو مثالوں میں جنکی نسبت آخری سوال کیا گیا تھا اس قاعدہ کو جاری کر کے دکھلانے کے بعد اس بحث کا خاتمہ کرتے ہیں

اول منظر علی کی جائداد کو ہینے بارہ سهام کر کے تین زوجہ کو چھ بہن کو۔ دو بھائی کو ایک بیٹی کو دیا تھا۔ اب آپ چاہتے ہیں کہ ہر ایک زوجہ کا حصہ علیحدہ ہو جائے۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ تین سهام کو چاروں زوجہ تقسیم کر کے تین تین ریع یعنی پونا پونا سهام ہر ایک زوجہ لیجائے لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ فرائض میں ایسی طرح حصے نکالنے کا قاعدہ ہے کہ سهام نہ ٹوٹے لہذا ہینے قاعدہ تصحیح کے بموجب زوجہ کے تین سهام کو چار میں ضرب دیا اب بارہ ہو گئے۔ اور ہر ایک زوجہ کو تین تین پونچ گئے پھر حقیقی بہن کے سهاموں کو بھی چار میں ضرب دیکر چوبیس کیا اور اُسکے نیچے لکھ دیا۔ اسی طرح بھائی کا حصہ



وغیرہ سالون سے سیکہ سکتا ہے جنہیں سب بہتر مولوی منفعت علی صاحب مرحوم دیوبندی کا رسالہ  
فرائض اردو ہے۔ ایک ہم چند امور ضروریہ کو بیان کر کے اس کتاب کو ختم کرنا چاہتے ہیں وَاللّٰهُ  
اَعْلَمُ بِمَا نَحْنُ عَلٰیہِ الْخَبِرُ۔

## فصل ۶ خنثی مشکل کا بیان

کتب فرائض کے آخرین خنثی مشکل کا حال لکھنے کا دستور ہے جسکو نہ مرد کہہ سکتے ہیں نہ عورت۔ اگر  
کسی شخص میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں موجود ہوں یا کوئی بھی علامت نہ ہو۔ مرد کی نہ عورت کی۔  
تو حتی الوسع کسی طرح اسکو مرد یا عورت قرار دیتے ہیں اور اُسی کے موافق میراث وغیرہ کے تمام احکام  
لگاتے ہیں۔ مثلاً دیکھتے ہیں کہ کس جانب کا غلبہ ہے۔ اگر صحبت کر سکتا ہے یا پیشاب مردوں کی طرح  
کرتا ہے یا اُس سے کوئی عورت حاملہ ہو گئی ہے تو مرد ہی سمجھیں گے اور اگر اسکو عمل رہ گیا یا عورتوں کے  
مقام سے پیشاب کرتا ہے یا اُسکو حیض آتا ہے تو عورت سمجھیں گے اسی طرح کوئی نہ کوئی قوی علامت  
اور ایک جانب کا غلبہ دیکھ کر وہی حکم لگا دیں گے اور اُسی کے موافق جملہ احکام میراث وغیرہ جاری  
کرینگے۔ لیکن جب دونوں حالتیں بالکل برابر ہوں اور حالت ایسی مشتبہ ہو جائے کہ کسی وجہ اور کسی  
علامت سے کسی طرح بھی مرد یا عورت ہو نیکو ترجیح نہ دے سکیں تو اسکو خنثی مشکل کہتے ہیں۔ میراث  
پانے میں اسکا یہ حکم ہے کہ اگر اُسکو عورت سمجھنے میں حصہ کم ملتا ہے تو عورت ہی سمجھیں گے اور اگر مرد فرض  
کر نیکی صورت میں حصہ کم ہو چکا ہے تو مرد ہی سمجھ کر حصہ دینگے۔ غرض جس صورت میں حصہ کم ملتا ہو وہی  
تجویز کر لینگے۔ چونکہ اسکی ضرورت نہیں پڑتی اسلئے اس سے زیادہ تفصیل لکھنا بیسود ہے۔ کتب عربیہ  
میں موجود ہے

تنبیہ۔ بعض منقول مرد جو زمانہ لباس و حرکات اختیار کر لیتے ہیں اور عرف میں انکو مخت اور ہجڑا  
کہتے ہیں وہ میراث کے حکم میں بالکل مرد سمجھے جائیں گے اور ہر جگہ میراث میں مرد کا حصہ پائیں گے

۱۔ عند ابی حنیفہ و اصحابہ وہو قول عامۃ الصحابہ و علیہ الفتویٰ ۱۱۱ سراج ۱۵ اور دیگر احکام شریعہ میں بھی وہ بالکل مرد ہی سمجھے  
جائینگے لیکن ایسی حالت و صورت اختیار کر لینے سے وہ شرعاً نہایت گنہگار اور فاسق سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے پردہ  
نکرنا اور عورتوں میں آمد و رفت کی اجازت دینا نہایت کم عقلی اور خلاف فیرت ہے ۱۲ منہ

## حمل کی میراث کا بیان

اگرچہ بعض دفعہ میت کے انتقال بعد فوراً ہی میراث کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں بلکہ بعض جگہ تو میت کا آخری وقت دیکھ کر اپنے اپنے قابو کے مال پر تمام وارث قبضہ کرنا شروع کر دیتے ہیں لیکن عام طور سے اس زمانہ میں میراث تقسیم کرنے میں عجلت نہیں کی جاتی اسلئے کسی بچے کے تولد کا انتظار کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ اور مناسب بھی ہے کہ اگر کسی عورت کو ایسا حمل ہو جو میت کا وارث ہو سکتا ہو تو بچہ جننے تک صبر کریں اور تقسیم ترکہ کو وضع حمل تک ملتوی رکھیں کیونکہ بعض دفعہ بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے جو بالکل مستحق نہیں ہوتا اور بعض دفعہ زندہ پیدا ہوتا ہے لیکن پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستحق نہیں اور کبھی ایک حمل سے دو چار یا زیادہ بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان سب صورتوں میں پہلی تقسیم اور حصوں کو بالکل توڑنا اور از سر نو حصے لگانا پڑتا ہے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ انتظار کر لیں۔ لیکن اگر انتظار نہ کریں اور پیدا ہونے سے پہلے ہی تقسیم کرنا چاہیں تو اس حمل کو لڑکا سمجھ کر جو کچھ حصہ پہنچتا ہے اُسکے لئے امانت رکھیں اور اُسکے مرد ہونے کی وجہ سے جو لوگ محروم ہوتے ہوں انکو محروم رکھیں اور جن لوگوں کا حصہ کم ہوتا ہو انکو کم دیں۔

اب اگر لڑکا ہی پیدا ہو تو اسکا پورا حصہ امانتی اُسکو دیا جائیگا اور تقسیم ترکہ بدستور رہے گی۔ ادا اگر لڑکی تولد ہوئی تو لڑکی جس قدر حصہ کی مستحق ہوگی وہ اسکو دیا جائیگا اور حمل کو لڑکا سمجھ کر جن لوگوں کا حصہ کم کیا گیا تھا یا بالکل محروم کر دئے گئے تھے اُن کا حق دیدیا جائیگا

مثال۔ ظہیر الدین کا انتقال ہوا اسکی ایک زوجہ دو ہمیشہ اور والدہ وارث موجود ہیں اور زوجہ کو حمل ہے جننے قبل از ولادت میراث تقسیم کرنا چاہا اور حمل کو لڑکا فرض کر کے اسطرح حصے لگا دے

۱۔ چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ امام شافعی صاحب کے ایک استاد کے بیٹے بیٹے تھے جو صرف پانچ حملوں میں پیدا ہوئے تھے یعنی ہر دفعہ چار بیٹے پیدا ہوتے تھے کثکول میں ایک عورت کا قصہ لکھا ہے کہ اُسکے سات بیٹے ایک حمل سے پیدا ہوئے اور بعض عورتوں کا حال لکھا ہے کہ اُسکے ایک حمل میں چالیس بچے پیدا ہوئے واللہ اعلم جن بچوں کی پیدائش میں چھ ماہ سے کم فاصلہ ہو وہ سب ایک ہی حمل سے بچے جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ سب ایک ہی وقت میں پیدا ہوں ۱۲

۲۔ امام صاحب کا ایک قول ہے کہ چار بیٹوں کا حصہ امانت رکھیں اور بھی چند اقوال ہیں لیکن فتویٰ اسپر ہے کہ صرف ایک بیٹے کا حصہ امانت رکھا جائے کذا فی رد المحتار و فتاویٰ قاضی خان ۱۲۔ بعض دفعہ لڑکی مستحق نہیں ہوتی ۱۲

زوجہ والدہ حمل دو ہمشیرہ کیونکہ بیٹے کے سامنے میت کی بہنیں محروم رہا کرتی ہیں یہاں اگر تقدیر سے لڑکا ہی پیدا ہوتا تو کچھ تغیر تبدیل نہ کرنا پڑتا۔ ترکہ حسب طرہ تقسیم ہو گیا تھا بدستور رہتا اور وہ پیدا ہو کر اپنے حصہ کا مالک ہو جاتا لیکن ظہیر الدین کی بہنوں کی دعاء سے لڑکی پیدا ہوئی چونکہ وہ نصف ترکہ کی مستحق ہوتی ہے لہذا ہمنے بجائے سترہ کے بارہ سہام اسکو دئے اور باقی ماندہ پانچ سہام بہنوں کو دئے جو حمل کو لڑکا فرض کر کے محروم کر دی گئی تھیں۔ اب گویا میراث از سر نو تقسیم ہو کر یہ صورت ہو گئی زوجہ والدہ دختر دو ہمشیرہ

یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس حمل کے لئے حصہ امانت رکھا جاتا ہے وہ میت کی زوجہ ہی کا حمل ہو بلکہ جس جس موقع میں حمل میت کا وارث قرار پا سکتا ہو وہاں حصہ امانت رکھا جائیگا خواہ وہ حاملہ عورت میت کی وارث ہو یا نہ ہو اور خواہ میت کی زوجہ ہو یا کوئی دوسری رشتہ دار ہو دوسری اور تیسری مثال سے یہ بات خوب نظر آجائیگی۔

مثال ۲۔ عزیز خان نے اپنے بیٹے مجید خان سے دو مہینے پیچھے انتقال کیا اور اپنی زوجہ اور والدہ وارث چھوڑے اور بیٹے کی زوجہ بھی موجود تھی جو حاملہ تھی۔ اسوقت ترکہ تقسیم کرنے میں لادت نہ منتظر نہ کیا اور حمل کو لڑکا قرار دیکر مال کو اسطرح تقسیم کر دیا۔ زوجہ باپ حمل پوتا بیٹے کی زوجہ لیکن اتفاق سے اس کی پیدا ہوئی جو صرف نصف مال کی مستحق ہے لہذا اسکو بارہ سہام دیکر باقی پانچ سہام بوجہ عصبہ ہونیکے باپ کے حصے میں بڑھادئے زوجہ پوتی تولد شدہ باپ بیٹے کی زوجہ

مثال ۳۔ حسن علی کے انتقال کے وقت اسکی والدہ کو حمل تھا لہذا اسطرح تقسیم کیا گیا۔ والدہ ہمشیرہ ہمشیرہ تولد شدہ بھتیجا۔ بدن جب لڑکی پیدا ہوئی تو بجائے دس کے اسکو چھ سہام بھونچکر اسطرح تغیر ہوا۔ والدہ ہمشیرہ ہمشیرہ تولد شدہ۔ بھتیجا یعنی ہمشیرہ کا حصہ بڑھ گیا اور بھتیجا محروم نہ رہا کیونکہ بہائی جو اس سے مقدم عصبہ تھا پیدا نہ ہوا بلکہ بہن پیدا ہوئی۔

حمل کے لئے جو حصہ رکھا جاتا ہے وہ اسکو اسی صورت میں پہنچتا ہے جبکہ وہ زندہ پیدا ہو جائے اگر پیٹ ہی میں مر گیا تو وہ اس مال کا مالک نہ ہوگا اور اسکو بالکل بے اعتبار اور کالعدم سمجھ کر باقی وارثوں

سے یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ تقسیم کرنے والے سات عددوں میں اٹھارہ کا عدد نہیں پھر اس سے کیوں تقسیم کیا گیا

اسلئے کہ یہاں فی الحقیقت چھ عدد سے تقسیم کیا گیا ہے لیکن بقاعدہ نصیح اٹھارہ بنا لیا ہے ۱۲

پر سب مال لوٹا دینگے جو میت کی وفات کے وقت موجود تھے۔ مثلاً ایک شخص کی زوجہ حاملہ تھی تو اسکا مال سطح تقسیم کیا جائیگا۔ والدہ، محل، بہانہ، لیکن لڑکا مرنے پر پیدا ہوا تو اسکا وجود عدم برابر سمجھ کر زوجہ کو چارم اور والدہ کو ایک ثلث دیا اور بھائی عصبہ مستحق میراث ہو گیا۔ والدہ پر علیٰ ہذا القیاس اگر کسی محل کے لئے حصہ امانت رکھا گیا اور تولد ہونیکے بعد معلوم ہوا کہ وہ وارث ہی نہیں ہو سکتا تو بھی اسکو کالعدم اور لا اعتبار سمجھ کر دیگر وارثان پر جو میت کی وفات کے وقت موجود تھے، کل مال تقسیم کر دیا جائیگا۔ مثلاً عزیز الحث نے اپنی والدہ اور دو بیٹیاں وارث چھوڑی اور بھائی سعید الحث مرحوم کی زوجہ کو محل بھی ہے ہمیں اس محل کو حسب عدہ مذکور سمجھ کر وارث قرار دیا اور اس کے لئے بدین صورت مرد کا حصہ امانت رکھا والدہ دو دختر محل بچھا۔ تقدیر ایندوی سے لڑکی پیدا ہوئی جو یہاں مستحق میراث نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ لڑکی عزیز الحث مورث کی بھتیجی ہے اور ذوی الارحام میں داخل ہے اور جب تک ذی الفروض میں سے ایک بھی موجود ہوتا ہے ذوی الارحام مستحق نہیں ہو سکتے۔ لہذا یہاں محل اپنے حصے سے بالکل محروم رہا اور کل مال بقاعدہ رویت کی دختران اور والدہ پر سطح والدہ دختر ذخر تقسیم کر دیا۔ چونکہ محل کے لئے صرف ایک لڑکی کا حصہ امانت رکھا جاتا ہے لہذا اگر اتفاق سے اس محل میں دو تین بچے پیدا ہو جائیں تو چاہئے کہ پہلی تقسیم کو منسوخ کر کے از سر نو تقسیم کریں اور حسب عدہ جو کچھ بچوں کا حصہ نکلتا ہو وہ مقرر کریں۔

ف۔ جو محل پورا زندہ پیدا ہونیکے بعد مر گیا یا نصف بدن باہر نکلا نیلے بعد مر گیا وہ اپنے حصے کا مالک ہو جائیگا لیکن چونکہ مالک ہو کر فوراً مر گیا ہے اسلئے اسکا حصہ ان لوگوں پر منتقل ہو جائیگا جو اس بچے کے وارث اور شرعاً مستحق میراث ہوں لیکن اب یہ مال سی بچے کا ترکہ سمجھا جائے گا اور انہیں وارثوں کو ملیگا جو اس کے مرنے کے وقت موجود مستحق ہوں لہذا اس حصے کو تقسیم کرنے کے وقت پہلے میت یعنی اول مورث کے انتقال کے وقت کا اعتبار نہ ہوگا پس اگر کوئی شخص اول میت کی وفات کے وقت زندہ تھا لیکن اس بچے کے مرنے سے پہلے اسکا انتقال ہو گیا تو وہ اس بچے کے مال میں مستحق میراث نہ ہوگا۔

شرط۔ اگر محل خود میت کا ہے یعنی اسکی زوجہ یا لونڈی حاملہ ہے تو اس کے وارث اور حصہ

لے یہاں بارہ سے تقسیم ہو سکتا ہے لیکن ہنر فرق ظاہر کرنے کے لئے چوبیس لے رہے دیا ۱۲

پانے کے لئے یہ شرط ہے کہ میت کی وفات کے بعد دو برس کے اندر پیدا ہو جائے اگر وفات دو سال کے بعد پیدا ہوا ہے تو اس میت کا حمل سمجھا جائیگا اور اسکے مال کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہ حمل کسی دوسرے شخص کا ہے مثلاً میت کی والدہ حاملہ ہے یا اسکے بیٹے کی زوجہ کو حمل ہے (جیسا کہ گذشتہ مثالوں میں گذر چکا ہے) تو وہ ان اس حمل کے مستحق میراث ہونیکے لئے شرط یہ ہے کہ اس میت کی وفات کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو جائے۔ اگر اسکے انتقال سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہے تو یہ حمل اپنے امانت شدہ حصہ سے محروم رہیگا اور وہ حصہ حسب ستر سابق وارثوں پر لوٹا دیا جائیگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص نکاح کرنے کے بعد اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر مر گیا اور نکاح کو چھ مہینے نہیں گزرے تھے کہ بچہ پیدا ہو گیا تو بچہ مستحق میراث نہ ہوگا اور اگر اسکے لئے حصہ رکھا گیا ہوگا تو وہ باقی وارثوں پر لوٹا دیا جائیگا (علیٰ ہذا القیاس اگر شوہر زندہ رہا اور نکاح کے بعد چھ ماہ گزرے پہلے بچہ پیدا ہوا تو وہ اس شوہر کا نہ سمجھا جائیگا اور اسکی میراث وغیرہ سے کبھی حصہ نہ پائیگا)

## مفتور یعنی گم گشتہ کا بیان

جو شخص لاپتہ اور گم ہو جائے اور معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مر گیا اسکو مفقود کہتے ہیں وہ جو کچھ مال چھوڑ جائے اسکو تقسیم نہ کیا جائے اور نہ اُس میں سے قرض ادا کئے جائیں بلکہ امانت رکھا جائے اور اس شخص کے آئیکا انتظار کریں۔ اگر آجائے تو اپنے مال پر قابض ہو جائے گا ورنہ جب حساب کے رُوسے اُسکی عمر نوٹے برس کی ہو جائے (یعنی جن تاریخ سے پیدا ہوا تھا اُس دن سے شمار کر کے نوے برس گذر جائیں) اسوقت شرعاً اسکی موت کا حکم لگا دینگے اور جو وارث اسوقت زندہ موجود ہیں وہ حصہ دار اور مستحق ہونگے اور جو اسوقت سے پہلے مر گئے وہ محروم رہے کیونکہ شرعاً گویا آج اسکی موت لے کیونکہ حمل پیٹ میں دو سال تک ٹھہر سکتا ہے زیادہ نہیں۔ پس جب دو سال گزر نیکیے بعد بچہ ہو تو سمجھا جائیگا کہ میت کے انتقال کے بعد کسی سے حاملہ ہوئی ہے ۱۲ سال جب دوسروں کا حمل ہو تو شریعت نے حمل کی کثرت کا اعتبار کیا ہے جو چھ مہینے ہے اگر چھ مہینے کے بعد پیدا ہوا ہے تو اسکی میراث نہ پائے گا مگر اسکا پوتا یا بہانی بھتیجا وغیرہ بھر بھی کھائے گا ۱۲ سال کیونکہ کم سے کم مدت حمل کی چھ مہینے ہے جب نکاح کو چھ ماہ بھی نہیں گزرے اور بچہ پیدا ہو گیا تو معلوم ہوگا کہ نکاح سے پہلے حامل تھا اس شوہر کا حمل نہیں ہے ۱۲



واقع ہوئی ہے گوئی الحقیقت وہ اس وقت سے دس بیس برس پہلے مر گیا ہو یا اب بھی زندہ ہو لیکن چونکہ کسی کو معلوم نہیں لہذا جس روز نوے سال کی عمر ہو گئی شریعت نے اُسکے انتقال کا حکم دیدیا یہ تو خود اُسکے مال کا حال تھا اب اُسکے مستحق میراث ہونیکا حال سنئے اگر گم ہو نیکی بعد ایسے شخص کا انتقال ہو جسکے مال سے اس گم شدہ کو حصہ مل سکتا ہو تو بقدر اس گم شدہ کا حق ہو وہ امانت رکھا جائے اور اسکی واپسی کا انتظار کیا جائے اگر آجائے تو بہتر ہے اپنا حصہ یا لگتا اور اگر واپس آیا اور کچھ پتہ نہ لگا تو جس روز اسکی عمر کے نوے سال گزر جائیں (اور حسب قاعدہ سابق اسکی موت کا حکم دیا جائے) اُسی روز وہ حصہ واپس کر دیا جائے جو اُسکے لئے مورث کے مال میں سے امانت رکھا تھا اور جس میت کے مال میں سے یہ حصہ امانت رکھا گیا تھا اُسی کے وارثوں کو دیا جائے لیکن اس وقت کے موجود وارثوں کا اعتبار نہیں بلکہ اُن وارثوں کو ٹھہرا دیا جائے جو اس وقت موجود تھے جبکہ مورث کا انتقال ہوا تھا اور گم شدہ کیلئے حصہ امانت رکھا گیا تھا مفقود کے احکام کو واضح کر نیکی لئے ایک مثال لکھی جاتی ہے

**مثال** عبدالرحیم پچیس سال کی عمر میں ۴۲ رجب ۱۳۶۱ ہجری کو گھر سے یہ کہہ کر نکلا کہ کلکتہ جاتا ہوں لیکن یہ ایسا لاپتہ اور مفقود ہوا کہ کچھ خبر ہی نہ ملی کہ کمان گیا مر گیا یا زندہ ہے۔ اسکی زوجہ دس برس سے زیادہ صدمہ فراق اور رنج و مصیبت اٹھا کر بہت سا مال چھوڑ کر ۴ محرم ۱۳۶۲ ہجری کو دنیا سے رخصت ہوئی اپنا باپ اور دو بیٹا بیٹی وارث چھوڑے اس وقت اس مسماۃ کا ترکہ اس طرح تقسیم کر دیا گیا۔

شوہر مفقود نانی بیٹی والد عبدالرحیم شوہر کا حصہ امانت رکھا گیا پینسٹھ برس گزر گئے مگر عبدالرحیم سی گھر سے نکلا تھا کہ پھر ہی نہ آیا اس عرصہ میں عبدالرحیم کی نانی اور چچا اور اُسکی زوجہ کا باپ اور نانی سب وارثانی سے انتقال کر گئے پچیس برس کی عمر میں گھر سے نکلا تھا اور ۴ رجب ۱۳۶۲ ہجری تک پینسٹھ سال انتظار کر کے اب حساب اُسکی عمر چونکہ نوے سال کی ہو گئی لہذا ۴ رجب ۱۳۶۲ ہجری کو شرعاً سمجھا جائیگا کہ آج اُسکا انتقال ہوا ہے اور اُسکے لئے جو حصہ زوجہ کے ترکہ میں سے امانت رکھا تھا وہ آج اُسکی زوجہ کے اُن وارثوں کو ٹھہرا دیئے جو ۴ محرم ۱۳۶۲ ہجری کو اُسکی زوجہ کے انتقال کے وقت موجود تھے (خواہ آج ۴ رجب ۱۳۶۲ ہجری کو زندہ ہوں یا نہ ہوں) اور یوں سمجھئے کہ حصہ لینے کے لئے گویا عبدالرحیم اس وقت زندہ ہی نہ تھا جب اُسکی زوجہ کا انتقال ہوا۔

۱۔ جو لوگ زندہ ہونگے وہ خود اس مال کو لینگے اور جو مر گئے ہوں اُنکے پس ماندوں اور حق وارثوں کو دیدیا جائے ۱۲

پس سکے لئے جو تین سپہام امانت رکھے گئے تھے انکو انھیں وارثوں پر حصہ رسد تقسیم کر دیں گے جنھوں نے ۴۴ محرم ۱۲۸۵ھ کو عبدالرحیم کی زوجہ کے مال میں سے حصے لئے تھے (یعنی اس حصہ امانت کو تو سپہام کر کے دو سپہام عبدالرحیم کی زوجہ کے باپ کو چھ بیٹی کو ایک نانی کو دیدین) اور خود عبدالرحیم کا مال جو رکھا تھا وہ اب نوے برس کی عمر ہونے پر موت کا حکم لگنے کے بعد عبدالرحیم کے ان وارثوں پر تقسیم ہوگا جو بالفعل آج ۴۴ رجب ۱۲۸۵ھ ہجری کو موجود ہیں۔ عبدالرحیم کی زوجہ اور نانی اور چچا وغیرہ جو اس عرصہ میں انتقال کر گئے وہ سب اسکی میراث سے محروم رہیں گے کیونکہ شرعاً گویا آج ۴۴ رجب کو زید کا انتقال ہوا ہے دینی الواقع خواہ اس سے پہلے مر گیا ہو یا اسکے بعد مر جائے چونکہ معلوم نہیں اسلئے شریعت نے نوے برس کے بعد موت کا حکم دیدیا

اس مثال سے اور پہلے بیان سے دو باتیں آپ سمجھ گئے ہونگے اول یہ کہ جو شخص مفقود النجر ہو کر نوے برس کی عمر تک نہ آوے جب تک نوے سال کی عمر نہ اُسکا مملوکہ مال امانت رکھا جائے جب نوے سال پورے ہو جائیں یعنی پیدائش کے دن سے حساب کر کے جب نوے برس ہو جائیں اسوقت اُسکا مال تقسیم ہوگا اور اسوقت کے موجودہ وارثوں کو دیا جائیگا اس سے پہلے جو رشتہ دار مر گئے وہ اسکے مال سے حصہ نہ پانگے۔ دوم یہ کہ جو شخص نوے برس کی عمر تک واپس نہ آوے اسکی غیر حاضری کے دنوں میں جن لوگوں کا انتقال ہوا ہے کسی کے مال میں سے اس کم شدہ کو حصہ نہیں ملیگا لیکن احتیاطاً اسکے لئے امانت رکھ لیتے ہیں کہ شاید نوے برس کی عمر سے پہلے واپس آجائے یا کچھ حال معلوم ہو جائے اور مستحق حصہ ہو جائے۔ کیونکہ محروم جب ہوتا ہے کہ اس عمر تک کچھ پتہ ہی نہ لگے۔

**مسئلہ** امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک مفقود کے انتظار کی حد نوے برس ہے یعنی جب تک اسکی عمر نوے برس کی نہ ہو جائے اسکی موت کا حکم نہ دیا جائے گا اور اُسکے مال کو تقسیم نہ کیا جائیگا اور اسکی زوجہ کے لئے نکاح ثانی جائز نہ ہوگا۔ میراث کے تقسیم نہ ہونے سے کوئی حرج و تکلیف اور بڑی دقت پیش نہیں آتی۔ لیکن زوجہ کو اسقدر طویل عرصہ تک انتظار کرنا بعض دفعہ بوجہ مفلسی اور ناواری کے

۱۵۔ یہ مسئلہ حقیر نے علمائے محققین سے خوب دریافت کر کے کہا ہے اور تمام ضروری امور کی تفصیل انہیں کی فرمائش سے لکھی ہے ۱۵۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک سو پانچ سال ایک سو دس سال ایک سو بیس سال وغیرہ لیکن فتویٰ ۹۰ سال پر ہے

مشکل ہوتا ہے اور کبھی بوجہ نوعمر و جوان ہونے سکوہ کے اندیشہ فساد و عظیم اور بیعزتی کا ہوتا ہے اسلئے بہت سے محققین علمائے حنفیہ نے خاص نکاح کے جائز ہونے میں امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیدیا ہے کہ جس روز سے مفقود النحر اور لاپتہ ہوا ہے اُس تاریخ سے چار سال چار ماہ دس روز کے بعد زوجہ کو نکاح ثانی جائز ہے گویا چار سال کے انتظار کے بعد گم شدہ کی موت کا حکم دیا گیا اور پھر چار ماہ دس روز عدت گزارنے کے بعد نکاح ثانی جائز ہو گیا۔ یہ مسئلہ کشمیری جلد سوم کتاب المفقود میں اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے ضرورت میں اسپر عمل کر لینا چاہئے۔ لیکن چونکہ فقہاء نے اس میں قضائے قاضی کی شرط لگائی ہے یعنی جب تک حاکم حکم نہ دیدے اسوقت تک اسکو میت سمجھ کر نکاح جائز نہ ہوگا علاوہ ازیں بعض مرتبہ شوہر زندہ واپس آ جاتے ہیں اور جھگڑا کر کے نوبت بعدالت پہنچاتے ہیں اسلئے یہ ضرور ہے کہ اپنے نواح کے علماء سے فتویٰ لیکر اسکو عدالت میں پیش کر کے نکاح کی اجازت لے لیں لیکن یہ درخواست ایسے منصف اور جج وغیرہ حاکم کے اجلاس میں پیش کریں جو مسلمان ہوا اسکا فیصلہ بمنزلہ شرعی قاضی کے سمجھا جائیگا اور شرعاً و قانوناً ہر طرح نکاح جائز ہو جائیگا اور دنیا و آخرت کے مواخذہ کا خوف اور اندیشہ فساد نہ رہیگا واللہ اعلم بالصواب۔

مفقود کے بعد مرتد کا حال کھنے کا دستور ہے۔ لیکن آج کل سکی ضرورت نہیں پڑتی اسلئے کہ اگر شاذ و نادر کوئی بد بخت مرتد ہوتا ہے تو وہ اپنا مال مسلمان وارثوں کے اختیار میں نہیں چھوڑ دیتا کہ وہ اس میں مسائل شرعیہ جاری کریں۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسی صورت پیش بھی آوے تو اسکا حکم بقدر ضرورت ہم نے شروع کتاب میں میراث سے محروم کر نیوالی چیزوں کے ذیل میں بیان کر دیا ہے۔

۱۱ میراث کی نسبت نوے سال کا انتظار امام مالک و ابو حنیفہ رحمہما اللہ دونوں ضروری فرماتے ہیں ۱۲  
۱۳ امام شافعی رحمہ صاحب کا بھی قول قدیم ہی ہے اور امام احمد رحمہ کا بھی یہی مذہب ہے ان صدوقوں میں کہ غالب گمان فرما ہو  
۱۴ اردو خوان ناظرین مولانا عبدالحی رحمہ صاحب کے فتاویٰ میں دیکھ لیں ۱۵ لیکن اگر پہلا شوہر زندہ واپس آ جائے تو زوجہ اسکو دیباگی البتہ اگر پہلا شوہر واپس آ کر طلاق دیدے تو زوجہ شوہر ثانی کے پاس رہ سکتی ہے لیکن طلاق کی عدت گزرنیکے بعد دوبارہ نکاح کرنا پڑیگا۔ اگر شوہر ثانی سے کوئی اولاد ہو گئی ہے تو وہ اپنی اولاد کا ہر صورت میں مستحق ہے ۱۶

# مسائل متفرقة متعلقه فرائض

**مسئلہ**۔ اگر کسی شخص نے زندگی میں اپنے کسی وارث کو بقدر اسکے حصے کے اپنا مال و جائداد دیکر اسکو مالک بنا دیا اور پورا قبضہ کر دیا تو اصل مالک کے انتقال کے بعد باقی ماندہ مال میں بھی یہ شخص دوسرے وارثوں کیساتھ شریک رہیگا اور اپنا پورا حصہ اب پھر لیگا۔ زندگی میں جو کچھ مورت نے اسکو دیدیا ہے وہ اب اسکے حصے میں محسوب نہ ہوگا۔

**مسئلہ** جب زوجہ مر جائے تو اسکا مہر جو شوہر کے ذمہ پر واجب ہے وہ بھی اسی طرح تقسیم ہوگا۔ دوسرا مال و اسباب تقسیم ہوتا ہے یعنی اگر زوجہ کے اولاد نہیں تو نصف مہر بطریق میراث شوہر کو پہنچ جائیگا اور نصف مہر کے حقدار و مستحق زوجہ کے دوسرے شرعی وارث ہونگے انکو اختیار ہے کہ اپنا حق شوہر سے وصول کریں یا معاف کر دیں اور اگر مرنیوالی کی اولاد ہو تو ایک چوتھائی مہر شوہر کو ملجائے باقی زوجہ کی اولاد وغیرہ ورثہ کا حق ہوگا وہ وصول کریں یا معاف کر دیں لیکن اگر معاف کرنے والا نابالغ ہوگا تو معاف نہ ہوگا۔

**مسئلہ** کسی خارجی وجہ سے استحقاق زیادہ ترکہ نہیں ہو سکتا مثلاً کسی کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک داماد بھی ہے تو دونوں کو برابر حصہ ملیگا دامادی کی وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملیگا (کیونکہ دامادی کے علاقہ سے میراث نہیں مل سکتی) البتہ اگر دو شتون سے مستحق میراث کا ہے تو ہر دو وجہ سے علیحدہ علیحدہ مستقل حصہ میراث کا پائیگا مثلاً سعیدہ کا انتقال ہوا اُسے دو بہائی چچا زاد چھوٹے حلیم اور نعیم اور حلیم سعیدہ کا شوہر بھی ہے تو نصف میراث شوہر ہونیکے وجہ سے حلیم کو ملجائیگی اور باقی مال چچا زاد بہائی ہونیکے علاقہ سے نعیم و حلیم کو برابر چھوٹے ہوئیگا۔ اسی طرح ایک شخص کا انتقال ہوا اُسے پانچ بہنیں خالہ زاد چھوڑیں اور کوئی وارث نہیں تھا ان پانچ میں سے ایک اس مرنیوالی کے زوجہ بھی ہے تو کل ترکہ میں سے ایک سہ اسکی زوجہ کو ملے گی میراث ملے گا اور باقی ماندہ مال پانچ حصے ہو کر ایک ایک حصہ سب بہنوں کو ملجائیگا

**مسئلہ**۔ اگر کسی شخص نے کوئی کسی وغیرہ یا اپنی قوم کے خلاف کوئی کم ذات عورت اپنے گھر میں

زوجہ بہن بہن بہن بہن  
سیدہ سیدہ سیدہ سیدہ سیدہ  
۵ ۳ ۳ ۳ ۳

شوہر ہونیکے وجہ سے چچا زاد۔ چچا زاد  
حلیم نعیم حلیم  
۲ ۱ ۱

ڈال لی اور نکاح بھی کر لیا تو وہ بالکل سیطرہ حصہ اور میراث کی مستحق ہوگی جیسے اصلی اور بیاہتا بیوی مستحق ہوتی ہے اگر تنہا ہوگی تو پورا حصہ زوجہ کیگی اور اگر اسکے علاوہ بھی کوئی زوجہ موجود ہوگی تو اسکے ساتھ شریک ہوگی۔ لیکن اگر نکاح نہیں ہوا تھا صرف گھر میں رہنے اور تعلقات زوجہ و شوہری ہوئیے خاندان و برادری وغیرہ میں زوجہ سمجھی جاتی تھی تو ہرگز میراث کی مستحق نہ ہوگی بلکہ اسکی اولاد بھی میراث سے محروم رہے گی اور ولد الزنا سمجھی جائے گی خواہ یہ عورت کوئی ادنیٰ درجہ کی کم ذات کسی وغیرہ ہو یا شوہر کی کفو اور ہم قوم و ہمسر ہو۔

**مسئلہ۔** اگر شوہر و زوجہ کو ہمبستر ہو نیکی نوبت نہ آئی ہو مثلاً دونوں صغیر سن ہوں یا ایک صغیر سن ہو یا اب تک بیوی رخصت نہ ہوئی ہو اور ان میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تب بھی میراث جاری ہوگی۔  
**مسئلہ۔** اگر کوئی شخص قریب مرگ ہو نیکی حالت میں مسلمان ہو گیا تو اسکے تمام مال اور تمام عمر کی کمائی کے مستحق مسلمان وارث ہونگے کیونکہ اعتبار آخری وقت اور خاتمہ کا ہے اَللّٰهُمَّ اَخْتِمْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ وَاجْعَلْ اٰخِرَ قَوْلِنَا قَوْلَ الشَّهَادَةِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی اٰخِرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اٰجَمِيْنَ ؕ

# مناسخہ کا بیان

بعض دفعہ میراث تقسیم ہونے میں کسی وجہ سے یا وارثوں کی غفلت سے اتنی تاخیر ہو جاتی ہے کہ میت کے اُن وارثوں میں سے جو بقاعدہ شرعیہ کسی حصہ کے مستحق ہو چکے تھے کوئی شخص مرجاتا ہے اور یہ حصہ اور مقدار مال کی جو شریعت نے اسکے لئے مقرر کی تھی اس دوسرے میت کے انتقال بعد اسکے وارثوں کو شرعاً پہونچتی ہے (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس طرح دو دو چار چار وارث انتقال کرتے چلے جاتے ہیں اور تقسیم کی نوبت نہیں آتی۔)

ایسی صورتوں میں مسئلہ بتلانے والے اور فرائض لکھنے والے کیلئے تو آسان یہ ہے کہ ہر ایک میت کا مسئلہ علیحدہ علیحدہ لکھ کر دیدے اور جتنے لوگ گذر گئے ہیں ہر ایک کے مال میں سے اُنکا حصہ بتلا دے لیکن وارثوں اور مال تقسیم کرنے والوں کے لئے اس میں بڑی دشواری ہوتی ہے وہ اسکے سمجھنے بھی عاجز ہوتے ہیں اور مال کو ہر مسئلہ کے مطابق بار بار تقسیم کرنا تو بالکل ہی دشوار اور محال نظر آتا ہے لہذا ان کی سہولت اور خیر طلبی کے لئے عالموں نے مناسخہ کی صورت تجویز کی ہے جس میں نمبر وار ہر ایک میت کو لکھ کر اور پھر اسکے وارثوں کی تفصیل اور حصوں کی مقدار تحریر کر کے قواعد حساب کو ملحوظ رکھ کر آخری نتیجہ ایسا بتلا دیا جاتا ہے جس میں موجودہ اور زندہ وارثوں کا مجموعی استحقاق اور وہ کل حصے اور سہام جو انکو ایک یا چند مرنے والے مورثوں سے پہونچے ہیں یکجائی طور پر صاف صاف معلوم ہو جاتے ہیں اس طرز میں فرائض اور مسئلہ لکھنے والے کو بہت دشواری ہوتی ہے اور حساب کے قواعد اور اعداد کی باہمی نسبتوں کا سمجھنا اور ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

اور اس فرائض کے سلسلہ میں مرنے والوں کی تعداد جب قدر زیادہ ہوتی ہے اس قدر محنت لکھنے والے کی بڑھتی جاتی ہے)

انہیں وجہ سے اول مرتبہ احقر نے اپنی اس تالیف میں مناسخہ کا حال لکھا ہی نہیں تھا اسی دشواری کا عذر لکھ کر چھوڑ دیا تھا کیونکہ یہ رسالہ کم استعداد اور عام لوگوں کے لحاظ پر لکھا گیا ہے لیکن میرے خیر خواہ دوستوں نے کہا کہ کتاب بہم وجہ مکمل ہونی چاہئے کسی نہ کسی کو نفع ضروری ہوگا

عام لوگ نہیں سمجھینگے تو طالب علم استفادہ کریں گے۔ لہذا بیس سال کے بعد جب تیسری مرتبہ طبع ہونے کی نوبت آئی تو احقر نے کتاب میں یہ بیان بڑھا دیا ہے اور مناسخہ سمجھنے کے لئے چونکہ نہایت شدید ضرورت اعداد کی نسبتوں کی ہوتی ہے لہذا پہلے وہی لکھی جاتی ہیں

## اعداد کی نسبتوں کا حال

دو چیزوں کی تعداد اگر برابر اور یکساں ہو تو کہتے ہیں کہ ان دو عددوں میں مماثل کی نسبت ہے مثلاً حصے بھی چار ہیں اور آدمی بھی چار ہیں تو کہا جائیگا کہ ان دو عددوں میں نسبت مماثل کی ہے اسی طرح اگر روپیہ بھی بارہ ہیں اور مستحق بھی بارہ ہیں۔ گوڑے بھی نو ہیں اور سوار بھی نو ہیں تو ان عددوں میں باہم مماثل کی نسبت کہلائیگی۔

اور اگر تعداد بڑی اور چھوٹی ہو ایسی طرح پر کہ چھوٹا عدد بڑے کا جز ہو اور اس میں داخل ہو تو ان عددوں کی نسبت کو تعداد داخل کہیں گے مثلاً آٹھ گوڑے ہیں اور گاڑیاں چار ہیں تو چار میں اور آٹھ میں نسبت داخل کی ہوئی کیونکہ چار بھی آٹھ کے اندر داخل رہنے والا جز ہے

اسی طرح دس روپیہ اور پانچ آدمیوں کو سمجھ لو کیونکہ پانچ کو دو میں ضرب دینے سے دس ہوتے ہیں تو پانچ عدد دس کے اندر دو مرتبہ داخل ہے اور دس کا نصف جز یعنی آدھا حصہ اور ٹکڑا ہے یہی نسبت چار اور آٹھ میں تھی کہ آٹھ میں سے دو دفعہ چار چار نکالنے سے آٹھ ختم ہو جاتا ہے اور پانچ پانچ نکالنے سے دس بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اور اگر دو عددوں میں ایسا تعلق ہو کہ بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کے پورے پورے حصے تو نہیں نکلتے (یعنی چھوٹے عدد کو بار بار مکرر کرنے یا ضرب دینے سے بڑا عدد نہیں بن جاتا بلکہ کبھی کبھی زیادتی غرض کچھ کسر رہتی ہے) لیکن کوئی تیسرا عدد مشترک ایسا ہے کہ جو ان دونوں (چھوٹے بڑے) عددوں کا پورا جز ہے اور اس تیسرے عدد کو مکرر کر کر کے چھوٹا عدد بھی بن جاتا ہے اور بڑا عدد بھی

۱۵ اور توافق میں پورے حصے نکلتے تھے اور چھوٹے کو بار بار بڑھانے سے بڑا عدد پورا بن جاتا تھا اور اس میں سے کئی دفعہ چھوٹا عدد کم کر دینے سے وہ بڑا بالکل ختم ہو جاتا تھا ۱۲

د مگر جو ٹا عدد جلد بنجاتا ہے بڑا کئی دفعہ مکرر کرنے سے بنتا ہے ایسے دو عددوں میں جو نسبت ہوتی ہے اُسکو توافق کہتے ہیں اور دونوں عددوں کو متوافقین بولتے ہیں اور تیسرے عدد کو جسکے بار بار دہرانے سے بڑے چھوٹے عدد بنجاتے ہیں (جزو وفق کہا جاتا ہے یہ نسبت چونکہ بہ نسبت باقی تین نسبتوں کی مشکل سے ذہن میں آتی ہے لہذا اسکی مثال میں جو تفصیل کی جاتی ہے اُس پر غور کر کے سمجھو۔

پہلی مثال چار درجہ دو ایسے عدد ہیں جنہیں تداخل نہیں کہہ سکتے کیونکہ چار کو مکرر کرنے سے چھ نہیں بنتے آٹھ بن جاتے ہیں اور اگرچہ میں سے چار چار دو دفعہ گرا نا چاہیں تو دو کی کمی اور کسر رہ جاتی ہے پورا حساب کبھی نہیں بیٹھتا۔ مگر ہاں ایک تیسرا عدد مشترک چار میں اور چھ میں ایسا ہے جسکو بار بار اضافہ کرنے سے دونوں عدد بن بھی جاتے ہیں اور اسی عدد کو کئی مرتبہ گھٹانے اور گرانے سے دونوں عدد بالکل ختم اور فنا ہو جاتے ہیں اسی تیسرے عدد کو جزو وفق کہتے ہیں وہ اس مثال میں دو کا عدد ہے۔ دیکھئے اگر کسیکو دو مرتبہ دو دو روپیہ دے جائیں تو اُسکے پاس چار روپیہ ہو جائینگے اور اگر پھر تیسری دفعہ بھی دو روپیہ دیدو تو چھ بھی ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر دو دو روپیہ روز خرچ کرے تو دو دن میں چار ختم ہو جائیں گے اور چھ تین روز میں ختم ہو جائیں گے۔ غرض عدد ۴ ایسا ہی کہ خاتمہ بھی اس سے بلا کسر ہو جاتا ہے اور تکمیل بھی پوری ہو جاتی ہے۔

اس مثال میں عدد بہت ہی چھوٹے تھے ذرا اور بڑھنا چاہو تو چھ اور چودہ کو دیکھ لو۔ ان میں بھی بالکل یہی حال ہے عدد ۲ کے سوا کوئی ایسا جز مشترک نہیں جو تکمیل اور خاتمہ بھی بلا کسر پوری طرح کرے اور کچھ آگے چلنا چاہو تو بارہ اور چونتیس میں توافق کی سب علامتیں ملاحظہ اور امتحان کر لو۔ اس کے بیان بھی وہی عدد سے کار براری ہو سکتی ہے اور کوئی عدد ایسا نہیں جو پورا خاتمہ اور بلا کسر تکمیل کر سکیں۔ ہماری طویل تفصیل اور متعدد مثالوں میں بار بار دو عدد کا ذکر آنے سے آپ یہ خیال نہ فرمالیں کہ بس یہی ایک عدد جزو وفق ہو کر رہتا ہے اور ہمیشہ توافق کی نسبت میں اسی عدد سے فیصلہ اور تکمیل و خاتمہ ہوتا ہے۔ نہیں یہ تو مثالیں تھی جس طرح دو عدد جزو وفق بنکر کار براری اور فیصلہ کرتا ہے اسی طرح دوسرے اعداد یعنی تین چار پانچ چھ سات آٹھ وغیرہ بھی دیگر مواقع اور مثالوں میں عدد وفق اور جز مشترک ہو کر رہتے ہیں اور وہی کام دیتے ہیں جو ہمارے ہاں دو نے دیا ہے



دیکھئے تو اور پندرہ دوایسے عدد میں جنہر تداخل کی تعریف مذکور صادق نہیں آسکتی مگر توافق کی نسبت موجود ہے اور عدد ۳۴ بار بار بڑھانے سے نو اور پندرہ حاصل بھی ہو سکتے ہیں اور بار بار تین گم کرنے سے دونوں عدد پوری طرح ختم اور فنا بھی ہو جائیں گے۔

اور پھر غور کیجئے کہ بارہ میں اور بیس میں تداخل نہیں بن سکتا۔ لیکن ایک تیسرا عدد مشترک جو دونوں عددوں کی تکمیل بھی اور خاتمہ اور فیصلہ بھی کر سکتا ہے عدد چار موجود ہے۔ اور پندرہ اور پینتیس<sup>۳۵</sup> میں تداخل نہیں لیکن پانچ کا عدد یہاں ایسا ہے جسکو دو بار بڑھانے سے پندرہ بن جاتا ہے اور چھ مرتبہ اضافہ کرنے سے پینتیس<sup>۳۵</sup> کا عدد حاصل ہو جاتا ہے بارہ اور تین<sup>۳۰</sup> میں غور کرنے سے تداخل کی نسبت صحیح نہیں ہو سکتی لیکن ایک تیسرا عدد بہ تفصیل گذشتہ کار بر آری اور فیصلہ کرنے والا یعنی چھ کا عدد موجود ہے ان دو عددوں میں اسکو مابہ الونق اور جزوفق اور عدد مشترک کہیں گے اسکے بعد چودہ اور انچائیس<sup>۲۹</sup> میں سات کا عدد اور سوکھ اور چھ<sup>۳۶</sup> میں آٹھ کا عدد اور ستائیس<sup>۳۳</sup> و ترسیع<sup>۳۶</sup> میں نو کا عدد اور بیس اور پچاس میں کامل دس کا عدد کار بر آری اور تکمیل و خاتمہ اور فیصلہ کرتے ہیں اور ان سے آگے چلکر گیارہ اور بارہ وغیرہ بھی بعض عددوں میں جز مشترک اور کار بر آری کرنے والے ہوتے ہیں مگر وہاں حساب بہت مشکل ہو جاتا ہے اور عام طور سے اسکی ضرورت بھی نہیں پڑتی اسلئے اسکا بیان چھوڑ دیا گیا ہے۔

تتبعیم۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عدد ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ کے لئے جو مثالیں لکھی گئی ہیں وہ صرف انہیں مواقع اور مثالوں میں فیصلہ کرتے ہیں اور صرف ان ہی اعداد میں جز مشترک بنکر کار بر آری کرتے ہیں جنکا نام لیا گیا ہے اور ذکر کیا گیا ہے ایسا نہیں بلکہ یہ اعداد تو صد ہا مواقع میں اور ہزاروں مثالوں میں مختصر اعداد اور بہت بڑے بڑے اعداد میں جز مشترک بنتے ہیں۔ اور خاتمہ اور تکمیل کر کے فیصلہ کرتے ہیں ہم نے سمجھانیکے لئے چھوٹے اعداد کی مثالیں پیش کر دی ہیں۔

قاعدہ۔ جب دو اعداد میں نسبت توافق کی ہو اور جز مشترک فیصلہ کرنے والا عدد دو ہو تو وہاں توافق بال نصف کہلاتا ہے اور جس جگہ عدد تین فیصلہ کرتا ہے وہاں توافق بالثلث کہتے ہیں اور جب کار بر آری چار سے ہوتی ہے تو توافق بالربع کہتے ہیں۔ پھر پانچ کے عدد سے کام نکلے تو توافق بال خمس بولا جاتا ہے اور چھ میں توافق بالسدس اور سات میں توافق بال سبع اور آٹھ میں توافق بالثمان

اور نو کے عدد میں توافق بالتسع اور دس میں توافق بالعشر کہا جائیگا۔ یہ قاعدہ آپ کے لئے مناسب ہے کے اعداد کے ضرب میں کارآمد ہوگا۔

توافق کا بیان مشکل ہونے کی وجہ سے طویل ہو کر ختم ہوا اور یہاں تک عددوں کی باہمی تین نسبتیں بیان ہو گئی اب صرف ایک چوتھی قسم باقی ہے وہ یہ ہے کہ دو عددوں میں مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نہ پائی جائے۔ ایک عدد دوسرے کا بالکل مساوی اور مقدار بالکل یکساں بھی نہ ہو۔ ایک دوسرے کا جز اور حصہ بھی نہ ہو۔ چھوٹے کو بار بار گرانے سے بڑا عدد فنا بھی نہ ہو جاتا ہو۔ کوئی تیسرا ایسا عدد بھی نہ مل سکے جو دونوں کا عدد مشترک اور جز و فاق بن سکے جسکے بار بار کم کرنے سے دونوں عدد فنا ہو جائیں یا اس تیسرے کو بار بار بڑھانے سے دونوں عدد کامل ہو جائیں۔ جن دو عددوں میں یہ تمام امور مفقود ہوں تو ان میں نسبت تبائن ہوتی ہے۔ اور دونوں عددوں کو متبائن کہتے ہیں ان دونوں کی تکمیل یا خاتمہ کرنے کے لئے کوئی ایسا جز اور عدد نہیں ملتا جو دونوں میں برابر کام دے سکے۔ ممکن ہے کہ ایسا عدد بعض جگہ مل جائے جو ایک طرف کا تو خاتمہ اور تکمیل کر سکتا ہے لیکن دوسرے عدد کا فیصلہ اس سے نہیں ہو سکتا وہاں تکمیل اور خاتمہ میں ایک کی کمی رہ جائیگی یا زیادتی ہو جائیگی۔

مثال کے لئے آپ دس اور اکیس کو دیکھ لیجئے۔ یہاں اگر دو دو عدد گراتے جائیں تو دس ختم ہو جائیگا مگر اکیس میں ایک باقی رہ جائیگا۔ علی ہذا القیاس پانچ دفعہ دو عدد رکھنے سے دس بن جائیگا مگر دس دفعہ مکرر کر نیسے اکیس میں ایک کی کمی رہ جائیگی پھر دو بڑھاؤ گے تو ایک زیادہ ہو جائیگا۔ اعداد کی باہمی نسبتوں کا ضروری بیان بقدر کفایت ختم ہو گیا۔ لیکن مزید فائدہ کے لئے نسبتوں کی شناخت کا قاعدہ اور علامتیں گویا مکرر لکھی جاتی ہیں اور دو شعر یاد کرنے کی قابل کتاب علم الفرائض سے لکھے جاتے ہیں۔

اسوہ دو عدد قائل شد	عِدِّ کم بیش را تا داخل شد
شد تبائن جو عا د شد واحد	گو توافق جو ثالثی زاید

یعنی دو عددوں کو مقابلہ کر کے دیکھ لو اگر دونوں کی مقدار یکساں ہے تو ان میں نسبت قائل ہے اور اگر بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کو کئی دفعہ کم کرنے سے بڑا عدد بالکل فنا اور ختم ہو جائے تو یہاں قائل میں دونوں عدد برابر تھے ۱۱ یہ صورت تداخل میں تھی ۱۲ قائل میں بھی ہوتا ہے ۱۲

نسبت تداخل ہے اور اگر کوئی تیسرا عدد ایسا نہیں ملتا جو دونوں عددوں کو فنا کر سکے اور صرف عدد ایک ایسا ہے کہ بار بار ایک ایک کم کرنے سے دونوں عدد فنا ہو سکتے ہیں اور کوئی مشترک عدد ایسا نہیں مل سکتا تو اسکو نسبت تبائن کہتے ہیں۔ اور جس جگہ ایک کے علاوہ کوئی ایسا عدد تیسرا مل سکتا ہے جو دونوں عددوں کو فنا کر دے تو ان عددوں میں نسبت توافق کی جائے گی۔

اسی قاعدہ کو دوسری طرح سہل صورت میں اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ جب کبھی دو عددوں میں نسبت معلوم کرنی منظور ہو تو دونوں کو دیکھ کر غور کرو اگر دونوں عدد مساوی ہیں مثلاً ۲۰ و ۲۰ یہ بھی ساتھ ہیں اور آدمی بھی ساتھ ہیں یا مستحق بھی پسندہ ہیں اور جسے بھی پسندہ ہیں تو کسی تشریح و تحقیق کی ضرورت ہی نہیں ان عددوں میں نسبت ثنائی کی سمجھو اور دونوں عددوں کو متماثلین اور متساویین خیال کرو اور اگر دو عددوں کی مقدار مختلف ہے یعنی کم و بیش ہیں تو بڑے عدد میں سے چوٹے کو گرا تا اور کم کرنا شروع کرو اگر ایک دفعہ یا کئی دفعہ کم کرنے اور گراتے سے بڑا عدد بالکل ختم ہو جائے اور کچھ بھی باقی نہ رہے تو یقین کر لو کہ ان میں تداخل کی نسبت ہے جیسے چار اور چوبیس ہیں چار کو اگر چھ دفعہ کم کریں تو چوبیس کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اسی طرح تین اور نو میں دیکھو تین کو تین دفعہ گرانے سے نو میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ ان میں نسبت تداخل کی ہے۔ چھ اور اٹھارہ میں نو اور چھتیس میں اور ساٹھ اور تریسٹھ میں غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ سب جگہ تداخل کی نسبت ہے۔

اور اگر چوٹے عدد کو کم کرنے سے بڑے عدد کا خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ کچھ باقی رہ گیا ہے تو جو کچھ باقی رہا اسکو چھوٹے عدد میں سے کم کر کے دیکھو اگر اس باقی ماندہ نے چھوٹے عدد کو ایک دفعہ میں یا دو دفعہ میں ختم کر دیا تو سمجھ لو کہ بس یہی عدد جو باقی رہا تھا یہی جزو دفعی ہے اور یہی دونوں عددوں میں فیصلہ کرنے والا ہے اور باہم بڑے اور چھوٹے عدد میں توافق کی نسبت ہے اب مثال دیکھو دو عدد ہیں تو اور تیسٹھ تیسٹھ میں سے نو کو تین دفعہ کم کیا تو تیسٹھ ختم نہیں ہو گئے بلکہ تین باقی رہ گئے۔ پہلے ہمارے سامنے چوٹا عدد تھا تو اب نو میں سے اس باقی ماندہ عدد یعنی تین کو گرا تا اور کم کرنا شروع کیا تو تین دفعہ کم کرنے سے یہ چوٹا عدد نو بھی ختم ہو گیا معلوم ہوا کہ عدد ۳ جزو دفعی ہے اور یہاں توافق کی نسبت ہے۔

دوسری مثال کے لئے چوڑا اور چھ کو دیکھو۔ چھ کو دو دفعہ کم کرنے سے چودہ ختم نہیں ہوئے دو باقی رہے پھلا چوٹا عدد چھ تھا اب اس باقی ماندہ دو کو چھ میں سے گرا تا اور کم کرنا شروع کیا تو اس نے تین

دفعہ میں چھ کو ختم کر دیا بس یہ عدد ۲ ہی جز وفق ہے اسی سے فیصلہ ہوتا ہے۔  
 جب یہ سمجھ میں آگیا تو خیال کر لو کہ اسی طرح بعض جگہ باقی ماندہ عدد چار ہوتا ہے کہیں پانچ کسی جگہ چھ  
 کہیں سات ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے فیصلہ اور خاتمہ بخیر ہو جاتا ہے (نسبتوں کے اول بیان میں اسکو  
 مفصل سمجھا دیا گیا ہے اور قاعدہ لکھ کر یہ بھی بتلادیا گیا ہے کہ آخری باقی ماندہ جز فیصلہ کرنے والا جس جگہ  
 عدد ۲ ہوتا ہے وہاں توافق بال نصف کہلاتا ہے اور جب ۳ ہوتا ہے توافق بالثلث بولتے ہیں سیطرح  
 آخر تک۔ اور اگر چھوٹے عدد کو بڑے میں اور پھر بڑے کے باقی ماندہ کو چھوٹے میں سے گرانے اور کم  
 کرنے کے بعد کوئی عدد ایسا نہیں نکلسکتا جو چھوٹے کو بھی فنا کر دے اور ختم کر دے۔ بلکہ صرف ایک  
 ایسا نکلتا ہے جس سے دونوں عدد آخر کار ختم ہو سکتے ہیں اور کوئی عدد مشترک اور جز وفق نہیں ہے  
 تو ایسے دو عددوں میں تباہی کا یقین کر لو۔

**مثال اول۔** سات چھوٹا عدد ہے اور دس بڑا ہے نسبت معلوم کرنے کے واسطے۔ دس میں سے  
 سات گرائے۔ اب اس طرف تین رہ گئے چھ چھوٹا عدد سات تھا اب اس طرف تین عدد چھوٹا رہ گیا اسکو  
 سات میں سے دو دفعہ گرایا تو ایک باقی رہا اب اس ایک کو تین میں سے تین دفعہ گرایا تو تین ختم ہو گئے  
 غرض کوئی عدد فیصلہ کنندہ نہ میسر ہوا اسلئے یہاں تباہی سمجھیں گے

**مثال دوم۔** بارہ اور سترہ کا حال دیکھنے کے لئے بارہ کو سترہ میں سے گرایا تو پانچ باقی رہے اب  
 یہ پانچ چھوٹا عدد ہے اسکو بارہ میں سے گرایا تو دو دفعہ گرانے کے بعد دو باقی رہ گئے اب اس دو کو  
 پانچ میں سے دو مرتبہ کم کیا تو ایک ہی رہ گیا معلوم ہوا کہ بارہ اور سترہ میں توافق تداخل کچھ نہیں تباہی  
 ہے اسی طرح سب عددوں کو خیال کر لو۔ مثلاً دس اور تیس یا تیرہ اور اکتالیس وغیرہ وغیرہ  
 نسبتوں کا بیان اور مثالیں پڑھتے ہوئے شاید آپ کے دل میں بعض شبہات گذرے ہوں اور  
 کچھ غماں ہوا ہو۔ لہذا انکے جوابات ایسی طرز سے ذکر کئے جاتے ہیں کہ سمجھنے والے کو کار آمد معلوم  
 اور عظیم فائدے حاصل ہوں

(۱) توافق کی مثالیں سمجھاتے ہوئے آپ نے کہا ہے کہ ۶ اور ۴ میں اور ۶ اور ۱۲ میں اسی طرح ۱۲ اور  
 ۳۴ میں صرف ۲ ہی فیصلہ کرنے والا اور جز مشترک ہے حالانکہ ایک عدد بھی ہر جگہ مشترک ہے  
 اور سب اعداد کا خاتمہ اور تکمیل کر سکتا ہے

جواب۔ ایک کو حساب میں عدد نہیں سمجھا جاتا اور جس جگہ کوئی عدد فیصلہ کرنے والا نہ ہو اور صرف ایک ہی سے کام نہ لگتا ہو وہاں توافق نہیں ہوتا تبائن ہوتا ہے چنانچہ آپ تبائن کی علامات میں اسکو پڑھ چکے ہیں

(۲) پہلی تنبیہ کے ضمن میں جو توافق کی بہت سی مثالیں لکھی گئی ہیں وہاں بارہ اور بیس میں عدد وفق چار کو لکھا ہے۔ پھر بارہ اور بیس میں جز مشترک چھ کو بتلایا ہے باوجودیکہ پہلی مثال میں عدد ۲ سے بخوبی تکمیل و خاتمہ ہو جاتا ہے اور دوسری مثال میں بجائے چھ کے عدد تین بھی بخوبی کارآمد و مفید ثابت ہو کر جز وفق بن سکتا ہے۔ اس طرح سو گز اور چھپن میں عدد وفق دو بھی بن سکتا ہے اور چار بھی مگر آپ نے اسکو چھوڑ کر آٹھ کو پسند کیا اور پھر ستائیس و تریسٹھ میں ایک مختصر عدد تین کو چھوڑ کر بڑا بھاری عدد نو اختیار کیا اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب۔ چوٹے چوٹے اجزاء جو آپ کے خیال میں آئے یہ صحیح ہے کہ ان سے کار بر آری ہو سکتی ہے لیکن اس صورت میں حساب بلا ضرورت پھیل جاتا ہے اور اعداد بے سود بڑھ جاتے ہیں اسلئے بڑا سے بڑا جز جو باہم دو اعداد میں مشترک ہو اسکو تلاش کر کے جز وفق کہتے ہیں اور اسی سے کام لینے میں حساب میں اختصار رہتا ہے۔

اب اس طویل بیان اور ضروری امور کے بعد اصل مقصود یعنی مناسخہ کا طریقہ دیکھو اور سمجھو۔ بقدر ضرورت ایک طویل کاغذ لیکر اسکی پیشانی پر ہو الباقی یا بسم اللہ لکھو یا بسم اللہ کے عدد ۸۶ لکھ دو۔ پھر ایک لمبا خط کھینچ کر اسکے بائیں طرف اس شخص کا نام لکھو جس سے یہ سلسلہ میراث اور مناسخہ کا شروع ہوا ہے جسکو مورث اعلیٰ کہتے ہیں اور جس نے سب سے پہلے وفات پائی ہے اسکے نام کے ساتھ مورث اعلیٰ کا لفظ بھی لکھ دو۔ اور لمبے خط کے نیچے جس طرح وارثوں کے لکھنے کا دستور ہے سب وارثوں کو لکھو اور رشتہ اور تعلق کے نیچے ہر وارث کا نام بھی لکھتے جاؤ۔

دیکھو کہ صرف والدہ یا زوجہ یا پسر لکھنے سے دوسرے تیسرے نمبر میں جب پھر اسی رشتہ کے وارث لکھے جاتے ہیں تو خلط اور ملط اور اشتباہ ہو جاتا ہے۔ جب سب وارث باقاعدہ اچھی طرح درج ہو گئے تو گزشتہ قواعد فرض کی بموجب ان کا مسئلہ بنا کر مقدار اور عدد اسکا دائیں طرف لکھ دو اور رد یا

۱۱ آپ کو اختیار ہے کہ میت کا لفظ طویل کر کے لکھ دو یا صرف خط کھینچو صفحہ ۲۰۴ ملاحظہ ہو ۱۱

عول یا نصیج کی ضرورت پڑی ہو تو اس کا بھی نشان مسئلہ کے اوپر بنا دو اور ہر ایک وارث کے نام کے نیچے اُسکے سهام بھی لکھ دو۔ غرض اس فرض کو ہمہ وجہ مکمل کر کے خوب جانچ کر دیکھ لو کوئی غلطی نہ رہ جائے اور بالکل صحیح و درست ہو جائے۔ اگر یہاں غلطی رہ گئی تو آئندہ سب حساب غلط رہیگا اور آپکو دشواری پیش آئے گی۔

جب اس نمبر اول سے فراغت ہو گئی تو اس کے نیچے تھوڑی سی جگہ آئندہ حساب و ضرب کے لئے چھوڑ کر اب دوسرے میت کے لئے ایک خط لہبا کھینچو اور مورث اعلیٰ کے بعد جس کا انتقال ہوا اسکا نام بائیں طرف لکھو اور حسبِ سهام اسکو پہلے نمبر میں سے حاصل ہوئے تھے انکو بھی نام کے اوپر لکھ دو اور پہلے نمبر میں جس جگہ اسکا نام اور سهام لکھے تھے وہاں نشان قبر کا بنا دو تاکہ آئندہ یاد رہے کہ یہ عدد دوسری جگہ منتقل ہو گئے ہیں۔ اگر یہ نشان نہیں بنایا جاتا تو غلطی سے یہ عدد بھی دوبارہ ضرب میں آجاتے ہیں اور حساب درست نہیں رہتا

اب اس دوسرے نمبر کے میت کے وارثوں کو اس خط کے نیچے لکھو اور اُنکے نام بھی لکھو اور خوب غور سے سب کے حصے بقاعدہ فرض تجویز کر کے ان کا مسئلہ مقرر کرو اور اُسکو حسبِ دستہ دائیں طرف لکھ دو اور ہر وارث کے نیچے اُسکے حصے لکھ دو اور عول یا رد وغیرہ جو کچھ ہوتا ہو یا نصیج کی ضرورت ہو پورا غل فرض کا انجام دو

یہاں تک آپنے کوئی ایسا نیا کام نہیں کیا جو پہلے سے معلوم نہ ہو اور جس کا ذکر مناسخہ سے پہلے نہ آچکا ہو صرف یہ کیا ہے کہ میراث ثانی کا جس جگہ نام اور سهام پہلے لکھے ہوئے تھے اُنپر قبر کا نشان بنا کر دوسرے خط پر بائیں طرف اسکا نام اور وہ سهام لکھ دے ہیں یہ کوئی مشکل اور دشوار کام نہیں ہے۔ یقین

نہ تو مثال دیکھ لو مسئلہ

میتا دی بگم میت اعلیٰ

شوہر	والدہ	پسر	پسر	دختر
صدیق	عطیہ	جمال الدین	جمال الدین	شریف
۱۵	۲	۱۲	۱۲	۶
میت	میت	میت	میت	میت
زوجہ	دختر	والد	برادر	ہمشیرہ
۳	۱۲	۵	مردم	مردم

موت اعلیٰ کا مسئلہ بارگاہ سے بنا کر چارم کے تین سپہام شوہر کو چٹا حصہ یعنی دو سپہام والدہ کو دیدنے باقی سات رہے وہ اولاد پر پورے تقسیم نہیں ہو سکتے تھے اسلئے دو چٹا حصے کا مستحق ہونے کی وجہ سے ہر ایک بیٹے کو بمنزلہ دو آدمیوں کے سمجھا اور لڑکی کو ایک سمجھا کل پانچ عدد ہو گئے سات کو ان میں ضرب دیکر پینتیس کر لئے اور لڑکوں کا حصہ لڑکی سے دو چٹا لگا کر چودہ چودہ اُنکو اور سات اسکو دئے اور حسب قاعدہ اہل مسئلہ یعنی بارگاہ کو بھی پانچ میں ضرب دیدیا اور شوہر اور والدہ کے حصوں کو بھی حساب برابر کرنے کے لئے پانچ میں ضرب دیدی یہ مسئلہ درست ہو گیا اگر مناسخہ نہ تو تصرف اسی میت کی فرائض ہوتی تب بھی یہ سب انتظام درست کرنا پڑتا۔

دوسرے نمبر میں جمال الدین میت کے جعفر وارث تھے سب کو لکھ کر غور کیا تو زوجہ کو آٹھواں دختر کو نصف اور زانی کو چٹا اور والد کو چٹا پہنچتا ہے تو ہنئے ایسا عدد تلاش کیا جس میں سے یہ سب حصے نکل آئیں ذرا سی فکر میں چوبیس خیال میں آگیا۔ چوبیس میں سے جعفر وارث کو پہنچتا تھا اُسکے نام کے نیچے لکھ دیا۔

والد کو چٹے حصے کے حساب سے چار سپہام اور مجموعہ تقسیم شدہ حصوں کا یہ کل مجموعہ تیس تھا ہوا۔ ایک حصہ باقی تھا وہ بھی والد صاحب کو عصبہ ہو نیکی وجہ سے مل گیا اسلئے اُنکے کل سپہام پانچ لکھے گئے اس تقسیم و تفصیل کے بعد دوسرا مسئلہ بھی مکمل ہو گیا۔ مگر یہاں معمولی فرائض کی صورت ہے کوئی جدید اور مشکل بات پیش نہیں آئی البتہ جمال الدین مرحوم کے قبضے میں جتنے سپہام اوپر سے آئے تھے وہی سپہام بیان اُسکے نام کے اوپر مافی الید کا مختصر نشان مگر بنا کر لکھ دئے ہیں اور اپنی لیت کے واسطے اور غلطی سے بچنے کے لئے اوپر لکھے ہوئے نام اور سپہام پر قبر کا نشان بنا دیا ہے کوئی کام مناسخہ کے متعلق ابھی تک شروع نہیں ہوا۔ اب مناسخہ کے کام کو شروع کیجئے اور اُس مقصد کو سمجھئے جسکی تمہید کے لئے کئی ورق نسبتوں کے بیان میں سیاہ کئے گئے ہیں دوسرے نمبر میں وارثوں کے حصے تقسیم کرنے کے لئے اپنے مسئلہ بنایا ہے اور بقدر ضرورت سپہام

سلہ مافی الید اسکو کہتے ہیں جو کسی کی ملک میں ہو یا قبضہ میں ہو اور مناسخہ میں مافی الید سے وہ سپہام مراد ہوتے ہیں

جو میت کو اپنے حصہ میں اوپر والے مورثوں سے پہنچتے ہیں ۱۱

کی تعداد لکھی ہے۔ دوسرے نمبر میں وارثوں کے حصے تقسیم کرنے کے اوصاف میں دیکھیں پھر اس کے ساتھ ساتھ کی تعداد جو مورث سے اُسکو پہنچے تھے۔ بس ان دونوں عددوں میں غور کر کے دیکھئے کہ مذکورہ بالا چار نسبتوں میں سے ان دونوں عددوں میں جو دائیں اور بائیں طرف لکھے ہوئے ہیں کونسی نسبت موجود ہے بعض جگہ تھوڑی سی توجہ اور کسی جگہ زیادہ غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ مماثل ہے یا متداخل ہے یا توافق ہے یا متباہن۔ مناسخہ کا سب سے بڑا کام بس یہی نسبتوں کا معلوم کرنا ہے۔ جب یہ آسان ہو گیا تو باقی امور میں دشواری نہیں ہوگی۔

ہو گیا تو وہی اس کو دینا دیا اور اس میں ہوا  
تماثل تو سب سے آسان ہے معلوم ہی فوراً ہو جاتا ہے اور اسکی وجہ سے ضرب تقسیم اور تغیر تبدیل  
بھی کرنا نہیں پڑتا۔ یعنی جب آپنے دیکھ لیا کہ جتنے عدد پہنچے نمبر اول میں سے لیکر دوسرے میت  
کے نام پر لکھے تھے بالکل سیقدر سپہام بنا کر اس دوسرے میت کا مسئلہ پہنچے دامن جانب  
لکھا ہے تو کسی فکر اور تغیر کی ضرورت نہیں جب قدر سپہام اسکو مورث سے حاصل ہوئے تھے بالکل  
بجائے وہی سپہام خود اسکے وارثوں پر پورے تقسیم ہو گئے۔ اب تغیر تبدیل اور ضرب کی کیا  
ضرورت ہے یہ سب کام تو لا چاری و مجبوری میں کرنے پڑتے ہیں

عق  
فیه

مسند

عبدالحق مورث اعلى

۱۲۲

مشار

زوجہ	دختر	دختر	پسر	پسر	پسر	دختر
نسبہ	غزیزہ	رفیقہ	۲	۲	۲	۱
۳	۸	۸				
		برادر				
		شرین				
		۵				

یہاں ہم نے گذشتہ بیان کو ملحوظ رکھ کر دونوں میتوں کے پورے پورے مسئلے بنا کر سب حساب درست کر کے ریفقہ کے نام اور سہام پر قبر کا نشان بنا کر اسکے سہام نیچے کے نمبر میں اسکے نام پر لکھ دئے۔ اب اس عدد کو اور دائیں طرف لکھ ہوئے عدد کو جس سے مسئلہ بن گیا میراث تقسیم ہوئی ہے مقابلہ کر کے دیکھا تو دونوں مساوی ہیں یعنی تماثل کی نسبت ہے اور ریفقہ کو جو آٹھ سہام والد کی میراث سے پہنچے تھے اسکے وارثوں پر پورے تقسیم ہو گئے نہ کچھ باقی رہا نہ کمی رہی۔ لہذا اب کسی تغیر تبدیل کی ضرورت نہیں سب سے اوپر کے عدد بدستور چوبیس رہے اور مورث اعلیٰ کے بعد جبکہ انتقال ہوا تھا اس ایک عورت کے آٹھ سہام پانچ وارثوں کو مل گئے دو نمبر تک بلا تغیر تبدیل مسئلہ نکل آیا کیونکہ دائیں بائیں عددوں میں تماثل تھا



اور اگر غور کرنے سے معلوم ہو جائے کہ نمبر دوم کے میت کے دائیں طرف لکھے ہوئے مسئلہ کے عدد میں اور اُسکے نام پر بائیں طرف لکھے ہوئے سپہام کے عدد میں تماثل - تداخل تو افق کچھ نہیں بلکہ تباہی ہے تو یہاں آپکو محنت کرنی پڑیگی یعنی میت دوم کے نام پر جتنے عدو مافی الید کی علامت مد بنا کر لکھے ہیں اس عدد میں ان سب سپہاموں کو ضرب دو جو میت دوم کے وارثوں کو ملے ہیں اور دوسری لکیر کے نیچے نام بنام لکھے ہوئے ہیں اور دوسرے خط پر دائیں طرف جو عدد مسئلہ کا لکھا ہوا ہے اس عدد میں نمبر اول کے وارثوں کے سب حصوں کو ضرب دو جو اوپر والے خط کے نیچے نام بنام لکھے ہیں اور جب ان سب حصوں کو ضرب دی تو ان کا مجموعہ جو خط کے اوپر دائیں طرف لکھا ہے اسکو بھی ضرب دینا ضروری ہے۔ غرض تباہی کی صورت میں آپکو دو کام کرنے پڑیں گے۔ ایک یہ کہ میت دوم کے مجموعہ سپہام میں (جو اُسکے نام پر درج تھے) اُسکے وارثوں کے حصوں کو ضرب دو گے۔

دوسرا یہ کہ نمبر دوم کی میراث تقسیم کرنے کے لئے جو عدد مسئلہ کا تجویز کیا گیا تھا اس عدد میں اوپر والے خط کے تمام وارثوں کے علاوہ علیحدہ لکھے ہوئے حصوں کو بھی اور خط کے اوپر لکھے ہوئے مجموعہ کو بھی اسی عدد میں ضرب دو گے جو میت دوم کے مسئلے کیلئے تجویز کیا تھا۔ نہایت وضاحت سے مکرر سمجھانے کے بعد اب تیسری دفعہ اسی قاعدہ کو ایک مثال میں ذہن نشین کیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۲۰	عبدالوحید مورتی اعلیٰ	مسئلہ ۱۲۰	عابدہ
زوجه	والدہ	چچا	والدہ
حکیم	شریفین	سلیم	سائہ
۳	۴	۵	۶
		مردم	۲
		دختر	۲
		دختر	۲

پہلے مورتی اعلیٰ کا مسئلہ درست کر کے اُسکے وارثوں کے حصے مقرر کر کے فکری پر دوسرے میت یعنی عابدہ کے وارثوں کو دیکھ کر مسئلہ بنایا جس میں رو کا قاعدہ جاری ہوا ہے رو کے بعد جو عدد تجویز ہوا ہے وہ دائیں مسئلے کے اوپر لکھ دیا۔

پہلی ہدایات کی مطابق اُسکے نام اور سپہام پر اول نمبر میں قبر کا نشان بنا دیا اور وہاں جو بارہ سپہام اسکو ملے تھے انکو دوسرے خط پر اُسکے نام کے اوپر لکھ دیا۔

جب ان امور سے فراغت ہوئی تو اب غور کیا کہ دوسرے میت کے تجویز شدہ مسئلہ کے عدد میں اور نام کے اوپر لکھے ہوئے عدد میں کونسی نسبت ہے یعنی بارہ اور پانچ میں کیا علاقہ ہے گذشتہ قواعد بیان کی وجہ سے معلوم ہوا کہ ان دو عددوں میں تباہی کی نسبت ہے اور کوئی نہیں ہو سکتی لہذا ہم نے عابدہ کے نام پر لکھے ہوئے عدد میں عابدہ کے سب وارثوں کے حصوں کو ضرب دی یعنی عابدہ کے نام پر جو بارہ کا ہندسہ لکھا تھا اس میں ان تمام عددوں کو ضرب دی جو دوسرے خط کے تحت میں عابدہ کے وارثوں کے لئے نام بنام تحریر ہیں یعنی والدہ کے نام کے نیچے جو اسکا ایک سهام لکھا ہے اسکو بارہ میں ضرب دیکر بارہ لکھ دئے ہر ایک دختر کو دو سهام پہنچے تھے انکو علیحدہ علیحدہ اسی بارہ کے عدد میں جو میت ثانی کے نام پر لکھا ہوا ہے ضرب دیکر جو بیس چوبیس لکھ دئے (یہ تو ایک ضرب ہو گئی)

پھر اس عدد کو دیکھا جس سے میت ثانی کے وارثوں کا مسئلہ بنا ہے۔ یعنی عدد پانچ اسکو لیکر اوپر والے سب وارثوں کے سهام میں جو پہلے خط کے تحت میں درج ہیں علیحدہ علیحدہ ضرب دی روجہ کے تین سهام کو پانچ میں ضرب دیکر پندرہ کیا۔ والدہ کے چار سهام تھے وہ پانچ میں ضرب دینے سے بیس ہو گئے اور ایک چوٹا سا خط کھینچ کر چار کے نیچے لکھ گئے۔

عابدہ کے نام پر اگر قبر کا نشان نہوتا تو ہم اُس کے بارہ سهام کو بھی پانچ میں ضرب دیکر ساٹھ کر دیتے۔ لیکن اس نشان نے متنبہ کر دیا کہ اس وارث کی وفات ہو گئی اور یہ بارہ سهام نیچے کے نمبر پر اثر کر دیا نہ محسوب ہو گئے۔ یہاں ضرب دینے سے حساب غلط ہو جائیگا۔

بہر حال اسکو چھوڑ دیا اور چچا سلیم کے پانچ کو پانچ میں ضرب دیکر پچیس لکھ دئے جب ان سب سهام کو پانچ میں ضرب دی تو انکا مجموعہ جو بیس جو خط کے اوپر دائیں طرف لکھا ہے اسکو بھی پانچ میں ضرب دی اور جو بیس کے اوپر خط کھینچ کر ایک لکھ دئے اور دو نمبر تک حساب پورا ہو گیا اور اوپر نیچے کی دونوں ضربوں کے بعد مکمل صورت مثال کی یہ ہو گئی۔

عبد الوحید مورتی اعلیٰ

مسئلہ

چچا  
سلیم  
۱۵بی بی  
عابدہ  
۱۲والدہ  
شریفہ  
۲۰زوجہ  
حکیم  
۱۵

معدلہ

عابدہ

والدہ	دادی	دختر	دختر
حکیم	شریفین	سائرو	زینب

کل مجموعہ سهام ایک سو بیس ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ حکیم کو اپنے شوہر عبد الوحید کی میراث سے پندرہ سهام پہنچے اور اپنی بیٹی عابدہ کے مرنے پر اُسکی میراث سے بارہ سهام ملے کل ۲۷ سهام کی مستحق ہو گئی شریفین کو اپنے بیٹے عبد الوحید کی موت کا زخم جگر لگا اور بیس سهام اُسکی میراث سے حاصل ہوئے پھر پوتی عابدہ بھی دنیا سے رخصت ہوئی لیکن دادی کو اُسکی میراث میں سے کچھ نہ پہنچا کیونکہ عابدہ کی والدہ حکیم زندہ موجود تھی۔ مان کی زندگی میں عابدہ کی میراث میں سے نانی یا دادی کو کچھ نہیں مل سکتا اسلئے دوسرے نمبر میں شریفین کے نیچے لفظ محروم لکھ دیا عبد الوحید کے چچا سلیم کو پچیس پہنچے اور عابدہ کی دونوں لڑکیوں سائرو و زینب کو چوبیس چوبیس۔ مجموعہ ایک سو بیس ہو گیا

اب اگر فرض نہیں دو میتوں پر ختم ہو گئی اس سلسلہ میں کسی تیسرے کا انتقال نہیں ہوا تو ایک تیسرا طویل خط الاحیاء کا لکھینگے اور سب زندہ وارثوں کے نام اور سب کا مجموعہ سهام اُنکے نام کے نیچے لکھینگے۔ صورت اُسکی یہ ہے۔

الاحیاء				
حکیم	شریفین	سلیم	سائرو	زینب
۲۷	۲۰	۲۵	۲۷	۲۷

اعراض۔ بیان نسبت کا خیال کرنے میں غلطی ہوئی وہ عدد جس سے میراث تقسیم کی گئی ہے اور مسئلہ کے اوپر لکھا ہے وہ چھ ہے۔ اگر اسکا لحاظ کر کے نسبت دیکھی جاتی تو کب قدر آسانی ہوتی آپنے اوپر کا عدد پانچ لے لیا جو رد کی وجہ سے لکھ دیا ہے اسلئے بارہ میں اور اُس میں تین ملو نظر رکھ کر اوپر نیچے دو ضربیں دینے کی تکلیف اٹھائی۔

جواب۔ چھلے بخوبی سمجھا دیا گیا تھا کہ دوسرے میت کی فرض پوری طرح مکمل کر لینے کے بعد

دائیں اور بائیں عدد کی نسبتیں دیکھتے ہیں پس اس مثال چونکہ ذوی الفروض کی تعداد کم تھی اسلئے ایک سہام باقی رہ گیا اسکو سب پر رد کیا (جیسا کہ رد کے بیان میں مفصل مذکور ہوا) اور اب آخری عدد تقسیم کنندہ پانچ ہوا اسکو کہنے کے بعد فرائض کامل ہوئی ہے لہذا اسی آخری عدد کا اعتبار ہوگا۔ اگر نیچے کے عددوں کا خیال کر کے نسبت نکاوین تو حساب خراب ہو جائیگا۔

اس بیان میں پہلے سمجھانے کے لئے مختصر مثالیں دی ہیں ورنہ بعض صورتوں میں اصل مسئلہ کے عدد کے بعد کہیں غول کی وجہ سے عدد بڑھتے ہیں کہیں رد کی وجہ سے کم ہوتے ہیں اور پھر تصحیح کی مصلحت سے دوبارہ بڑھائے جاتے ہیں۔ سب جگہ اس آخری عدد کا اعتبار ہوتا ہے اسی میں اور میت کے نام پر لکھے ہوئے بائیں طرف کے عدد میں نسبت دیکھی جاتی ہے خوب سمجھ لیجئے ورنہ غلطی پیش آکر دقت اٹھانی پڑے گی

تحقیق۔ جس شخص کو حساب سے مناسبت نہیں وہ حیران ہوگا کہ یہ دوسری کیوں کیجاتی کسی عدد میں اول نمبر کے وارثوں کے حصوں کو ضرب دیتے ہیں کسی دوسرے میں نمبر دوم کے وارثوں کو۔

لیکن جسکو تھوڑی سی بھی سمجھ ہوگی وہ غور کرنے سے معلوم کرے گا کہ یہ سب ترکیب حساب کو درست اور صحیح کرنے کے واسطے ہے۔ اسی اپنی گذشتہ مثال میں دیکھئے۔ مورث اعلیٰ کی میسرہ کے چوبیس سہام ہو کر عابدہ کو بارہ پہنچے۔ عابدہ کی وفات پر یہ بارہ اسکے نام پر لکھے گئے اور اسکے وارثوں پر اسکا مال تقسیم کرنے کے لئے ایک مسئلہ کا عدد مقرر ہوا۔

اب اگر یہ عدد ہی بارہ ہی ہے تو حقد سہام اُس نے اپنے مورث سے حاصل کئے تھے وہی سب وارثوں کو دیدئے گئے۔ نہ کچھ کم ہوا نہ زیادہ ایسی صورت میں چونکہ خود ہی حساب درست ہے اسلئے کسی تغیر اور تدبیر کی ضرورت نہیں

چنانچہ ابی عتقرب پہنے آ پکو سمجھایا ہے کہ جب دائیں بائیں عددوں میں تماثل ہوگا کہیں اوپر نیچے ضرب نہیں آدگی اور سب حساب درست اور صحیح رہیگا۔

لیکن جب یہ عدد مختلف ہوں تو دشواری پیش آتی ہے اور اس کے لئے تدبیر کرنی پڑتی سمجھنے کے لئے اسی اپنی تباہی کی مثال کو لے لیجئے۔ دیکھئے۔ عابدہ کو مورث اعلیٰ سے بارہ حاصل

ہونے تھے اور اب اسکے وارثوں کو ملتے ہیں پانچ تو سات سهام کا فرق ہوا۔ اگر تدبیر نہ کریں تو حساب غلط ہو جائے اور کسی کا حصہ کسی کو پہنچ جائے۔ اب یہ تو ممکن نہ تھا کہ پانچ سهام کے بارہ کر دیں کیونکہ وارثوں پر پورے تقسیم نہ ہو سکتے اسلئے عدد دن کو خوب بڑھایا اور ایک ایک کو بارہ بارہ بنادیا گو یا پانچ سهام جو عابدہ کے وارثوں پر تقسیم ہوئے ہیں انکو ساٹھ بنادیا اسلئے جس وارث کو ایک سهام پہنچا تھا اسکے نیچے بارہ لکھ دئے اور جسکو دو پہنچے تھے اُسکے واسطے چوبیس تحریر کئے۔ غرض یہ ضرب اسلئے دی تاکہ عدد بڑھ کر بارہ سے نسبت بھی قائم رہے اور بڑا کسر تقسیم بھی ہو جائے یہ حال تھا نمبر دوم کے وارثوں حصوں کی ضرب کا۔ عابدہ کے حصے چونکہ عبدالوحید کی میراث میں سے نکلے تھے اگر اس صل میراث کو جس میں عابدہ کو بارہ پہنچے تھے بدستور چوبیس بنے دیا جائے تو حساب غلط ہو جائے کیونکہ عابدہ کے بارہ کو تو بنے چار گونہ اور بڑھا کر ساٹھ کر لیا ہے اور یہ مجموعہ چوبیس کا چوبیس ہی رہ جائے تو غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس حساب کی صحت و درستی کے لئے ہم نے اوپر کے مجموعہ کو بھی چار گونہ اور بڑھا کر ایک سو بیس بنالیا اور جسکو چوبیس میں سے تین ملے تھے اُسکے حصے پندرہ کر دئے اس طرح جسکو چار ملے تھے اسکو چار دفعہ اور بڑھا کر بیس کر دئے اور جسکو پانچ ملے تھے اُسکے پچیس کر دئے اور عابدہ کو جو بارہ پہنچے تھے انکو ہم نے پہلے ہی ساٹھ بنا کر وارثوں کے حصوں میں تغیر کر دیا تھا۔ اب بفضلہ تعالیٰ حساب برابر ہو گیا۔

ہم نے یہ طویل فضول ناواقف اور کم استعداد ناظرین کے لئے کیا ہے حساب دان اور ذی استعداد شخص خود بھی سمجھ سکتا ہے اور ذرا سا اشارہ کافی ہوتا ہے

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ میت دوم کے دائیں طرف والے مسئلے اور بائیں طرف لکھے ہوئے سهاموں میں چار نسبتوں میں سے کوئی نہ کوئی ایک ضرور ہوگی۔ جب ان میں تماثل ہو یا تباہ ہو اسکا حال مفصل بیان ہو گیا۔ اب توافق کا حال سنو۔

جب غور کرنے سے یہ معلوم ہو کہ مسئلے میں اور میت کے حاصل شدہ سهاموں میں توافق کی نسبت اور ان دونوں میں ایک ایسا عدد مشترک ہے جو دونوں کی تکمیل اور خاتمہ کر سکتا ہے۔ اب ایسا عدد تلاش کر دو دونوں عددوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مخصوص ہو مشترک نہو۔

بس ایسا عدد مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سهاموں میں سے ڈھونڈ کر اسی عدد میں اسکے

تمام وارثوں کے حصوں کو ضرب دید وجود دوسرے خط کے تحت میں ہر ایک وارث کے نیچے لکھے ہیں اور دائیں طرف لکھے ہوئے مسئلے میں خاص جز کو غور سے پہچان کر اسی غیر مشترک عدد میں مورث اعلیٰ کے وارثوں کے تمام سهاموں کو ضرب دو اور مجموعہ جو دائیں طرف سب سے اوپر لکھا ہے اسکو بھی ضرب دید و حساب پورا ہو جائیگا۔

مثال مسئلہ ۲۳						
زوجه	والدہ	دادا	پسر	پسر	ثانی	ہمشیرہ
حکیم	کلثوم	جمال	کمال	شجاع	جمالی	عقیلہ
$\frac{۳}{۷}$	$\frac{۲}{۸}$	$\frac{۲}{۲۴}$	$\frac{۱۳}{۳۹}$	$\frac{۱۳}{۳۹}$	مردم	مردم

مسئلہ ۲۴			
دختر	والدہ	پوتا	پوتا
عقیلہ	جمالی	کمال	شجاع
$\frac{۳}{۱۲}$	$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۱}{۲}$

یہاں دو نمبر تک پوری طرح فرائض نکالنے اور حصے لگانے کے بعد اور کلثوم کے نام اور سهاموں پر قبر کی علامت بنا کر دوسرے خط پر بائیں طرف اسکا نام اور تمام حاصل شدہ سهام لکھنے کے بعد غور کیا تو دائیں طرف لکھے ہوئے مسئلے کے عدد میں اور نام پر لکھے ہوئے سهاموں میں یعنی چھ اور آٹھ میں توافق کی نسبت ہے اور عدد مشترک جو دونوں عددوں کو فنا کر سکتا ہے وہ ۲۴ ہے لہذا گذشتہ قاعدہ کے لحاظ سے یہاں توافق بال نصف سمجھا گیا۔ پھر چھ میں اور آٹھ میں ایسے جز کی جستجو کی گئی جو مشترک نہ ہو۔ آٹھ میں چار کا عدد ایسا ہے جو چھ میں نہیں اور چھ میں خاص جز تین ایسا ہے جو آٹھ میں نہیں۔ اسلئے ہم نے کلثوم کے تمام وارثوں کے نام کے نیچے لکھے ہوئے حصوں کو چار میں ضرب دیا

سہ کیونکہ ابی قریب ہی بتلایا گیا ہے کہ توافق کی صورت میں مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سهاموں میں خاص اور غیر مشترک جز تلاش کر کے اس مورث دوم کے تمام وارثوں کے حصوں کو اس میں ضرب دید دو۔ ۱۲

اور اوپر والے خط کے تحت میں لکے ہوئے سهاموں کو تین میں ضرب دیا جو مسئلہ چھ کا جزو دھار ہے اور پھر نمبر اول پر دائیں طرف لکھا ہوا جو عدد سب کا مجموعہ ہے اسکو بھی تین میں ضرب دی وہ ایک سو چوبیس نکلا ہو گیا۔

**تحقیق** - پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سب در دسری حساب کی درستی کے لئے ہوتی ہے اس مثال میں کلثوم کو میراث حاصل ہوئے تھے آٹھ سهام اور اسکے وارثوں کو پر تقسیم ہوئے چھ کا عدد بنکر۔ تو دود کی کمی رہی یعنی چہارم حصہ کم ہو گیا۔ اس حساب کی درستی کی صورت اسکے سوا کچھ نہ تھی کہ ہینے کلثوم کے وارثوں کے سهام کو چہار گونہ کر لیا۔ یعنی بجائے چھ کے چوبیس کر دئے نمبر اول کے وارث کے وارثوں کے حصے سہ گونہ کر دئے یعنی جسکے چھ سهام تھے اُسکے اٹھارہ کر دئے اب وہ مبلغ کا نقصان پورا ہو گیا یعنی چہارم کی کمی جو وارثوں کے لئے پڑتی تھی وہ پوری ہو گئی۔

**اغتراض** - یہ جنگڑا جزو وفق نکالنے اور عدد مخصوص تلاش کر نیکا آپ نے بیسود لگایا ہے۔ سہل اور آسان صورت یہ تھی کہ میت دوم کے پورے عدد کو اُسکے وارثوں کے حصوں میں ضرب دیتے اور مسئلہ کے مافی الید کے پورے عدد کو نمبر اول کے وارثوں کے حصوں میں ضرب دیجاتی اسطرح بھی حساب پورا ہو جاتا اور مسئلہ صحیح نکل آتا۔

جواب جسقدر آپ نے بیان کیا یہ صمیم ہے مگر اس صورت میں مجموعہ عد مسائل کا اور سهام ہر ایک وارث کے بلا وجہ بہت زیادہ بڑھ جاتے حالانکہ فرائض میں مقصود یہ ہے کہ حصے بلا کسر تقسیم ہو جائیں اور سهام ضرورت سے زیادہ بڑھنے نہ پائیں۔

**اشکال** - آپ نے فرمایا کہ آٹھ کے اندر چار کا عدد ایسا مخصوص ہے کہ چھ میں نہیں۔ حالانکہ چھ میں بھی چار موجود ہے اور چار اور دو ہی ملکر چھ ہوتے ہیں

جواب - مقصود ایسا عدد ہے جسکے گرانے سے اصل عدد ختم اور فنا ہو جائے۔ چار کو دو دفعہ گرانے سے آٹھ ختم اور فنا ہو جاتا ہے اور چھ میں سے چار کو ایک دفعہ گرا میں تو چھ فنا نہیں ہوتا اور دو

سہ کیونکہ بصورت توافقی مسئلہ کے عدد کے جزو غیر مشترک اور مخصوص کو لیکر نمبر اول کے وارثوں کے حصوں میں

ضرب دیا جاتا ہے ۱۲

دفعہ چہ میں سے چار کو گرا نہیں سکتے لہذا یہ آٹھ کے لئے مخصوص و مفید ہوا۔ اور عدد ۳۳ ایسا ہے کہ بار بار گرانے سے آٹھ فنا نہیں ہو سکتا۔ البتہ چہ کا خاتمہ تین تین دو دفعہ گرانے سے ہو سکتا ہے لہذا چہ کے لئے عدد مخصوص تین ہوا۔ اس طرح ہر جگہ خیال رکھنا چاہئے کہ عدد مخصوص سے وہی عدد مراد ہے جو بڑے عدد کو بالکل فنا اور ختم کر دے۔

اعتراض اور اشکال کا جواب سننے کے بعد اور زیادہ آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ جب مسئلے کے عدد میں اور میت کے حاصل شدہ سهام میں توافق ہو تو اسکے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ مسئلے کے عدد میں سے جز مخصوص تلاش کر کے اوپر والے دارتوں کے سب سهاموں کو جز خاص میں ضرب دیجائے (یعنی مورث نمبر اول کے دارتوں کے نام کے نیچے جو عدد لکھے ہوئے ہیں ان سب کو اس جز خاص میں ضرب دیجائے جو مسئلے میں تلاش کیا گیا ہے) اور نیچے کے دارتوں کے سهاموں کو جز مخصوص میں ضرب دیجائے (یعنی مورث نمبر دوم کے دارتوں کے نیچے جو عدد لکھے ہیں ان سب کو اس جز میں ضرب دی جائے جو مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سهاموں میں تلاش کیا گیا ہے) اوپر لکھی ہوئی مثال میں غور کرو اور دیکھو کہ ارشد علی کے وارثان حکیم و جمال و کمال وغیرہ کے سهاموں کو ہم نے مسئلے سے تلاش کئے ہوئے جز وفق یعنی تین میں ضرب دیا ہے اور کلثوم کے وارثان عقیلہ و جمالی وغیرہ کے حصوں کو ہم نے کلثوم کے کل سهام کے جز خاص یعنی چار میں ضرب دیا ہے اور جس عدد میں ضرب دیا ہے اسکا ذرا سا اشارہ بھی دائیں طرف وقفہ ۳ لکھ کر اور بائیں جانب وقفہ ۴ لکھ کر کر دیا ہے۔

مورث دوم کے مسئلے عدد اور اسکے نام پر لکھے ہوئے عددوں کی باہمی نسبتوں میں سے یہاں تک تین نسبتوں کا بیان ختم ہو گیا۔ صرف ایک نسبت باقی رہ گئی ہے یعنی تداخل اسکا حال سنئے جب دیکھنے اور غور کرنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ مسئلے کے عدد اور مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے عدد میں تباہی اور توافق اور تماثل کی نسبت نہیں تو یقین ہو جائیگا کہ ان دونوں عددوں میں باہم تداخل کی نسبت ہے۔

اب ان دونوں عددوں میں جز مخصوص تلاش کر دینی ہر ایک عدد میں اس خاص عدد کا پتہ لگاؤ جو ہر ایک کو ختم اور فنا کر سکتا ہے۔ جسکو ابھی اچھی طرح آپ نے توافقی کے بیان میں سمجھ لیا ہے۔



جب دونوں جگہ کا جز خاص سمجھ میں آ گیا تو یہاں بھی وہی عمل کرنا ہوگا جو توافق میں کیا تھا  
یعنی پہلے نمبر پر لکھے ہوئے تمام عددوں کو نمبر دوم کے مسئلے کے جز خاص میں ضرب دیا جائیگا  
اور مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے اعداد کے جز خاص میں مورث دوم کے وارثوں کے تمام  
سہاموں کو ضرب دیں گے۔ یعنی دو ضرب میں جس طرح توافق کی صورت میں دیجاتی تھی یہاں بھی  
دیجا جائیگی۔ البتہ اگر مورث نمبر دوم کے مسئلے کا عدد اس کے نام پر لکھے ہوئے عدد سے چوٹا ہے تو  
صرف ایک ہی ضرب کافی ہوگی یعنی مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے اعداد کے جز مخصوص میں  
نیچے لکھے ہوئے تمام وارثوں کے سہاموں کو ضرب دیدیئے لیکن مسئلے کے جز مخصوص میں مورث نمبر  
اول کے وارثوں کے سہام کو ضرب نہیں دیئے۔ توافق میں ہر ایک جگہ دو ضربیں آتی تھی اور یہاں  
تداخل میں دو صورتیں ہیں۔ اگر مسئلے کا عدد بڑا ہو اور میت کے حاصل کردہ سہام (جو اس کے نام پر  
لکھے ہوئے ہیں) مقدار میں کم ہوں تب تو دو ضربیں ہوں گی ایک اوپر ایک نیچے اور اگر مسئلے کا  
عدد چوٹا ہے اور میت دوم کے نام پر لکھا ہوا مافی الید بڑا ہے تو اس مافی الید کے جز مخصوص  
میں نیچے لکھے ہوئے وارثوں کے سہاموں کو ضرب دیدیئے اوپر کوئی ضرب نہ جائے گی۔ جب  
اوپر ضرب نہیں جاتی تو اس مسئلہ کو مستقیم کہتے ہیں۔ اگرچہ توافق کے بیان میں جز مخصوص میں  
ضرب دینے کی مثال ایسی طرح واضح کر دی گئی ہے کہ اب تداخل میں کسی خاص مثال کا مفصل سمجھانا  
طول فضول معلوم ہوتا ہے۔ مگر حسب عادت مزید توضیح کے لئے تداخل کی مثال بھی ذکر  
کیجاتی ہے۔

جمال خان مورث

مسئلہ ۱۳

مثال اول

زوجہ	برادر	برادر	ہمشیرہ	ہمشیرہ
سلیم	شادی	عظیم	سعید	علین
۱۸	۱۳	۱۴	۷	۷
مسئلہ ۱۴	زینب	دختر	پسر	شوہر
۱۸	۱۳	۱۴	۷	۷

زینب مورث

دختر

پسر

شوہر

کمال

عزیز

نیاز

اس مثال میں پہلے میت یعنی جمال خان مورث کے متعلق تو کچھ سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں دوسرے میت یعنی زینب کو ادپر سے بارہ سہام حاصل ہوئے تھے انکو ہمنے اُسکے نام پانی الید کا اشارہ معطاکر کے لکھدئے اور پھر اسکے وارثوں کو نام بنام لکھکر بقاعدہ فرائض حصے تقسیم کئے تو عدد چار سے تینوں وارثوں کے حصے پورے نکل آئے ایسے دائیں طرف مسئلہ لکھکر اس پر چار کا ہندسہ لکھا۔ اب غور کیا تو اس عدد میں اور زینب کے مافی الید یعنی بارہ میں تداخل کی نسبت ہے (کیونکہ چار کو تین دفعہ گرانے سے بارہ کا عدد فنا ہو جاتا ہے) مگر تداخل کی وہ صورت ہے جسکو مستقیم کہتے ہیں۔ یعنی مسئلہ کا عدد چھوٹا ہے اور مافی الید کا عدد بڑا ہے۔ لہذا مذکورہ سابقہ قاعدہ کی موافق یہاں صرف ایک ضرب دیگئی یعنی زینب کے وارثوں کے سب سہاموں کو مافی الید کے ساتھ ضرب دیگئی۔ لیکن پورے عدد بارہ میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ بارہ میں سے وہ خاص ٹکڑا اور جز نکالکر جو بارہ کو فنا کر دے والا ہے اور ایسے ساتھ خاص ہے اُسی جز میں نیچے لکھے ہوئے اعداد کو بھی ضرب دیگئی اور انہیں اعداد کا مجموعہ جو مسئلہ کے ادپر لکھا ہے اسکو بھی بارہ کے اسی جز خاص میں ضرب دیدی وہ جز مخصوص عدد تین ہے جو بارہ کے اندر داخل بھی ہے فنا کرنے والا بھی ہے مخصوص ہی ہے سوال۔ بارہ کے اندر کئی جز نکل سکتے ہیں۔ چھ بھی اور چار بھی اور تین بھی۔ اور دو بھی آپنے خاص عدد تین کو نکال کر کیوں ضرب دی حالانکہ یہ عدد مخصوص بھی نہیں یہ عدد تین تو چار کے ضمن میں بھی موجود ہے۔

جواب۔ توافق کی مثالوں کے بعد جو سوال و جواب مذکور ہوئے ہیں۔ وہاں سے اس سوال کا جواب بھی بوضاحت سمجھ میں آسکتا ہے لیکن آسانی اور سہولت کے لئے دوبارہ عرض کیا جاتا ہے کہ ضرب ایسے جز میں دیجاتی ہے جو مخصوص ہو عدد ۲ اس موقع پر مخصوص نہیں۔ چار میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور چھ میں ضرب دینے سے بلا ضرورت سہام بڑھتے ہیں اور حساب خراب ہو جاتا ہے۔ نیز تداخل کی صورت میں ہی ایک تعلق توافق کا ہوتا ہے اور وہ تعلق یہاں توافق بالثلث ہے اور جس جگہ توافق بالثلث ہو تو وہاں کام کرنے والا عدد تین ہوتا ہے ان وجہ سے ہمنے بارہ میں سے عدد تین کو جز و قرار دیکر مسئلہ میں یعنی چار میں

ضرب دی۔ اور عدد تین اگرچہ چار کے ضمن میں موجود ہے مگر یہ چار کو فنا کنندہ نہیں ہے۔ لہذا چار کے لئے یہ جز ضربی اور معتبر نہوایہ تو بارہ ہی کے ساتھ اس جگہ مخصوص رہا۔ تحقیق جسکو تصور اسبابی فہم ہوگا وہ غور کرنے سے معلوم کر لیگا کہ نیچے ضرب دینے سے یہ فائدہ ہے کہ میت کو جو سهام ادپر سے حاصل ہوئے تھے وہی عدد نیچے کے وارثوں پر تقسیم ہو کر حساب برابر ہو جائے۔ دیکھئے ہماری اسی مذکورہ مثال زینب کے مافی الید بارہ تھے اور مسئلہ جو اسکے وارثوں کے لئے تجویز ہوا تہادہ چار۔ ہم نے حسب قواعد ان چار کو ضرب دیکر بارہ بنالیا۔ اور یہی بارہ سب وارثوں پر تقسیم ہو گئے حساب بھی درست رہا یعنی مجموعہ سهام کا بہتر ہی رہا اسی لئے اور کسی ضرب کی ضرورت پیش نہ آئی۔

مورثہ زینب

مسئلہ

مثال دوم

دختر  
رقبہ  
۶والد  
شجاعت  
۲والدہ  
نادری  
۲شوہر  
عظیم  
۳

رقبہ معہ

مسئلہ

پسر  
رحمت  
۵نانا  
شجاعت  
۴ثانی  
نادری  
۲والد  
عظیم  
۲شوہر  
حسن  
۳

اس مثال میں بھی پہلی میت کا مسئلہ تو بالکل ظاہر ہے ذوی الفروض چونکہ زیادہ تھے ایک سهام کی کمی رہتی تھی اس لئے عول کے قاعدے سے مسئلہ کے عدد بارہ کو تیرہ کر لیا۔ اُسکے بعد رقبہ متوفیہ کے نام اور سهام پر قبر کا نشان بنا کر اور نیچے ایک خط کھینچ کر اُسکے بائیں طرف رقبہ کا نام اور والدہ سے ملے ہوئے چہ سهام لکھ دئے اور خط کے نیچے تمام وارثوں کو لکھ کر میراث تقسیم کر نیکا مسئلہ بارہ بنایا اور ہر ایک وارث کو حق واجب دیکر سب کے نیچے سهام لکھ دئے اب غور کیا کہ مسئلہ کے عدد میں اور رقبہ کے مافی الید یعنی حاصل شدہ سهام میں کیا نسبت ہے ایک طرف بارہ ہیں ایک طرف چہ۔ ان میں تداخل کی نسبت ظاہر ہے۔

لیکن یہ تداخل کی دوسری قسم ہے یہاں اوپر ضرب جائیگی اور نیچے ضرب نہیں۔ اسلئے کہ مسئلہ کا عدد بڑا ہے اور مافی البد کا عدد چھوٹا ہے

پس ہم نے چھ اور بارہ میں توافق بالنصف کا علاقہ دریافت کر کے (اور یہ ملحوظ کر کے کہ جب توافق بالنصف ہوتا ہے تو عدد ۲ کا رآمد ہوا کرتا ہے) بارہ کے اوپر وفقہ ۲ کا نشان بھی بنا دیا اور اوپر کے سب اعداد کو دو میں ضرب دیدی جسکے نام کے نیچے تین لکھے تھے انکو چھ دیدیئے اور جسکے نیچے دو لکھے تھے وہاں چار لکھ دئے اور سب اوپر دائیں کنا سے پر جو عدد ۱۳ لکھا تھا اسکو بھی دو میں ضرب دیکر ۲۶ بنا دیا اور اب کل حساب درست ہو گیا کیونکہ رقیہ مرحومہ کے ۶ سپہام اُسکے وارثوں کے پاس جا کر بارہ حصے بنکر تقسیم ہوئے تھے۔ اوپر والے وارثوں کے پاس جو سات سپہام باقی تھے انکو بھی ضرب دیکر دو چند کر دیا اور زینب اور رقیہ کے سب ورثہ پر حبش سپہام باقاعدہ تقسیم ہو گئے۔

یہاں تک چار نسبتوں (تداخل توافق تباؤن) کا انتہائی طول اور بہت وضاحت کے ساتھ مع مثالوں کے بیان ہو چکا ہے۔ اب اس سے زیادہ طول کلام مناسب نہیں البتہ باہم اعداد میں نسبتوں کا سمجھنا چونکہ دشوار ہوتا ہے لہذا مفید اور سہل قواعد وضوابط نسبتوں کی شناخت و تمیز کے نقل کئے جاتے ہیں اور اُنکے بعد مناسخہ کی چند مثالیں مع وضاحت اور تشریح لکھ کر اس بیان کو ختم کر دیا جائیگا۔

(۱) جو دو عدد ایسے ہوں کہ اُنکا پہلا عدد حفت ہو ان میں نسبت تباؤن کی نہیں ہو سکتی دیکھئے ۱۲۲۴ اور ۱۹۴۲ بہت بڑے عدد ہیں مگر ہم نے دونوں کے شروع میں ہندسہ حفت یعنی چار اور دو۔ دیکھ کر بہت جلد یہ بتا دیا کہ ان میں نسبت تباؤن کی نہیں ہے۔

(۲) جن دو عددوں کے اول میں پانچ کا ہندسہ ہو ان میں تباؤن نہیں ہو سکتا توافق کی نسبت ہوگی یا تداخل کی۔ خیال فرمائے ۱۵۹۲۵ اور ۹۱۵ کی نسبت تلاش کرنے میں بہت دیر لگتی۔ لیکن ہم نے دونوں کی ابتدا میں پانچ کا ہندسہ دیکھ کر دور ہی سے یہ کہہ دیا کہ ان میں تباؤن کی نسبت تو ہے نہیں۔ ہاں یہ غور کر کے دیکھنا ہے کہ توافق ہے یا تداخل (۳) دو عددوں میں اگر چھوٹے عدد کو بار بار گرانے سے بڑا عدد بالکل فنا ہو سکتا ہے

کوئی عدد نہ باقی نہیں رہتا تو ان عددوں میں تداخل کی نسبت ہوگی۔ جیسے بارہ اور بہتر  
میں تداخل ہے اور ۲۵۰ اور ۲۵ میں تداخل ہے۔

(۴) جن دو عددوں کے اول میں صفر ہو تو وہ دونوں دس پر ضرور تقسیم ہو جائیں گے خواہ کتنے ہی  
بڑے عدد ہوں شروع میں صفر نہ کہہ کر آپ اول نظر میں اتنا ضرور کہہ سکیں گے کہ تب ان میں  
نہیں ہے۔ یا تو تداخل ہوگا۔ تداخل نہیں تو توافق ضرور ہوگا۔ کوئی عدد مشترک دونوں کو فنا  
اور ختم کرنے کے لئے نہیں ملیگا تو دس تو ضرور ہی دونوں کے لئے کارآمد ہوگا

مثلاً ۲۳۱۰ اور ۲۱۰ کو دیکھتے ہی آپ کہہ دیں گے کہ ان میں تباہی نہیں۔ پھر غور کریں گے  
تو کہیں گے کہ تداخل ہے۔ ۲۳۰ اور ۱۸۲۰ میں بھی تداخل ہے۔ چھوٹے عدد کو آٹھ دفعہ  
گرا کرنے سے بڑا عدد فنا ہو جائیگا۔ اس طرح ۷۲۰ اور ۱۵۵۰ میں تداخل نہیں مگر توافق ہے  
کیونکہ دونوں عددوں کو فنا کرنے کے واسطے آپ دس عدد سے بھی کام لے سکتے ہیں اور پانچ  
سے بھی۔

(۵) دو عددوں میں سے جب ایک کے شروع میں طاق عدد ہو اور دوسرے کے ابتداء  
میں جفت عدد ہو تو فوراً آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں تباہی ہے توافق و تداخل نہیں ہے مثلاً  
۲۲۵ اور ۱۴۴ کو دیکھ کر پہلی ہی نظر میں معلوم ہو جائیگا کہ باہم مخالف ہیں ایک کے شروع  
میں عدد جفت ہے دوسرے کے شروع میں عدد طاق ہے۔ بڑا چھوٹے پر تقسیم  
ہو کر فنا نہیں ہو سکتا۔

## مناسخہ کی مثالیں

بہت مختصر مثالیں پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ مگر اُن سے مقصود تھا نسبتوں کا سمجھانا۔ یہاں مناسخہ کی  
صورت اور طرز بتلانا ہے اس لئے اُن مختصر مثالوں سے ذرا بڑی مثالیں دیکر بھی سمجھانے کی  
کوشش کی جائیگی۔

زید

(چچا)  
سچید

میں مسئلہ  
زید  
ہندہ

مثال قول

مسئلہ سعید  
میر  
دختر  
علیمہ

تشریح ۲۔ زید کی وفات کے وقت صرف دو وارث موجود تھے زوجہ اور چچا بنے انہیں وارثوں کے لحاظ سے پہلے زید کی میراث کا مسئلہ تیار کیا۔ میت کے اولاد نہیں اسلئے زوجہ ربع کی مستحق ہے اور باقی مال چچا بوجہ عصبہ ہونیکے پائیگا۔ لہذا پہنے مسئلہ چار سے بنا کر ایک حصہ زوجہ کو دیا اور باقی تین سہام چچا کے حصے میں لگائے۔ جب یہ آسان مسئلہ نکل کر تیار ہو گیا تو پہنے دوسرے میت یعنی چچا سعید کے واسطے میت کا لفظ کا ایک طویل خط کینچکر اسپر بائیں جانب انکا نام لکھا اور پر کے درج میں سے یعنی زید کی میراث سے انکو جو تین سہام ملے تھے مافی الید کا نشان مہ بنا کر اُسکے نام پر لکھ دئے۔ پر دیکھا تو انکے بھی صرف دو ہی وارث تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ یہ قاعدہ تو نہایت ظاہر اور مشہور ہے کہ بیٹے کو دہرا حصہ ملتا ہے اور بیٹی کو اکہل۔ لہذا پہنے سعید کے مال متروکہ کے تین سہام کر کے دو بیٹے کو دئے اور ایک بیٹی کو۔ دائیں جانب مسئلہ کا نشان بنا کر تین کا ہندسہ لکھ دیا۔ پر جو خیال کیا تو نظر آیا کہ چچا سعید مرحوم کو پہلے میت یعنی زید سے جو حصہ ملا تھا وہ تین ہی سہام تھے جنکو ہم نے مافی الید کا نشان بنا کر اُسکے نام پر لکھ دئے تھے۔ وہی تین سہام اُسکے وارثوں پر بغیر کسی دشواری کے تقسیم ہو گئے نہ کسی ضرب کی ضرورت ہوئی نہ تقسیم کی اور مجموعہ عدد سہام کا بھی بدستور جاری رہا۔ اگرچہ اس آسان مثال میں زندہ موجود رہنے والے وارث صرف تین ہی ہیں اور ہر ایک کے سہام اور حصے بالکل ظاہر اور صاف نظر آ رہے ہیں تاہم قاعدہ مروجہ کے مطابق پہنے ایک اور خط الا حیا یعنی زندہ وارثوں کے نام سے کینچکر تینوں زندہ وارثوں کے نام اُسکے نیچے لکھ دئے مسئلہ زوجہ  
ادھر نام کے نیچے اُسکے حاصل کردہ سہام لکھ دئے مسئلہ  
اور اس آخری خط کے درمیان مبلغ لکھ کر مجموعہ کل مسئلہ  
سہام کا لکھ دیا۔ اب متور اس مناسبت کی اسطرح ہو گئی الاحیاء  
میر  
دختر  
علیمہ

## مثال دوم

خبیر الدین

مثال  
۴۲  
۲۲  
۱۸

زوجه عظیمہ $\frac{1}{3}$ $\frac{1}{9}$	پسر از زوجہ سابقہ (حمید) $\frac{2}{3}$ $\frac{1}{9}$	پسر از زوجہ سابقہ (ظہور) $\frac{1}{3}$ $\frac{1}{9}$	دختر از زوجہ سابقہ مجید $\frac{1}{3}$ $\frac{1}{9}$
مسئلہ	تباہ	حمید	مسئلہ

برادر حقیقی (ظہور) $\frac{2}{3}$ $\frac{1}{9}$	ہمیشہ حقیقی مجید $\frac{1}{3}$ $\frac{1}{9}$	سوتیلی والدہ عظیمہ مردم	برادر سوتیلی شکور مردم
مسئلہ	توافق بالنصف	دعوہ	ظہور

دختر غزیزہ $\frac{1}{5}$	دختر شیدہ $\frac{1}{5}$	دختر حکیم $\frac{1}{5}$	دختر سلیم $\frac{1}{5}$	ہمیشہ حقیقی مجید $\frac{1}{5}$
الاجمہ	المبلغ ۷۲	۱۸	۲۵	۵

تشریح - خبیر الدین کا جب بقضائے الٰہی انتقال ہوا تو ایک زوجہ عظیمہ اور اس کا بیٹا شکور موجود تھے۔ اور اس سے پہلے ایک زوجہ خبیر کی زندگی میں گذر گئی تھی اُسکے پیٹ سے حمید اور ظہور اور مجید موجود تھے۔ غرض مرنے کے وقت ایک زوجہ تین بیٹے ایک بیٹی وار تھے۔ تجمیز تکفین کے بعد جو کچھ مال باقی رہا وہ سب بقاعدہ فرائض انہیں پر تقسیم کیا گیا۔ یعنی کل مال واسباب کے آٹھ حصے کر کے ایک حصہ زوجہ کے نام پر لکھا اور باقی سات حصے اولاد کو دیدئے۔ تین بیٹوں کو دو دو حصے دئے گئے اور بیٹی کو ایک۔ یہ سات بھی ختم ہو گئے حساب برابر ہو گیا۔

یہی چند روزہ آگے پیچھے کا فرق ہے آخر سیکو مرنا ہے بقا سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے کیسے ہو سکتا ہے۔ چھ برس کے بعد خیر الدین کا بیٹا حمید بھی انتقال کر گیا۔ اُسکے مرنے کے وقت اگر یہ اسکے باپ کی زوجہ ثانیہ عظیمہ بھی موجود تھی جو اسکی مائدر یعنی سوتیلی ماں ہوتی ہے لیکن شریعت نے اسکا کوئی حصہ سوتیلے بیٹے کے مال میں مقرون نہیں فرمایا ہے۔ لہذا یہ محروم رہ گئی۔

اسی طرح حمید مرحوم کا سوتیلا بہائی شکور بھی محروم رہ گیا کیونکہ مرنے والا کا حقیقی بہائی موجود ہے وہ اس سے مقدم ہے۔ اگر حقیقی موجود نہ ہوتا تو یہ علاقائی (یعنی سوتیلا) ہی عصبہ بنکر وارث ہوجاتا اب حمید کی میراث پانے کے قابل صرف دو وارث رہ گئے۔ ایک حقیقی بہائی ظہور اور دوسری حقیقی بہن مجیدن۔ بعد تجنیز تکفین اور ادائے قرض وغیرہ کے کل مال کے بھی دو آدمی مستحق ہونگے دو حصے بہائی کو ملیگا اور ایک حصہ بہن کو اور تین سہام بنا کر حساب بست ہو جائیگا کسی نے کیا خوب کہا ہے ۵

تاما نہیں یہ عبرت کی جا ہے

یہ دنیا نہیں دل لگانے کا قابل

حمید کی میراث تقسیم ہو گئی۔ بہن بہائی لیکر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ حمید کو سب بھول بہال گئے۔ تین ہی برس میں دوست دشمن سب کے دلوں سے فراموش ہو گیا ظہور اچھا خاصا پرتا تھا۔ گرمی کے موسم میں میضہ کی دبا ہوئی اور بیمار ہو کر ایک ہی روز میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ زوجہ کا انتقال تو پہلے ہی ہو گیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی چار بیٹیاں اور ایک ہمشیرہ رہ گئی اسکے مال کے چھ حصے ہو کر دو تہا یعنی چار حصے چار بیٹیوں کو دئے گئے اور باقی دو حصے ہمشیرہ کو پہنچے جو میت کی لڑکیوں کی موجودگی میں عصبہ ہو جاتی ہے۔ (اور اصطلاح فرائض میں عصبہ مع الغیر کہلاتی ہے)

اصلی مورث تو خیر الدین تھا۔ ایک مرتبہ اسکے مرنے پر مال تقسیم ہوا۔ آٹھ سہام ہو کر بھر اسکے بیٹے حمید کی وفات پر تین سہام ہو کر تقسیم ہوا۔ پھر ظہور کے انتقال پر تقسیم ہوا چھ سہام بنکر۔

اگر یہ تین مسئلے کوئی شخص ہم سے علیحدہ علیحدہ دریافت کرے تو ہم بہت سہولت سے تینوں مرنے والوں کی فرائض نکال کر دکھلا دیں اور ہر مرتبہ مال تقسیم ہو جائے۔



لیکن جبکہ کئی وارث کے بعد دیگرے گزر جائیں اور مال تقسیم نہ ہو بلکہ کئی اتفاقات کے بعد مسئلہ دریافت کیا جائے تب مناسبہ کی ضرورت پیش آتی ہے (جیسا کہ ابتدائے میں بتلایا گیا ہے) اور مسئلہ کے عدد اور میت کے مافی الیدین نسبت پر غور کر کے ضرب وغیرہ کی نوبت آتی ہے

اسی مثال دوم میں جب اول و دوم مورثوں کی وفات پر مال تقسیم نہ ہو اور آخر میں اگر ظہور کے مرنے کے بعد مسئلہ پوچھا جائے تو ہم یہ صورت اختیار کریں گے جو مثال دوم کے شروع میں دکھلائی گئی ہے یعنی پہلے خیر الدین کی فرایض نکال کر آٹھ سپہام مسئلے کے تجویز کر کے دوسری سطر میں حمید کا مسئلہ درست کریں گے اور حمید کو دو سپہام جو والد کی میراث میں سے ملے تھے انکو اسکے نام پر مضاف بنا کر لکھ دیں گے۔ اور اوپر کی سطر میں مورث کے وارثوں میں جانا اسکا نام لکھا تھا وہاں قبر کا نشان بنا دیں گے

اب اسکے نام پر لکھے ہوئے عدد میں اور مسئلے کے عدد میں غور کرنے کی ضرورت ہوگی۔

صاف صاف طور سے تباہی نظر آ جاوے گا۔ اور (حب قواعد مذکورہ سابقہ) مسئلہ کے عدد ۳۴ پر دسے سب اعداد کو ضرب دیں گے۔ یعنی عظیمہ کے نیچے جو ایک سپہام لکھا ہے اسکو تین میں ضرب دیکر اور ذرا سا خط کہنچکر اسکے نیچے عدد ۳۴ لکھ دیں گے

اسی طرح شکور کے دو کو چھ بنا دیں گے حمید کے نام پر چونکہ قبر کا نشان ہے۔ لہذا یہاں ضرب نہیں دیں گے۔ البتہ ظہور کے ۲ کو ۶ بنا دیں گے اور حمید کے ۳۴ کو ۳۴ میں ضرب دیکر نو لکھیں گے اور مسئلے کا عدد جو ۸ تھا اسکو بھی ۳۴ میں ضرب دیکر ۲۷۲ بنا دیں گے۔ یہاں سے فارغ ہو کر حمید کے وارثوں کو جو سپہام پہنچے ہیں انکو حمید کے مافی الیدین میں ضرب دیں گے۔ ظہور کے دو سپہام کے نیچے چار لکھ دیں گے اور حمید کے ایک حصہ کو ۲ بنا دیں گے۔

دوم نمبر کے میت یعنی حمید سے فراغت ہو جانیکے بعد ظہور کا انتظام ہوگا اسکے واسطے لفظ میت کا لمبا خط کہنچکر سب وارثوں کو اسکے نیچے لکھ دیں گے اور خط کے اوپر بائیں طرف میت کا نام ظہور لکھ کر اوپر سے حاصل شدہ سپہام تلاش کر کے مجموعہ اسکے نام پر مضاف بنا کر ۱۰ لکھیں گے اور پھر مسئلہ کا عدد ۲۶ لکھ کر چاروں دختر و پسر کے نیچے ایک ایک سپہام اور ہمشیرہ کے

نیچے دو سهام لکھ دیجئے۔ ۱  
اب پر مافی الید اور مسئلے کے عدد پر درستی حساب کے لئے غور کریں گے اور معلوم ہو گا کہ ان میں توافق بالتصاف ہے لہذا جزو وفق نکال کر دس کے اوپر دفعہ کا نشان بنا کر لکھیں گے اور ۳ کے اوپر دفعہ کا نشان لکھ کر اس کا نصف ۳ لکھ دیں گے اسکے بعد جو عمل جاری ہو گا وہ آپ خود ہی سمجھ گئے ہونگے کیونکہ عدد ۳ اور ۵ میں تباہ ظاہر ہے پس ۳ کی ضرب اوپر کے تمام اعداد میں جاویگی اور دفعہ پر لکھے ہوئے عدد ۵ کے ضرب ظہور کے وارثوں کے تمام سهام میں آویگی یعنی مسئلہ کا عدد چونکہ وفق نکال کر ۳ ہو گیا ہے لہذا اسکے اوپر کے تمام اعداد کو ۳ میں ضرب دیجئے۔ مجید کے ۲ کو ۶ کریں گے۔ پر خیر الدین کے وارثوں میں عظیمہ کے ۳ سهام کو ۹ بنا دیں گے۔ شکور کے ۶ سهام ضرب لکھا کر ۱۸ ہو جائیگی اور یہاں جو مجید کو ۳ سهام باپ کی میراث پہنچے تھے وہ ۹ بن جائیں گے اور سب سے اوپر والا مسئلہ ۸ جو پہلی ضرب میں ۲۴ بن گیا تھا اب ۷۲ ہو جائیگا۔ اسکے بعد ظہور کے عدد مافی الید کے وفق عدد ۵ کی ضرب نیچے کے وارثوں کے حصوں میں آئیگی تو چاروں لڑکیوں کے نیچے جو ایک ایک لکھا ہے وہ سب پانچ پانچ ہو جائیں گے۔ اور مجید کے دو سهام ضرب دینے سے دس بن جائیں گے۔

اب یہ عمل ختم ہوا اور ہم نے احتیاطاً سب عددوں کا مجموعہ حساب کر کے دیکھا تو وہ ۷۲ ہے جو سب سے اوپر لکھا ہوا عدد ہے۔ اگر کمی بیشی ہوتی تو سمجھا جاتا کہ حساب میں کسی جگہ غلطی ہو گئی ہو کیونکہ نیچے کے سب عددوں کا مجموعہ سب سے اوپر والے آخری عدد کی مطابقت ہونا چاہئے۔  
مناسخہ کے اخیر میں سب زندہ وارثوں کے مجموعہ سهام دکھلانے کے لئے ایک آخری طویل خط الاحیاء کا کینچل کر ۹ سهام عظیمہ کے دکھلائے ہیں اور ۱۸ شکور کے جو انکو صرف اوپر ہی کے مورث سے تھے۔ مجید کو اول میت یعنی اپنے باپ سے ۹ اور حقیقی بہائی حمید سے ۶ اور دوسری بہائی ظہور سے دس مجموعہ حاصل ہوئے وہی اسکے نیچے لکھے گئے اور ظہور کی چاروں بیٹیوں کو صرف اپنے باپ ہی سے پانچ پانچ سهام پہنچے تھے وہ انکے نام کے نیچے تحریر ہوئی اور الاحیاء کے اوپر المبلغ لکھ کر مجموعہ سهام دس کر دیا گیا اور یہ مختصر مناسخہ مکمل ہو گیا۔

اگرچہ ہمارا بیان بہت طویل ہو گیا ہے مگر کم استعداد عزیزوں کی خیر خواہی مجبور کرتی ہے کہ ایک مثال مناسب کی اور بھی لکھ کر سمجھائیں۔

مثال سوم مسئلہ ۱۲۸  
علیمہ مورثہ

شوہر (شفیق) $\frac{1}{2}$	دختر (جمیلہ) $\frac{1}{4}$	والدہ (خاتون) $\frac{1}{4}$
مماثلہ	مماثلہ	مماثلہ

زوجہ خدیجہ $\frac{1}{2}$	والد سعید $\frac{1}{4}$	والدہ زبیدہ $\frac{1}{4}$
دفعہ ۲ مسئلہ	توافق بالتثلیث	دفعہ ۲ مسئلہ

دختر ہاجرہ $\frac{1}{4}$	پسر محسن $\frac{1}{4}$	پسر عزیز $\frac{1}{4}$	ناتی (خاتون) $\frac{1}{4}$
مسئلہ	تباین	تباین	تباین

شوہر ظفر $\frac{1}{4}$	برادر امجد $\frac{1}{4}$	برادر شکور $\frac{1}{4}$
مبلغ ۱۲۸		

خدیجہ ۸	سعید ۱۶	زبیدہ ۸	ہاجرہ ۱۲	محسن ۲۴	عزیز ۲۴	ظفر ۱۸	امجد ۹	شکور ۹
------------	------------	------------	-------------	------------	------------	-----------	-----------	-----------

تشریح - یہ مناسخہ چار بطن کا ہے اور طریقہ وہی ہے جو پہلے دو مثالوں میں مذکور ہوا اسلئے مختصر طریق سے سمجھانے کی سعی کی جاتی ہے۔

حلیہ کے انتقال پر جب مسئلہ بنا نا چاہا تو معلوم ہوا کہ یہاں مستحق کم ہیں اور حصے زیادہ ہیں اسلئے رو ہوگا (جس کا بیان بہت پیچیدہ ہے) مگر چونکہ شوہر اور زوجہ کے مستحق نہیں ہو اور یہاں وارثین شوہر موجود ہی۔ لہذا ہمنے کل مال کے چار سهام بنا کر شوہر کو ایک دیدیا (کیونکہ جب مرنیوالی کے اولاد موجود ہوتی ہے تو شوہر کو ربع ملتا ہے) باقی ہر تین انہیں سی اگر ایک نانی کو دین اور دو دختر کو تو یہ درست نہیں بلکہ شوہر کو دینے کے بعد جو کچھ باقی ہے (زوجہ رو کی) اسکا چوتھا حصہ نانی کو ملنا چاہئے۔ اور تین حصے دختر کو۔ لہذا اس درستی حساب کیلئے ہمنے کل مجموعہ سهام تجویز شدہ ابتدائی یعنی ۴ کو ۴ میں ضرب دیا اب کل مجموعہ سهام ۱۶ ہو گیا۔ اسکو تقسیم کرنا آسان ہے۔ کل مال کا ربع یعنی سولہ میں سے چار شوہر کو دئے باقی بارہ میں سے تین میت

کی والدہ کو دئے اور نو میت کی بیٹی کو فائدہ۔ جو شخص جنا کی مٹا رکھتا ہے یا توڑی سی عقل وہ سمجھ جائیگا کہ رو کیا فائدہ ہوا۔ فائدہ یہ ہوا کہ اصل حصہ بیٹی کا نصف تھا یعنی سولہ میں سے آٹھ اب اسکو سولہ میں سے نو ملے رو نہ تو اور یہ میں آٹھ نہ تو اب تو آنہ کی مستحق ہو گئی۔ نانی کو اس صورت میں چٹا حصہ ملنا چاہئے تا یعنی چھ میں سے ایک یا بارہ میں سے دو یا اٹھارہ میں سے تین۔ یہاں رو کی وجہ سے سولہ میں سے تین پہنچے تو چھ حصے سی کچھ زیادہ مل گیا۔

حلیہ کا مسئلہ ۱۶ سے مرتب ہو کر سهام تقسیم ہو گئے۔ اسکے بعد شفیق کا نمبر آیا ۴ سے مسئلہ بسہولت بگیا اولاد تو تھی نہیں ربع زوجہ کو دیا یعنی چار میں سے ایک اور باقی ماندہ کا تہائی یعنی تین میں سے ایک والدہ کو باقی دو والد کو دئے گئے۔ شفیق کو جو سهام زوجہ سے میراث میں ملے تھے اور اسکے نام پر مافی الید لکھے گئے تھے وہ بھی ۴ ہی تھے اور مسئلہ کا عدد بھی ۴ ہے ایسی صورت کو متماثل کہتے ہیں اور اس میں آسانی یہ ہے کہ نیچے اوپر کہیں بھی ضرب بنی نہیں پڑتی۔ یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو گیا تو اب اسکے بعد گزر جائیوالی میت جمیلہ کے حال پر غور کیا جائیگا۔ اسکے وارث دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں اور ایک نانی مسئلہ ۴ سے بنا کر چٹا حصہ یعنی ایک نانی کو دیا۔ دو دو سهام بیٹوں کو۔ ایک بیٹی کو دیا گیا۔ اسکو جو سهام اپنی والدہ سے ملے تھے اور اسکے نام پر مافی الید میں لکھے گئے تھے وہ ۹ ہیں اور اسکا مسئلہ تیار ہوا ہے ۹ سے اور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان میں تباہ نہیں بلکہ توافق ہے کیونکہ عدد ۹ ایسا ہے کہ ۹ کو بھی فنا کرتا ہے اور چھ کو بھی لہذا یہاں توافق بالثلث سمجھا جائیگا۔ ۹ کا ثلث

ہے ۳۳ اس میں نیچے ضرب جاوگی اور مسئلہ جو ۶ ہے اس کا ثلث ہے ۲ اس کی ضرب اوپر کے تمام اعداء میں جاوگی اس لئے نیچے دوسرے بطن میں خدیجہ اور زبیدہ کے ایک ایک حصہ کو ۲ کر دیا اور سعیدہ کے ۲ کو ۴ بنایا اور پہلے بطن میں دو وارثوں پر تو قبر کا نشان تھا صرف خاتون زندہ تھی اس کے ۳۳ سهام کو ۶ لکھا اور سب سے اوپر کا عدد جو بضرورت ۱۶ بنایا گیا تھا اس کو بھی ۲ میں ضرب دیکر ۳۳ بنایا اور جمیلہ کے مافی الیدہ کے ثلث ۳ میں اس کے نیچے لکھے ہوئے تیسرے بطن کے سب وارثوں کے حصوں کو ۳۳ میں ضرب دیدی جس کا ایک تھا اس کے تین ہو گئے اور جس کے دو تھے اس کے چھ بن گئے اور قصہ تمام ہوا۔ اب خاتون کی باری آئی مسئلہ تو اس کا بہت صفا تھا کیونکہ جب میت کے اولاد نہیں ہوتی تو شوہر کو نصف ملتا ہے مجموعہ مال کے ۴ سهام بنا کر دو شوہر کو دیدے دو بہائی عصبہ تھے ایک ایک لکھا ہو گیا۔ لیکن خاتون کے مافی الیدہ عدد ۱۰ اور اس مسئلہ مقرر شدہ میں تباہ ہے اس لئے نیچے اوپر کی ضربوں کی تکلیف پیش آئی مسئلہ کا عدد جو چار تھا اس میں تمام اوپر کے سهام کو ضرب لگائی سب سے اوپر کے عدد ۲۳ پر ۱۲۸ تحریر ہوا۔ پہلے بطن میں تو کوئی زندہ ہی نہ رہا تھا دوسرے اور تیسرے بطن کے سب وارثوں کے حصے ۴ میں ضرب دئے گئے دو کے نیچے آٹھ اور چار کے نیچے سولہ اور تین کے نیچے بارہ اور چھ کے نیچے چوبیس لکھے گئے۔ چوتھے بطن کے تینوں وارثوں کے سهام کو خاتون کے مافی الیدہ یعنی عدد ۱۰ میں ضرب دیدی گئی اور چاروں وارثوں کے مسئلے اور حساب کی درستی ہو کر مناسبہ صحیح ہو گیا۔ لاجاً کے خط اوپر مبلغ ۱۲۸ لکھا گیا اور اس خط کے نیچے زندہ شمار ہونے والے دو وارثوں کے نام لکھ کر سب کا مجموعہ اوپر سے تلاش کر کے جوڑ کر ہر ایک کے نام کے نیچے لکھا گیا۔ سمجھانیکے واسطے بعض دفعہ وارثوں اور حصوں کی تفصیل کے آخر میں لفاظ و عبارت میں بھی لکھ دیتے ہیں کہ فلان شخص مورث اعلیٰ کا ترکہ حسب قاعدہ فرائض طرز مناسختہ اتنی سهام پر تقسیم ہو کر اتنے اتنے سهام فلان فلان وارث کو پہنچے اور اخیر میں اپنے اظہار نیاز و عبدیت کے لئے لکھا کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کبھی ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مناسختہ کے کسی درمیانی مورث کا مال بلا کسی تحریر اور فرق کے پہلے وارثوں کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسے موقع پر اس درمیانی وارث کا ذکر کرنا فضول سمجھتی ہیں اور باعث کثرت اعداد کا خیال کرتے ہیں اس لئے اس کا مسئلہ مستقل نہیں بناتے اور اس کے نام پر کا عدم لکھ دیتی ہیں۔ مثال۔ ایک شخص نے پانچ بیٹے دو بیٹیاں چھوڑی مال پر تقسیم ہو گیا۔ ہر ایک بیٹی کا انتقال ہو گیا جس کا کوئی وارث سوا ان چھ بیٹیوں کے نہیں ہے۔ ہر ایک بہائی کا انتقال ہوا جس کے زوجہ بھی ہی اور لڑکی بھی ہے تو اب اس مناسختہ میں اصل مورث کا بیٹی کا مسئلہ بنانا ہے سو وہی کیونکہ اس کے وارث تو بلا تغیر وہی سب لوگ ہو گئے۔ مگر اس معاملہ میں قید علم فہم کی ضرورت ہے

بغیر سمجھ کسی کو کالعدم کر دینے سے حساب غلط ہو جایا کرتا ہے حالانکہ عدد زیادہ ہو جائیں اور حساب صحیح ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ احقر نے اپنی آخری عمر میں جبکہ چوں سالہ ہو جانے میں تین ماہ باقی ہیں اس بیان مناسخہ کے اضافہ کو التماسید ہا پور کر دیا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمادین اور احقر کا خاتمہ ایمان پر فرمادین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ شعبان ۱۳۴۸ھ

## خاتمۃ الطبع

الحمد للہ الذی البدایۃ والیہ النہایۃ ویدہ ملکوت الارضین والسموات وبعزۃ وجلالہ تتم الصالحات۔

اما بعد میراث و فرائض کی ضرورت چونکہ بہت عام ہے اسلئے اس کے متعلق تصانیف بھی ہر زبان میں بیشمار ہو چکی ہیں لیکن جتنی کتابیں اس بحث میں احقر کی نظر سے گزری ہیں ان میں یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ یہ کتاب مستطاب مفید الوارثین اپنی ہر حیثیت سے بے نظر اور نافع دین و دنیا ہیں۔ مسائل فن کو ایسا سہل و سلیس کر دیا گیا ہے کہ معمولی استعداد کا آدمی بخوبی فرائض نکال سکتا ہے بیان استعداد دل چپ کہ شروع کر کے چوڑے کو جی نہ چاہے۔ لفظ لفظ سے مسائل کے ساتھ آخرت کی یاد بھی تازہ ہوتی جاتی ہے جو ہزار و خط سے زیادہ مفید ہے مگر اس وقت تک مناسخہ کی بحث کو اس میں بائیں خیال چوڑ دیا گیا تھا کہ عوام کے احاطہ ذہن سے خارج ہے لیکن چونکہ مناسخہ بھی فن کا ایک مستقل حصہ ہے اور اس کی وجہ سے کتاب گویا نام تمام تھی اسلئے اس مرتبہ احقر نے مصنف حضرت علامہ الامام العالین اسوۃ الفضلاء الکاملین عارف بالمداح الذین اذرا و ذکر اللہ سیدی و سندی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب حسنی حنفی دامت برکاتہم درس حدیث دارالعلوم دیوبند سے اس بحث کے اضافہ اور پوری کتاب پر نظر ثانی کے لئے درخواست کی حضرت موصوف نے اپنے الطاف کرمائے سے باوجود ہجوم مشاغل اور وفور امراض و ضعف کے درخواست قبول فرما کر تمام کتاب میں جا بجا حذف و ازیاد فرمایا اور آخر میں مناسخہ کی بحث کا مفصل اضافہ فرمایا اور الحمد للہ کہ اب سوال ۱۳۴۹ھ اس ناکارہ خلایق کی سعی و محنت سے یہ درہ یکتا مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا کتابت و صحت اور پر حسن طباعت میں اپنی امکانی کوشش صرف کی

امید ہے کہ ناظرین اس ناکارہ کو بھی حضرت مصنف دامت برکاتہم کے ساتھ دعائیں شریک

حضرت مصنف دامت برکاتہم کا

فرماتے ہیں فقط

ناکارہ خادم محمد شفیع دیوبند

عفا اللہ تعالیٰ عنہ و عافاہ۔ ۳۰۔

رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ

Best Urdu Books

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم سیدنا محمد وآلہ واصحابہ  
اجمعین - اما بعد -

بندہ محمود اشرف (عفا اللہ عنہ وعافاہ) عرض گزار ہے کہ والد صاحب (مولانا محمد زکی  
کیفی) رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد جب ہم تین بھائیوں نے "ادارہ اسلامیات"  
میں اشاعت و طباعت کا کام شروع کیا تو جن بزرگوں کے رسائل و کتب کی طباعت جدیدہ  
کا شرف حاصل ہوا ان میں حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم  
دیوبند کا نام نامی سرفہرست تھا، اپنے والد محترم سے ان کا نام اور تقویٰ و طہارت  
کے عجیب حالات بارہا سنتے تھے اس لیے ان کی تصانیف کی اشاعت سے ہمیشہ روحانی  
مسترت حاصل ہوتی، حضرت میاں صاحبؒ کی جن تصانیف کے طبع کرنے کی سعادت  
حاصل ہوئی ان میں مسائل وراثت پر حضرتؒ کی مشہور تصنیف "مفید الوارثین"  
بھی شامل تھی، ہم نے اس کتاب کے اُس ایڈیشن کو دوبارہ شائع کرنے کی سعادت  
حاصل کی جو حضرت مصنفؒ کی نظر ثالث اور جدید اضافوں کے بعد ہمارے حجر  
اقدس حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے ذوالقعدہ  
۱۳۴۹ھ میں اپنے اشاعتی ادارہ کے ذریعہ دیوبند سے شائع کیا تھا لہٰذا یہی ایڈیشن پہلی اشاعت  
کے ٹھیک پچاس سال ایک ماہ بعد مزید تصحیح کے ساتھ چھاپنے کی پھر سعادت ہمیں  
حاصل ہوئی ہے - وللہ الحمد

سابقہ ایڈیشنوں کی نایابی کی وجہ سے ہمارے مطبوعہ ایڈیشن کو بحمد اللہ  
قبول عام حاصل ہوا - اور ہزاروں افراد نے اس سے نفع اٹھایا - فللہ الحمد -  
حضرت مصنفؒ کی دقت نظر، اور علو مرتبہ کے باوجود "مفید الوارثین"  
کے چند مقامات پر بعض تسامحات اور کئی جگہ کتابت کی غلطی رہ گئی تھیں -



کچھ عرصہ قبل برادر مکرم مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب دام مجاہد نے دارالافتاء دارالعلوم کراچی سے احقر کے نام ایک مکتوب کے ذریعہ اُن تسامحات کی نشاندہی متعلق مواد ارسال فرمایا۔ جس میں بقیہ صفحات اُن تسامحات کی نشاندہی کرتے ہوئے صحیح صورت (بصورت اصلاح) تحریر کی گئی تھی اور اغلاط کتابت کی نشاندہی بھی کی گئی تھی۔ یہ تحریر اگرچہ ایک جلیل القدر عالم (مولانا قاضی محمد بخش متوفی ۱۳۶۲ھ) کی تھی اور اس پر دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے رفقاء کار مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب اور مولانا مفتی محمد خالد صاحب کی تصدیق ہو چکی تھی۔ مگر اس کے باوجود احقر نے مزید احتیاط کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے مخدوم و بزرگ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہم تتم مفتی مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا سے درخواست کی کہ وہ (فن فرائض سے اپنی مناسبت کے پیش نظر) اس تحریر کو اصل کتابت مفید الوارثین کے ساتھ مقابلہ کر کے ملاحظہ فرمائیں۔

اپنی علالت کے باوجود مخدوم دام ظلہم نے ان تمام مقامات کو بغور ملاحظہ کیا اور ان مقامات سے متعلق، تسامح، اس کی توجیہ یا اصلاح سے متعلق اپنی رائے بھی تحریراً لکھ دی جو اس ضمیمہ کے آخر میں شامل کتاب ہے۔ ان سب کے بعد خود راقم الحروف نے پوری کتاب حرفاً حرفاً دیکھی، اور کتابت کی مزید کئی اغلاط سامنے آئیں ان سب اغلاط کو بحمد اللہ درست کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جن مقامات پر تسامح تھا وہاں اصل مضمون میں ترمیم کے بجائے حاشیہ میں اس تسامح کی نشاندہی کر کے ضمیمہ کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔ نیز کئی جگہ مراجعت کو مزید آسان بنانے کے لیے حاشیہ پر صفحہ نمبر دیدیا گیا ہے۔ اس طرح امید ہے کہ اب مفید الوارثین کا یہ انشاء اللہ اغلاط سے مبرا ہوگا، اور اس کا نفع مزید عام و تمام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مصنف قدس سرہ کو اپنی بارگاہ خاص جزائے خیر عطا فرمائیں اور دیگر جن جہتوں نے اس کتاب کی تصویع اشاعت و طباعت میں معاونت کی ان سب کو اپنی رحمت سے مالا مال فرمائیں آمین۔  
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمود اشرف عفی عنہ

مکتوب مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب دام مجید  
دارالافتاء دارالعلوم - کراچی

۷۸۶

## بخدمت گرامی جناب مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت ہے، امید کہ آپ مع اہل و عیال بخیر و عافیت ہوں گے۔  
اداء اسلامیات کی مطبوعات میں سے ایک مطبوعہ ”مفید الوارثین“ ہے  
جو حضرت سید میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اس میں کچھ  
کتابت کی غلطیاں ہیں اور کہیں کہیں مسائل میراث کی تخریج میں کچھ تسامح معلوم ہوا ہے  
وہ سب ناچیز کے ایک محسن اور کرم فرما جناب مولانا منظور احمد صاحب مدظلہ نے بڑی  
محنت اور سلیقہ سے یکجا کر دیئے ہیں اور ناچیز نے جستہ جستہ مقامات سے  
خود بھی دیکھا اور صحیح پایا ہے اور مفتی محمد خالد صاحب رفیق دارالافتاء و استاذ  
دارالعلوم کراچی نے بالاستیعاب ان کا مطالعہ کر کے اس کو درست قرار دیا ہے،  
اب وہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، آئندہ طباعت میں اگر بطور ضمیمہ کے  
اس کو بھی شامل فرمادیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے تاہم آپ بھی ملاحظہ فرمائیں  
اور غور فرمائیں۔

اور وصولیابی سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں، ناچیز آنجناب کی خدمت  
میں اپنے اور اہل و عیال اور متعلقین کے لیے عافیت دارین کی دعا کی درخواست  
کرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تسامح اور اصلاح تسامح

علامہ طالوت رح (متوفی ۱۳۸۲ھ) کے والد گرامی مولانا قاضی محمد بخش رح (متوفی ۱۳۶۲ھ) اپنے وقت کے ایک بہت بڑے فقیہ تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی علاقے کے عوام کی دینی رہنمائی میں بسر فرمائی۔ آپ کو دینی علوم میں کمال درجہ کی مہارت حاصل تھی۔ ہندوستان میں جب پہلی بار ”فتاویٰ امدادیہ“ شائع ہوا تو آپ نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ چند مقامات پر تردد ہوا تو آپ نے اصل مآخذ سے رجوع کیا۔ پھر ”تسامح اور اصلاح تسامح“ کے عنوان کے تحت اپنی تحقیق فارسی زبان میں لکھ کر مولانا اشرف علی تھانوی رح کی طرف روانہ کی۔ حضرت تھانوی رح نے نہ صرف اس تحقیق کو پسند فرمایا بلکہ اپنے فتاویٰ کے اگلے ایڈیشن میں اسے بعینہ شائع کرا دیا۔ جو موجودہ نئے مرتب شدہ نسخوں میں بھی موجود ہے۔ حضرت قاضی صاحب رح (مرحوم) نے میراث کی مشہور کتاب ”مفید الوارثین“ کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں بھی آپ کو چند اغلاط محسوس ہوئیں چنانچہ آپ نے اپنے ذاتی نسخے کے حاشیے پر ان مقامات کی تصحیح کر دی اور بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر آپ مصنف رح کتاب سے رابطہ قائم نہ کر سکے اس طرح اس تصحیح پر ایک اچھا خاصہ عربیہ بیت گیا۔ راقم الحروف نے جب اس نسخے کا مطالعہ کیا اور حاشیے پر فارسی زبان میں تصحیح دیکھی تو اسے اردو میں منتقل کر دیا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

مفیدالوارثین کے متن میں چند مقامات پر مصنفؒ سے تسامح ہوا ہے اور چند مقامات پر کاتب سے غلطیاں ہوئی ہیں چنانچہ ہر ایک کی تصحیح الگ الگ کی گئی ہے ۔

آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں اور راقم الحروف کے حق دعائے عافیت ۔

خیر اندیش  
منظور آفاقی  
خطیب پاک فضائیہ  
فضائی مستقر فیصل  
کراچی ۸ -

مؤرخہ ۹ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ  
یکم دسمبر ۱۹۸۷ء



# مصنف کے تسامح

نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تسامح	اصلاح
۱ -	۱۰۰	حاشیہ نمبر ۱ (آخری سطر)	مسئلہ ۸ زوجہ دختر باپ دادا ۱ ۲ ۳ محروم اس صورت میں باپ کی دو حیثیتیں ہیں جنہیں واضح نہیں کیا گیا - یہی صورت درج ہے وہاں باپ کی دونوں حیثیتیں واضح کی گئی ہیں اور مسئلہ ۱۲ سہام سے چلایا گیا ہے -	مسئلہ ۲۲ زوجہ دختر باپ دادا ۱ ۲ ۳ محروم ۵ (ع) مفید الوارثین صفحہ نمبر ۹۸ دوسری سطر میں یہی صورت درج ہے وہاں باپ کی دونوں حیثیتیں واضح کی گئی ہیں اور مسئلہ ۱۲ سہام سے چلایا گیا ہے -
۲	۱۰۱	نیچے سے دوسری سطر	مسئلہ ۲۲ زوجہ دختر دس اخیانی بھائی چچا ۱ ۲ ۳ محروم ۱ ۸ ۱۲ ۳ اس صورت میں اخیانی بھائیوں کو ۸ سہام دیئے گئے ہیں حالانکہ بیٹی کی موجودگی میں اخیانی بھائی بہن محروم ہو جاتے ہیں - (ملاحظہ کیجئے مفید الوارثین صفحہ نمبر ۹۸) وہ ثلث کے حق دار ہوں گے - نیز مذکر اور	مسئلہ ۲۲ زوجہ دختر دس اخیانی بھائی چچا ۱ ۲ ۳ محروم ۱ ۸ ۱۲ ۳ اس اصلاح کے بعد یہ مثال اس مسئلے کیلئے موزوں نہیں رہتی جو سیاق و سباق میں بیان کیا گیا ہے - مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ اخیانی بھائی دو ہوں یا سو ہوں ہر حال میں وہ ثلث کے حق دار ہوں گے - نیز مذکر اور

نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تسامع	اصلاح
			ب۔ مفید الوارثین صفحہ نمبر ۲۱۲	مؤنث میں عام قاعدے سے ہٹ کر
			آخری سطر میں بھی ہی تسامع واقع	برابر سہام تقسیم کیے جائیں گے مثال ایسی
			ہوا ہے۔ وہاں بھی اصلاح کسلی	ہونی چاہیے جس میں ان دونوں امور
			جائے۔	کی وضاحت ہو۔ لہذا درج ذیل صورت
				زیادہ مناسب رہے گی۔
				مسئلہ ۱۲ نمبر ۶۰
				زوجہ ماں دس اخیاں بھائی دس اخیاں بہنیں چچا
				۳ ۲ ۳ ۲
				۱۵ ۱۰ ۲۰ ۱۰ ۱۵
۳ -	۱۱۰	۲، ۳، ۴	ا۔ اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو۔۔۔	اس عبارت میں پوتیوں کو پڑ پوتے کیساتھ
		۴	.....	ملا کر عصبہ بنایا گیا ہے۔ حالانکہ پڑ پوتے
			مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔	کیساتھ صرف وہی پوتی عصبہ بنتی ہے جو
			(ب) مفید الوارثین صفحہ نمبر ۱۳۶ سطر	محروم ہو رہی ہو۔ یہی وہ پوتی جو ذوی
			نمبر ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ میں بھی	الفروض کی حیثیت سے اپنا حصہ پا رہی ہو
			یہی تسامع واقع ہوا ہے وہاں بھی	پڑ پوتے کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں بنتی
			اصلاح کسلی جائے۔	(مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے سراجی اور
				شریعی) اقل الذکر کی مثال۔
				مسئلہ ۲۳
				زوجہ بنت بنت بنت بنت الابن ابن ابن الابن
				۳ ۸ ۸ ۵
				مؤخر الذکر کی مثال۔

نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تسامح	اصلاح
				مسئلہ ۲۳ زوجہ بنت بنت الابن ابن ابن الابن ۳ ۱۲ ۴ ۵
۴	۱۱۳	۱۴	مثال ۴ مسئلہ ۲۴ زوجہ دختر دختر ہمیشہ برابر زوجہ دختر دختر ہمیشہ ہمیشہ برابر ۳ ۸ ۱ ۲ ۲ ۳ ۸ ۵ اس مثال میں ایک ہمیشہ کو ۲ سہام دیئے گئے ہیں حالانکہ وہ ایک سہم کی حق دار ہے۔	مسئلہ ۲۳ نمبر ۹۶ زوجہ دختر دختر ہمیشہ ہمیشہ برابر ۳ ۸ ۱ ۲ ۲ ۳ ۸ ۵ اس مثال میں ایک ہمیشہ کو ۲ سہام دیئے گئے ہیں حالانکہ وہ ایک سہم کی حق دار ہے۔
۵	۱۲۷	۶۵	”سوال نمبر ۶۔ دو ہمیشہ حقیقی ایک بیٹی دو اخیا فی بھائی بہن کی میراث کا حال بتلائیے۔ جواب۔ بیٹی کو نصف اخیا فی بھائی بہن کو ثلث باقی ہمیشہ کو ملیگا۔ بیٹی کی موجودگی میں اخیا فی بھائی بہنوں کو ثلث دینا صحیح نہیں ہے۔“	مسئلہ ۴ بنت اخت عینی اخت عینی اخت خنی اخت خنی ۲ ۱ ۱ ۱ محروم
۶	۱۲۷	۹۶	”سوال نمبر ۷۔ ایک عورت ان وارثوں..... محروم ہیں۔“ سوال میں دو پوتیوں کا ذکر ہے لیکن جواب میں نہیں ہے۔	چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا والدہ کو باقی سب بیٹوں کو ملے گا۔ دونوں پوتیاں اور دونوں بھائی محروم ہیں۔

نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تساع	اصلاح
۷	۱۲۸	۱۱۶۱۰	”سوال نمبر ۱۶۔ ایک پوتی ایک شوہر..... حسب قاعدہ دیدو“۔ پوتی کو پڑ پوتوں کے ساتھ ملا کر عصبہ بنانا درست نہیں ہے۔	مسئلہ ۱۲ نمبر ۲۲۔ شوہر والدہ پوتی دو پڑ پوتے $\frac{۳}{۴}$ $\frac{۲}{۴}$ $\frac{۴}{۱۲}$ $\frac{۱}{۲}$
۸	۲۰۱	۱۳	مثال ۲ ۴ ۸ شوہر والدہ دختر ۱ پھٹا نصف حاشیہ نمبر ۳ ۵ ۲ شوہر والدہ دختر ۱ ۱ ۳ یہ دونوں صورتیں نامکمل ہیں	مثال ۲ مسئلہ ۸ شوہر والدہ دختر $\frac{۱}{۴}$ $\frac{۱}{۲}$ $\frac{۳}{۲۱}$ حاشیہ نمبر ۳ مسئلہ ۲ شوہر والدہ دختر $\frac{۱}{۴}$ $\frac{۱}{۳}$ $\frac{۳}{۹}$
۹	۲۰۷	۲۲۶۲۱	”سوال۔ اس مثال میں کیا غلطی ہوئی ہے؟ جواب۔ صحیح ہے کچھ غلطی نہیں۔“ ۱۔ اس مثال میں پوتی اور پڑ پوتے کیلئے دو سهام بچتے ہیں لیکن انہیں تین سهام دیئے گئے ہیں۔	مسئلہ ۶ دختر دختر والدہ پوتی پڑ پوتا $\frac{۲}{۴}$ $\frac{۲}{۴}$ $\frac{۱}{۳}$ $\frac{۱}{۲}$



نمبر شمار	صفحہ نمبر	سطر نمبر	تسامع	اصلاح
			ب۔ مسئلہ ۹ سهام سے چل سکتا ہے ۱۲ سهام کی ضرورت نہیں ہے۔	
۱۰	۲۰۸	۷	<p>مسئلہ ۱۲</p> <p>زوجہ والدہ اخیانی بہن حقیقی بہن نانہ ۳ ۲ ۳ ۳</p> <p>۱۔ اس صورت میں والدہ کو ثلث دیا گیا ہے حالانکہ دو بہنوں کی موجودگی میں اس کا حصہ سدس بنتا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے مفید الوارثین صفحات ۱۰۶، ۷۳)</p> <p>ب۔ حقیقی بہن کو ربع دیا گیا ہے حالانکہ وہ نصف کی حقدار ہے۔</p>	<p>مسئلہ ۱۲ بعد العول ۱۳</p> <p>زوجہ والدہ اخیانی بہن حقیقی بہن نانہ ۳ ۲ ۲ ۶</p> <p>محرم محرم</p>
۱۱	۲۱۲	۳	<p>مسئلہ ۱۲</p> <p>زوجہ والدہ باپ ہمیشہ نانہ ۳ ۳ ۶ ۳</p> <p>اس صورت میں مسئلہ ۱۲ سهام سے چلایا گیا ہے اگر ۴ سهام سے چلایا جائے تو زیادہ مناسب ہے گا۔ (ملاحظہ کیجئے مفید الوارثین صفحات ۱۰۰، ۱۰۲)</p>	<p>مسئلہ ۴</p> <p>زوجہ والدہ باپ ہمیشہ نانہ ۱ ۱ ۲ ۲</p> <p>محرم محرم</p>

تحریر از حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہم العالی  
مہتمم و مفتی مدرسہ عربیہ حقانیہ - قصبہ ساہیوال - ضلع سرگودھا -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ مفید الوارثین ص ۱ پر دادا کے احوال میں باپ کے ہوتے ہوئے دادا کی محرومی کا بتلانا اور زوجہ اور دختر کا حصہ دیکر باپ کا باقی کا حق دار ہونا ظاہر کرنا مقصود ہے اس سے پہلے ص ۹۸ پر میت کی دختر کے ہوتے ہوئے باپ کی دونوں حالتوں فرض مع التعصیب کا بتلانا مقصود ہے اس لیے ص ۱ پر باپ کی ان دو حیثیتوں کا الگ الگ ذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔ اجمالی طور پر زوجہ اور دختر سے بچا ہوا مال جو باپ کو ملا اس میں اس کا چھٹا حصہ فرض اور باقی بطور عصبوب آگیا جس میں  $\frac{1}{4}$  فرض اور  $\frac{1}{4}$  بطور عصبوبت کے ہے۔ لیکن یہاں تخریج مسئلہ میں مسامحت ہوئی اس لئے کہ جب ثمن کا خلط سدس سے ہو تو مسئلہ ۲۴ سے ہونا چاہیئے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ حضرت مصنفؒ کی نظر اختصار و اجمال پر رہی ہو اور صرف باپ کی موجودگی میں دادا کے محروم ہونے کو ہی انہوں نے مد نظر رکھا ہو اور یہ مقصود موجودہ صورت میں بھی حاصل ہو رہا ہے اس لیے اصلاح میں جو یہ کہا گیا ہے کہ یہی صورت ص ۹۸ پر درج ہے یہ بھی قابل تامل ہے کیونکہ ص ۹۸ پر دادا کا ذکر نہیں اور ص ۱ پر دادا کے احوال کا ذکر ہے۔

۲۔ اس میں جو اصلاح کی صورت تجویز کی گئی ہے وہ درست ہے کیونکہ اخیا فی بہن بھائیوں کو حصہ ملنے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ میت کی بیٹی زندہ نہ ہو اگر میت کی بیٹی زندہ ہوگی تو اخیا فی بہن بھائی محروم ہوں گے اور ان کو وراثت سے کچھ حصہ نہیں ملیگا اس لیے مفید الوارثین ص ۱۰ فصل سوم سطر ۳ میں عبارت - ”ایسے بھائیوں کو چھٹا حصہ ملتا ہے“ کی بجائے صرف (ایسے بھائی کو

حصہ ملتا ہے) کا ذکر کرنا مناسب ہے کیونکہ ایسے بہن بھائی کو تہائی حصہ ملنے کی بھی وہی شرط ہے جو چھٹا حصہ ملنے کی شرط ہے اسی لیے اسی ص ۱۱ کی آخری سطر میں پوتی کے ساتھ بیٹی کا ذکر اور مثال کا لکھنا بھی مناسب تھا جیسا کہ اس سے قبل اسی فصل سوم کی سطر نمبر ۳ میں بیٹی کا ذکر آ بھی چکا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مثال میں خواہر کی بجائے دختر کا لفظ کاتب سے سہواً لکھا گیا ہو اس طرح پہلا تسامع تو ختم ہو جائے گا اور یہ کتابت کی غلطی قرار پائے گی۔ البتہ دوسرا تسامع جو مثال سے متعلق ہے وہ باقی رہے گا کہ جس میں اخپانی بہن بھائیوں کے مساوی حصہ کا ذکر ہونا چاہے اور اس کے لیے اصلاح کے عنوان کے تحت دی گئی مثال صحیح اور کافی ہے۔

۳۔ یہ اصلاح درست ہے اور اس کی وجہ بھی تفصیلاً ذکر کر دی گئی ہے۔  
 ۴۔ اس مثال میں مسئلہ ۲۴ سے بنے گا اور ذوی الفروض زوجہ کو ۳۔ اور دختران کو ۱۶ دیکر باقی پانچ کی تقسیم دو بہنوں اور ایک بھائی پر للذکر مثل خط الانثیین۔ کے قاعدہ کے مطابق (بھائی کو دوہرا اور ہر بہن کو اکہرا) کی جائیگی اور تصحیح مسئلہ ۹۶ سے ہوگی اور یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہمشیرہ ایک سهام کی حقدار ہے چونکہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد یہاں پانچ سهام بچتے ہیں اگر ہر بہن کو ایک ایک اور بھائی کو دو سهام دے دیئے جائیں تو پھر بھی ایک سہم تقسیم سے بچ جائے گا اور پھر اس ایک کا آدھا بھائی کو اور دوسرا آدھا دونوں بہنوں پر برابر تقسیم ہوگا تو اس طرح ہر ایک بہن  $\frac{1}{4}$  کی حقدار ہوگی اور کسر کو دور کرنے کے لیے مسئلہ کی تصحیح ۹۶ سے کرنی پڑے گی۔ اور اگر ذوی الفروض پر تقسیم کرنے کے بعد چار بچے تو پھر دو سهام بھائی کو دے دیئے جاتے اور ایک ایک سہم کی ہر بہن حقدار ہوتی اور تصحیح کی ضرورت نہ پڑتی۔

۵۔ یہ اصلاح بھی صحیح ہے کیونکہ بیٹی کی موجودگی میں اخپانی بہن بھائی محروم ہوتے ہیں اور اخوات عیینہ بنات کے ساتھ عصبہ مع الغیر بن کر

ذوی الفروض سے بچا ہوا مال لے لیتی ہیں۔

۷۔ ذوی الفروض کے بعد یہ لکھنا کہ باقی سب بیٹوں کو ملیگا اگرچہ اسی سے دونوں پوتیوں اور بھائیوں کا محروم ہونا معلوم ہو جاتا ہے لیکن اگر صراحتاً بھی پوتیوں کے محروم ہونے کا ذکر کر دیا جائے تو مناسب ہے۔  
ضروری نہیں ہے۔

۷۔ یہ اصلاح صحیح ہے کیونکہ پوتی صاحب فرض ہے پڑ پوتیوں کی وجہ سے عصبہ نہیں ہوگی کیونکہ اس کے عصبہ بننے کے لیے اس مسئلہ میں ضروری ہے کہ وہ صاحب فرض نہ ہو اور یہاں پوتی بیٹی کے قائم ہو کر صاحب فرض ہونے کی حیثیت سے نصف میراث کی مستحق ہے۔

۸۔ یہ دونوں رد کی مثالیں ہیں تطویل کی بنا پر ضربی حساب کو چھوڑ دیا گیا ہے اور ان سے صرف یہ سمجھانا مقصود تھا کہ احدا الزوجین پر رد نہیں ہوتا اسی لیے ان کو یہاں ذکر کیا گیا ہے تاہم اصلاح کے عنوان میں ذکر کردہ تکمیل بھی صحیح اور درست ہے اور حضرت مصنفؒ کی ذکر فرمودہ مثالیں بھی صحیح ہیں۔  
تصحیح میں ان دونوں کو رد کے قواعد کے مطابق مکمل کر دیا گیا ہے۔

۹۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ ماں اور دختران کو ان کے حصے دیکر دو بچتے ہیں۔ ایک پوتی اور ایک پڑ پوتا کو للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ سے تین سہام چاہیئے تو اصل مسئلہ ۱۲ کو تین میں ضرب دیکر ۳۶ سے مسئلہ کی تصحیح ہو سکتی ہے مگر چونکہ یہاں اصل مسئلہ قاعدہ کے مطابق ۱۲ کی بجائے ۶ سے بنانا چاہیئے تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دیکر ایک بچے گا اور پھر تین کو اصل مسئلہ ۶ میں ضرب دیکر حاصل ضرب ۱۸ سے تصحیح ہو جائے گی۔

۱۰۔ یہ اصلاح صحیح ہے اور اس سے اگلے سوال و جواب میں بھی اسی کے مطابق اصلاح کرنی چاہیئے اور چونکہ یہ مسئلہ عائکہ ہے کہ اس میں بارہ کا عدد تیرہ تک ہوا ہے اس لیے ۲۴ اور ۴۸ سے اس کا استخراج صحیح نہیں ہے لہذا مفید الاثر

میں اس سے متعلق سوال کے جواب میں صرف یہ لکھا جانا چاہیے کہ یہ مسئلہ ۱۲ سے بنے گا اور سب وارثوں کے حصوں کی مقدار سہام ۱۳ تک پہنچ کر عائد ہو جائے گا۔

۱۱ - یہ صحیح ہے کہ اس مثال میں مسئلہ ۱۲ کی بجائے ۴ سے بنایا جائے تو زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ اس مسئلہ میں ربع کے ساتھ ثلث کل کی بجائے ثلث مابقی کا خلط ہو رہا ہے اور یہ قاعدہ کہ ربع کا خلط جب صنف ثانی سے ہو تو مسئلہ ۱۲ سے بنتا ہے اس وقت ہے کہ جب اس کا خلط ثلث کل کے ساتھ ہو ثلث مابقی کے خلط کے ساتھ یہ قاعدہ نہیں ہے بلکہ اس وقت مسئلہ ربع کے مخرج چار سے ہی بنایا جاتا ہے گو بارہ سے بنانا بھی غلط نہیں اس سے بھی استخراج صحیح ہوگا لیکن یہ صرف فنی اور اصطلاحی قاعدہ ہے اس لیے اسی کے مطابق یہاں بھی مسئلہ کا استخراج ہونا چاہیے جیسا کہ مفید الوارثین کے ص ۱۰۲ اور ص ۱۰۳ کی مثالوں میں بھی اسی قاعدہ کے مطابق عمل فرمایا گیا ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

بعد الحمد والصلوة - گذارش آنکہ اس عاجز کو حضرت مولانا محمد بخش صاحب نے مفید الوارثین - کی جن عبارتوں میں تسامحات - یا کتابت کے اغلاط محسوس فرمائے اور ان کو قلم بند فرمایا تھا ان کے مطالعہ کا شرف عزیز مولوی محمود اشرف سلمہ کی فرمائش پر حاصل ہوا۔

احقر نے ان سب مقامات کو بر خوردار مولوی عبدالقدوس سلمہ کی معاونت سے بغور ملاحظہ کیا اور اپنی علمی بے بفاعت کے باوجود اپنی حقیر رائے ہر ہنمبر پر ظاہر کر دی ہے امید ہے کہ اگر حضرت قاضی صاحب کی تحریر کے ساتھ اس عاجز کی تحریر کو مفید الوارثین کے ضمیمہ کے طور پر شائع کیا جائے گا تو ناظرین

کو حضرت قاضی صاحب کی بات کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہوگی اور اس کی وجہ بھی سہولت سے معلوم ہو جائے گی۔ باقی دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ اس تحریر کو اپنی اصل کے ساتھ ملحق فرما کر اس کو قبول عام بخشیں اور اس عاجز کو بھی ان اکابر کے ساتھ دار آخرت میں جگہ عطا فرمائیں اور اس کو عاجز کے لیے سبب کفارہ سنّیات بنائیں از من دعا و از جملہ جہاں آمین باد۔

فقط سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ خادم مدرسہ عربیہ حقانیہ سائیںوال گڑھ  
حال راروسمن آباد لاہور ۴ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ



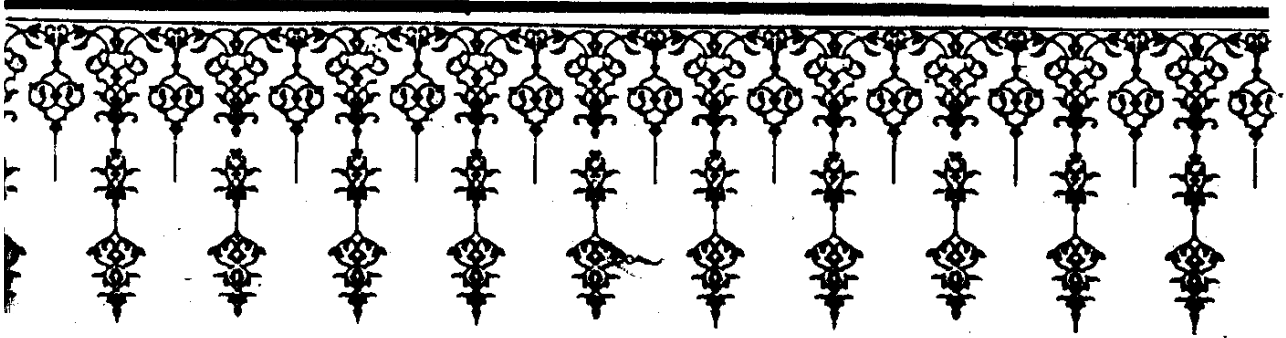
Best Urdu Books

# اسلام کا اقتصادی نظام

اسلام کے نظام معاشی کا مکمل خاکہ جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ دنیا کے تمام اقتصادی و معاشی نظاموں میں اسلام کا نظام اقتصادی ہی ایسا نظام ہے جس نے سرمایہ و محنت کا صحیح توازن قائم کر کے اعتدال کا راستہ پیدا کیا ہے۔

تألیف

حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ



ادارۃ اسلامیات  
۱۹۰۔ انارکلی ○ لاہور



